مجموعہ رسائل

اعلیحضرت احمد رضا خانصاحب فاضل بریلوی

حصہ دوئم

مرتبہ: مفتی سید شجاعت علی قادری

مدینہ پبلشنگ کمپنی ایم۔ اے جناح روڈ، کراچی

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مجددی حضرات سے سلوک ص۱۱۲ ص۱۲۷ ص۱۱۸ ص۱۱۶
ص۲۱۲ ص۲۱۳

ایصالِ ثواب میں ناپسندیدہ امور ص۲۲۳ و ص۲۲۵

مجموعہ

رسائل اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

حصہ دوم

اعلیٰحضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

ابن مسعود، مفتی سید شجاعت علی قادری
ایم۔ اے

مدینہ پبلشنگ کمپنی ایم اے جناح روڈ کراچی

[redacted]

مجموعہ رسائل اعلیٰحضرتؒ

(حصّہ دوم)

مرتبہ ______ مفتی سیّد شجاعت علی قادری
باراوّل ______ جنوری ۱۹۷۳ء
تعداد اشاعت ______ ایک ہزار
قیمت فی جلد ______ پانچ روپے پچیس پیسے
مطبع ______ مشہور آفسٹ پریس کراچی

ناشر

مدینہ پبلشنگ کمپنی

ایم اے جناح روڈ کراچی

فہرست مضامین

مجموعۂ رسائل اعلیٰ حضرتؒ (حصہ دوم)

عرضِ مرتب

اعلیٰ حضرت کے رسائل کو یکجا کرنے کا جو سلسلہ جاری کیا گیا ہے، اس میں یہ بات خاص طور پر مدنظر رکھی جاتی ہے کہ مجموعے کے تمام رسائل ایک ہی موضوع کی مختلف حیثیات سے متعلق ہوں، کیونکہ مجموعے کا مقصد چند رسائل کو یکجا کر کے جلد باندھ دینا نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ پڑھنے والا ایک ہی موضوع سے متعلق تمام مواد یکجا پڑھ لے، اور اس کو سلسلہ کی کڑیاں ملانے میں دقت محسوس نہ ہو، اس کا یہ مقصد بھی نہیں ہے کہ اس موضوع پر اعلیٰ حضرت کے کل رشحات قلم یہی ہیں۔

مجموعے کی ضخامت میں اعتدال کی وجہ سے زیرِ نظر رسائل پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اس مجموعے کا موضوع "بزرگانِ دین کی ذواتِ قدسیہ" ہیں۔ عرس، فاتحہ، استمداد، تبرکات وغیرہ، تمام امور کا تعلق، حضرات اولیاء کرام قدس سرہم سے ظاہر ہے

نوٹ = جہاں میں نے ازخود تراجم کئے ہیں ،
وہاں "م" لکھ دیا ہے، جو مرتب کی طرف
اشارہ ہے ۔

رسالہ ع۱

بدر الانوار

بزرگانِ دین کے تبرکات کا اسلام
میں کیا مقام ہے۔

تقدیم

انبیائے کرام علیہم السلام واولیائے عظام رضی اللہ عنہم کے جسم اقدس سے تعلق رکھنے والی ہر چیز متبرک ہے، بنیادی طور پر اسلام میں بزرگان دین کے آثار وتبرکات کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے اور مسلمانوں کو ان کی تعظیم وتکریم اس لئے کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ یہ تمام چیزیں بالآخر خدا کی یاد اور اس کے قرب کا ذریعہ ہیں۔ قرآن نے ان تبرکات کو "شعائر اللہ" اور "آیات اللہ" سے تعبیر کیا ہے، صفا اور مروہ دو مشہور پہاڑ ہیں، جن پر حاجی صاحبان دورانِ حج چڑھتے ہیں اور ان کے درمیان سعی کرتے ہیں۔ اس تمام تگ و دو کی حقیقت تاریخی طور پر صرف اتنی ہے کہ اللہ کی ایک نیک بندی ہاجرہ علیہا السلام اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے لئے پانی کی طلب میں اس مقام پر دوڑتی تھیں اور ان پہاڑیوں پر چڑھتی تھیں اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ ادا پسند آئی کیونکہ اس میں تلاش مقصود کے لئے جس لگن کا اظہار تھا اور اس کے لئے جو عملی کاوش تھی وہی عبد مومن میں پیدا ہونی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دو پہاڑیوں کو جنہیں

اللہ کی نیک بندی سے ایک گونہ تعلق ہو گیا تھا "شعائر اللہ" سے تعبیر فرمایا ارشاد ہوا،

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ

یقیناً صفا اور مروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں۔

پھر فرمایا:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝

اور جو بھی اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے گا تو یہ (تعظیم) دلوں کی پرہیزگاری کی وجہ سے ہے:

قرآن کریم نے بیت اللہ اور اس کے چپہ چپہ کو اپنی کھلی ہوئی نشانیوں کا مرکز قرار دیا ہے، جب ہم تاریخ کے آئینے میں ان تمام نشانیوں کو دیکھتے ہیں، جنھیں اللہ کی نشانیاں قرار دیا گیا ہے، تو یہ سب کی سب اللہ کے نیک بندوں سے کوئی نہ کوئی نسبت رکھتی ہیں۔

قرآن کریم میں ہے:

فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ

اس میں (نشانیاں) واضح ہیں (مثلاً) مقام ابراہیم ہے۔

اس آیت میں پوری وضاحت سے بتا دیا گیا کہ وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کی، وہ بھی "آیۂ بیّنہ" ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بزرگان دین کے تبرکات اسلام میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں، اور ان کی تعظیم و تکریم کسی طرح بھی شرک نہیں بلکہ عین توحید ہے، اور خدا کی عظمتِ شان کی معرفت کا زینہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اس امت کے بزرگان دین کے تبرکات بھی اب تک موجود ہیں، اور ان کا انکار کرنا ایسا ہے جیسا کہ بعض لوگ احادیث کا انکار کرتے ہیں، اگر کچھ ضعیف حدیثیں ہیں تو اس کا مطلب یہ کب ہوا کہ تمام احادیث پر ضعف کا حکم بہ یک مشت تھوپ دیا جائے، اور اگر کہیں کچھ جعلی تبرکات ہیں، تو حقیقی آثار و تبرکات کے انکار کی کیا وجہ ہے؟ اس اجمال کی تفصیل اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ بدر الانوار فی آداب الآثار، میں
۱۳۲۶ھ
ملاحظہ ہو،

رسالے کے نام کا ترجمہ یہ ہے:
آثار (نشانات) کے آداب میں انوار کا چاند۔

مرتب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فصل اوّل

مسئلہ: از اجمیر شریف درگاہ معلّٰی، مرسلہ حضرت سید حبیب اللہ قادری، دمشقی، طرابلسی، شامی، ۲۸ رجادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ

ماقولکم، دام فضلکم۔

ایک شخص اپنے وعظ میں صاف انکار کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی تبرک اور حضور کے آثار شریفہ سے کوئی چیز اصلا[1] باقی نہیں، نہ صحابہ کے پاس تبرکات شریفہ سے کچھ تھا نہ کبھی کسی نبی کے آثار سے کچھ تھا۔ امید کہ اس کا جواب بحوالہ احادیث و کتاب ارشاد ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ حمدا یکافئ فضلہ وانعامہ و

---

[1] بالکل ۱۲

یحلنا برضاہ دارالمقامۃ دار ذات برکۃ وسلامۃ لا مخافۃ فیہا ولا سامۃ والصلوٰۃ والسلام علی نبی التہامۃ خیر من لبس الجبۃ والنعل والعمامۃ وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہ ذوی الکرامۃ الناصحین لامتہ المبلغین احکامہ المعظمین اثارہ بعدہ وامامہ صلاۃ تنمی وتنمی الی یوم القیٰمۃ ، امابعد۔ یہ فتاویٰ ہیں متعلق تبرکات شریفہ وآثار لطیفہ کہ ان کا ادب کیسا ہے اور ان کے ثبوت میں کیا دیکھا ہے۔ اور بے سند ہوں تو کیا کرنا چاہیئے۔ اور زیارت پر نذرانہ لینے دینے، مانگنے کے مسئلے جن کا فقیر سے سوال ہوا، اور مجموع کا بدر الانوار فی آداب الآثار نام ٹھہرا والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی المولیٰ واٰلہٖ اجمعین۔

ایسا شخص آیات واحادیث کا منکر اور سخت جاہل خاسر یا کمال گم راہ فاجر ہے، اس پر توبہ فرض ہے اور بعد اطلاع ابھی تائب نہ ہو تو ضرور گم راہ بددین ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

دلیل (۱)

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ فِیْہِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ	بے شک سب میں پہلا گھر کہ لوگوں کے لئے مقرر فرمایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے

برکت والا اور سارے جہان کو راہ دکھاتا ہے
اس میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے کھڑے
ہونے کی جگہ۔

جس پر کھڑے ہو کر انھوں نے کعبۂ معظمہ بنایا اور ان کے قدم پاک کا نشان اس میں بن گیا۔ اجلۂ محدثین عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ازرقی نے امام اجل مجاہد تلمیذ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آیۂ کریمہ کی تفسیر میں روایت کی۔

قال اثر قدميه فى المقام اية بينة ۝

فرمایا۔ کہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دونوں قدم پاک کا اس پتھر میں نشان ہو جانا یہ کھلی نشانی ہے۔

جسے اللہ عزوجل آیت بینٰت، فرما رہا ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے:

الفضيلة الثانية لهذا البيت مقام ابراهيم وهو الحجر الذى وضع ابراهيم قدمه عليه فجعل الله ما تحت قدم ابراهيم عليه الصلوٰة والسلام

یعنی، کعبۂ معظمہ کی دوسری فضیلت مقام ابراہیم ہے۔ یہ وہ پتھر ہے جس پر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا قدم مبارک رکھا تو جتنا ٹکڑا ان کے زیر قدم آیا، تر مٹی کی طرح نرم

من ذلك الحجر دون سائر
اجزائه كالطين حتى
غاص فيه قدم ابراهيم
عليه الصلوٰة والسلام
وهذا مما لا يقدر
عليه الا الله تعالىٰ ولا يظهره
الا على انبيائه ثم لما
رفع ابراهيم عليه الصلوٰة
والسلام قدمه عنه
خلق فيه الصلابة الحجرية
مرة اخرى ثم انه تعالىٰ
ابقى ذلك الحجر على سبيل
الاستمرار والدوام فهذه
انواع من الآيات العجيبة
والمعجزات الباهرة اظهرها
الله تعالىٰ فى ذلك الحجر۔

ہوگیا۔ یہاں تک کہ ابراہیم علیہ
الصلوٰۃ والسلام کا قدم مبارک
اس میں پیٹر گیا[1] اور یہ خاص
قدرت الٰہیہ و معجزۂ انبیاء ہے
پھر جب ابراہیم علیہ الصلاۃ
والسلام نے قدم اٹھایا، اللہ
تعالیٰ نے دوبارہ اس ٹکڑے
میں پتھر کی سختی پیدا کردی کہ
وہ نشان قدم محفوظ رہ گیا
پھر اسے حق سبحانہ نے
مدت ہا مدت باقی رکھا
تو یہ اقسام اقسام کے عجیب
وغریب معجزے ہیں کہ اللہ
تعالیٰ نے اس پتھر میں ظاہر
فرمائے۔

ارشاد العقل السلیم میں ہے:۔

---

[1] دھنس گیا۔ ۱۲

ان واحداً منها
اثر قدميه فى صخرة
صماء وغوصه فيها الى
الكعبين والانة بعض
دون بعض وابقائه
دون سائر ايات
الانبياء عليه الصلوٰة
والسلام وحفظه مع
كثرة الاعداء الوف
سنة اية مستقلة ۔

یعنی، اسی ایک پتھر کو مولیٰ تعالیٰ نے متعدد آیات فرمایا۔ اس لئے کہ اس میں ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نشان قدم ہو جانا ایک۔ اور ان کے قدموں کا گٹوں تک اس میں پیر جانا، دو اور پتھر کا ایک ٹکڑا نرم ہو جانا باقی کا اپنے حال پر رہنا تین۔ اور معجزات انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام میں اس معجزے کا باقی رکھنا چار۔ اور باوصف کثرت اعداء ہزاروں برس اس کا محفوظ رہنا پانچ - یہ ہر ایک بجائے خود ایک آیت اور ایک معجزہ ہے۔

دلیل (۲)

مولیٰ سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ

بنی اسرائیل کے نبی شمویل

اٰيَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے ان سے فرمایا کہ سلطنت طالوت کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکینہ ہے اور موسیٰ و ہارون کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہیں فرشتے اسے اٹھا کر لائیں۔ بے شک اس میں تمہارے لئے عظیم نشانی ہے، اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

○

وہ تبرکات کیا تھے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصا اور ان کی نعلین مبارک اور ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمامہ مقدسہ وغیرہ ان کی برکات تھیں کہ بنی اسرائیل اس تابوت کو جس لڑائی میں آگے کرتے فتح پاتے اور جس مراد میں اس سے توسل کرتے اجابت دیکھتے۔

ابن جریر و ابن ابی حاتم حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں۔

وبقیۃ مما ترک اٰل موسیٰ   تابوت سکینہ میں تبرکات موسویہ

عصاہ ورضاض الالواح: سے ان کا عصا تھا، اور تختیوں کی کرچیں۔

وکیع بن الجراح وسعید بن منصور وعبد بن حمید وابن ابی حاتم وابوصالح تلمیذ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

قال کان فی التابوت عصا موسیٰ وعصا ھٰرون وثیاب موسیٰ وثیاب ھٰرون و لوحان من التوراۃ والمن وکلمۃ الفرج لا الٰہ الا اللہ الحلیم الکریم وسبحٰن اللہ رب السمٰوٰت السبع ورب العرش العظیم والحمد للہ رب العٰلمین:

تابوت میں سے موسیٰ وہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام کے عصا اور دونوں حضرات کے ملبوس اور توریت کی دو تختیاں اور قدرے مَن[1] کہ بنی اسرائیل پر اترا۔ اور یہ دعائے کشائش لا الٰہ الا اللہ الحلیم الکریم الخ

معالم التنزیل میں ہے:

کان فیہ عصا موسیٰ ونعلاہ تابوت میں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ

---

[1] من ایک سپید اور میٹھی چیز تھی، جو بنی اسرائیل پر نازل ہوئی۔ صبح کے وقت کہر کے مانند گرتی تھی اور پتوں پر آئس کریم کی طرح جم جاتی تھی ۱۲ مرتب

وعمامة هٰرون وعصاه

والسلام کا عصا اور ان کی نعلین اور ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمامہ و عصا۔

دلیل (۳)۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم دعا بالحلاق وناول الحالق شقه الایمن فحلقه ثم دعا اباطلحة الانصاری فاعطاه ایاه ثم ناول الشق الایسر فقال احلق فحلقه فاعطاه اباطلحة فقال اقسمه بین الناس۔

یعنی، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجام کو بلا کر سر مبارک کے داہنی جانب کے بال مونڈنے کا حکم فرمایا پھر ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر وہ سب بال انھیں عطا فرما دیئے، پھر بائیں جانب کے بالوں کو حکم فرمایا اور وہ ابوطلحہ کو دیئے کہ انھیں لوگوں میں تقسیم کر دو۔

دلیل (۴)

صحیح بخاری شریف کتاب اللباس میں عیسیٰ بن طہمان سے ہے:۔

قال اخرج الینا انس بن مالك رضی الله تعالیٰ

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو نعل مبارک

عنه نعلین لهما قبالان فقال ثابت البنانی هذا نعل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

ہمارے پاس لائے کہ ہر ایک میں بندش کے دو تسمے تھے ان کے شاگرد رشید ثابت بنانی نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین مقدس ہے

دلیل (۵)

صحیحین میں ابوبردہ سے ہے :

اخرجت الینا عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کساء ملبدا وازارا غلیظا فقالت قبض روح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی ھذین ۔

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک رضائی یا کمبل اور ایک موٹا تہبند ہمیں نکال کر دکھایا اور فرمایا کہ وقت وصال اقدس، حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہ دو کپڑے تھے ۔

صحیح مسلم میں حضرت اسما بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہما سے ہے :

دلیل (۶)

انها اخرجت جبة طيالسية كسروانية لها

یعنی، انھوں نے ایک اونی جُبّہ کسروانی ساخت نکالا

لبنة ديباج وفرجيها مكفوفين بالديباج وقالت هذه جبة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كانت عند عائشة فلما قبضت قبضتها وكان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يلبسها فنحن نغسلها للمرضى نستشفي بها۔

اس کی پلیٹ ریشمین تھی اور دونوں چاکوں پر ریشم کا کام تھا، اور کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جبّہ ام المومنین صدیقہ کے پاس تھا۔ ان کے انتقال کے بعد میں نے لے لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے پہنا کرتے تھے تو ہم اسے دھو دھو کر مریضوں کو پلاتے اور اس سے شفا چاہتے ہیں۔

دلیل (۷)

صحیح بخاری میں عثمان بن عبداللہ بن مواہب سے ہے:

قال دخلت على ام سلمة فاخرجت الينا شعرا من شعر النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مخضوبا۔

میں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی ہمیں زیارت کرائی۔ اس پر خضاب کا اثر تھا۔

یہ چند احادیث خاص صحیحین سے لکھ دیں اور یہاں احادیث میں کثرت اور اقوال آئمہ کا تواتر بشدت اور مسئلہ خود واضح اور اس کا انکار جہل فاضح ہے، لہٰذا صرف ایک عبارت شفا شریف پر اقتصار کریں فرماتے ہیں:

ومن اعظامه واکباره صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم اعظام جمیع اسبابه واکرام مشاهده وامکنته من مکة والمدینة ومعاهده وما لمسه او عرف به وکانت فی قلنسوة خالد بن الولید رضی اللّٰه تعالیٰ عنه شعرات من شعره صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم فسقطت قلنسوته فی بعض حروبه فشد علیها شدة انکر علیه اصحاب النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم کثرة من

یعنی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا ایک جز یہ بھی ہے، کہ جس چیز کو حضور سے کچھ علاقہ ہو، اور مقامات مکہ و مدینہ۔ حضور نے اسے چھوا ہو یا حضور کے نام پاک سے پہچانی جاتی ہو، اس سب کی تعظیم کی جائے۔ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی میں چند موئے مبارک تھے۔ کسی لڑائی میں وہ ٹوپی گر گئی، خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے لئے ایسا شدید حملہ فرمایا جس پر اور صحابہ کرام نے انکار کیا اس لئے کہ

تنل فيها فقال لم افعلها بسبب القلنسوة بل لما تضمنه من شعره صلى الله تعالیٰ علیه وسلم لئلا تسلب برکتها وتقع فی ایدی المشرکین ورؤی ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما واضعا یده علیٰ مقعد رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من المنبر ثم وضعها علی وجهه ؁

اس شدید و سخت حملے میں بہت سے مسلمان کام آئے خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میرا یہ حملہ ٹوپی کے لئے نہ تھا بلکہ موئے مبارک کے لئے تھا کہ مبادا اس کی برکت میرے پاس نہ رہے اور وہ کافروں کے ہاتھ نہ لگیں۔ اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا گیا کہ منبر اطہر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جو جگہ جلوس اقدس کی تھی اسے ہاتھ سے مس کر کے وہ ہاتھ اپنے منہ پر پھیر لیا۔

اللھم ارزقنا حب حبیبك وحسن الادب معه ومع اولیائك امین صلی الله تعالیٰ علیه وبارك وسلم و علیهم اجمعین۔

خالد بن ولید کی حدیث ابو یعلٰے اور عبداللہ بن عمر کی حدیث ابن سعد نے طبقات میں روایت کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فصل دُوم

مسئلہ: از بستی مرسلہ مولوی مفتی عزیز الحسن صاحب ۹ر شوال ۱۳۱۰ھ۔

جناب مولانا سراپا فیض، مجسم علم و حلم معظم و مکرم دام مجدہم۔
پس از سلام مسنون باعث تکلیف آں جناب یہ ہے کہ ایک شخص برکت آثار بزرگان سے منکر ہے اور کہتے ہیں کہ بزرگوں کے خرقہ و جبہ وغیرہ سے کوئی برکت حاصل نہیں ہوتی، چونکہ وہ پڑھے لکھے ہیں، یہ امر قرار پایا ہے کہ اگر سو برس سے قبل کے کسی عالم نے اپنی کتاب میں اس برکت کو تحریر کیا ہو، تو میں مان لوں گا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے جبّہ وغیرہ میں گفتگو نہیں ہے۔ والسلام۔

الجواب: برکت آثار بزرگان سے انکار آفتاب روشن کا انکار ہے۔ معہذا جب برکت آثار شریفہ حضور پر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلم اور یہ ظاہر کہ اولیاء و علماء حضور کے ورثا ہیں تو ان کے آثار میں برکت کیوں نہ ہوگی۔ کہ آخر وارث برکات و وارث ایراث برکات ہیں۔ فقیر غفرلہ تعالیٰ کہ اتمام حجت کے لئے چند عبارات ائمہ و علماء کہ وہ سب آج سے سو برس پہلے اور بعض

پانسو چھ سو برس پہلے کے تھے، حاضر کرتا ہے۔ کتب مطبوعہ کا نشان جلد و صفحہ بھی ظاہر کر دیا جائے گا، کہ مراجعت میں آسانی ہو:۔

۱۔ امام اجل ابوزکریا نووی جن کی ولادت باسعادت ۶۳۱ھ اور وفات شریف ۶۷۷ھ میں ہوئی، شرح صحیح مسلم شریف میں زیر حدیث عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ انی احب ان تاتینی وتصلی فی منزل فاتخذہ مصلی، فرماتے ہیں:

فی ھذا الحدیث انواع من العلم وفیہ التبرک بآثار الصالحین وفیہ زیارۃ العلماء والصلحاء الکبار واتباعھم وتبریکھم ایاھم۔ ج ۱ صفحہ ۲۷۴ نیز:

اس حدیث میں علم کی کئی اقسام ہیں، اس سے صالحین کے آثار سے تبرک حاصل کرنا، علماء و صلحاء کی زیارت کرنا، ان کی اتباع کرنا اور ان سے تبرک حاصل کرنا = م

۲۔ اسی حدیث کے نیچے لکھتے ہیں:

فی حدیث عتبان ھذا فوائد کثیرۃ منھا التبرک بالصالحین وآثارھم والصلاۃ فی المواضع التی صلوا بھا وطلب التبریک

عتبان کی اس حدیث میں بہت سے فوائد ہیں، منجملہ ان کے صالحین اور ان کے آثار سے تبرک حاصل کرنا، ان مقامات میں نماز پڑھنا جن

منهم : ج ۱ صفحہ ۲۲۲

میں انھوں نے نماز پڑھی ہو اور ان سے طلب تبرک کرنا ، م

۳۔ اسی میں زیر حدیث ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فخرج بلال بوضوئه فمن نائل وناضح فرمایا فیه التبرك بآثار الصالحين واستعمال فضل طهورهم وطعامهم وشرابهم ولباسهم : ج ۱ صفحہ ۱۹۶

بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کے وضو کا پانی لے کر نکلے تو کوئی اسے لیتا تھا اور کوئی ملتا تھا ، اس کی شرح میں ہے ، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نیکوں کے آثار سے تبرک حاصل کرنا ، ان کے بچے ہوئے پانی ، کھانے پینے کی چیز اور لباس سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے : م ۔

۴۔ اسی میں زیر حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ :

ما يوتى باناء الا غمس يده فيه فرمایا ، فيه التبرك بآثار الصالحين :

جو برتن بھی آپ کے پاس لایا جاتا تھا آپ اس میں ہاتھ ڈبوتے تھے ۔ فرمایا ، اس

ج ۲ صفحہ ۲۵۶ سے نیکوں کے آثار سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے : م

۵. اسی میں زیر حدیث ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ :

اکل منہ وبعث بفضلہ الی...... : قال العلماء فی ھذہ انہ یستحب للاکل والشارب ان یفضل مما یاکل ویشرب فضلۃ لیواسی بھا من بعدہ لا سیما ان کان ممن یتبرک بفضلہ : ج ۲ صفحہ ۱۸۳

اس میں سے کھایا اور پس خوردہ بھیج دیا، فرمایا، علماء کا کہنا ہے، کہ اس سے معلوم ہوا کھانے پینے والے کیلئے مستحب ہے، کہ کھانے پینے کی چیز میں سے کچھ بچا دے تاکہ بعد والوں کو بھی کچھ مل جائے، بالخصوص اگر یہ شخص ایسا ہو کہ اس کے پس خوردہ کو تبرک سمجھا جاتا ہو۔ (م)

۶. اسی میں زیر حدیث :

سأل عن موضع اصابعہ فتتبع موضع اصابعہ . فیہ التبرک باثار الخیر فی الطعام وغیرہ : ج ا صفحہ ا۔

آپ کی انگلیوں کی جگہ کے بارے میں دریافت کیا اور آپ کی انگلیوں کی جگہ کو تلاش کیا، فرمایا : اس سے ثابت ہوا کہ کھانے وغیرہ میں آثار خیر سے

تبرک حاصل کرنا چاہیئے ۔ م

۷۔ ایضاً، امام احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں زیر حدیث ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

فجعل الناس یتمسحون بوضوئه، فرماتے ہیں، استنبط منه التبرك لما یلامس اجساد الصالحین ۔ ج ۱ صفحہ ۳۸۱ ۔

تو لوگ آپ کے وضو کے پانی کو ملنے لگے، فرمایا، اس سے ثابت ہوا کہ جو چیز بھی نیکوں کے اجسام سے مس کرے اس سے تبرک حاصل کرنا چاہیئے ۔ م

۸۔ اسی میں زیر حدیث:

انی واللہ ما سألته لالبسها انما سألته لتکون کفنی فرمایا، فیه التبرك بآثار الصالحین قال اصحابنا لا یندب ان یعد لنفسه کفنا الا ان یکون من اثر ذی صلاح فحسن اعداده کما ھنا انتھی ملخصاً ج ۲ صفحہ ۳۲۴

بیشک، بخدا، میں نے اسے پہننے کے لئے طلب نہیں کیا تھا بلکہ میں نے اسے اپنا کفن بنانے کے لئے طلب کیا تھا، فرمایا، اس سے نیکوں کے آثار سے تبرک ثابت ہوتا ہے، ہمارے اصحاب نے فرمایا، کسی شخص کے لئے اپنے لئے کفن تیار کر رکھنا جائز نہیں ہاں اگر وہ نیکوں

کے آثار والا کفن ہو تو اس کا
تیار کر لینا جائز ہے جیسا کہ
یہاں ہے = م

۹۔ مولانا علی قاری مکی متوفی ۱۰۱۴ھ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث سنن نسائی کے نیچے لکھا کہ طلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقیہ آب وضوئے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضور سے مانگ کر اپنے ملک کو لے گئے، یہ فائدہ لکھ کر کہ:

فیہ التبرک بفضلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ونقلہ الی البلاد نظیر ماء زمزم، فرمایا، ویوخذ من ذلک ان فضلۃ وارثیہ من العلماء والصلحاء کذالک ؛	اس سے معلوم ہوا کہ حضور کے بچے ہوئے پانی سے تبرک حاصل کرنا اور اس کو دوسرے ملکوں میں پہنچانا آب زمزم کی طرح جائز ہے۔ فرمایا، اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کے وارثین علماء و صلحاء کے بچے ہوئے پانی سے بھی یہی برتاؤ جائز ہے۔

مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا۔

" دریں حدیث استحباب تبرک است بہ بقیہ آب وضوئے

ولیں ماندہ آں حضرت ونقل آں ببلاد ومواضع بعیدہ مانند آب زمزم' وآنحضرت چوں در مدینہ می بود آب زمزم را از حاکم مکہ می طلبید وتبرک می ساختند وفضلہ وارثان او کہ علماء وصلحا اند وتبرک بآثار وانوار ایشاں ہم بریں قیاس است؟. ج ا صفحہ ۱۷۱۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کے وضو سے بچے ہوئے پانی ولیں خوردہ سے تبرک حاصل کرنا اور اس کو دور دراز ممالک میں منتقل آب زمزم کی طرح کرنا جائز ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینے میں تھے تو مکہ کے حاکم سے آب زمزم مانگا اور اس سے تبرک حاصل کیا، آپ کے وارثین علماء وصلحا کے آثار وتبرکات وانوار کو اسی پر قیاس کرنا چاہیئے۔ م۔

۱۱۔ امام علامہ احمد بن محمد مصری مالکی معاصر شیخ محقق دہلوی، نے کتاب مستطاب فتح المتعال فی مدح خیر النعال میں امام اجل خاتمۃ المجتہدین ابو الحسن علی بن عبد الکافی سبکی شافعی متوفی ۷۵۶ھ کا ایک کلام نفیس تبرک بہ آثار امام شیخ الاسلام ابو ذکریا نووی قدست اسرارہم میں نقل فرمایا:

وھذا لفظہ حکی جماعۃ	اور یہ ہے ان کا ارشاد
من الشافعیہ ان الشیخ	شافعیہ کی ایک جماعت
العلامۃ تقی الدین ابا الحسن	نے بیان کیا کہ تقی الدین

علیا السبکی الشافعی لما تولی
تدریس دار الحدیث
الأشرفیة بالشام بعد
وفات الامام النواوی
احدی من یفتخر به
المسلمون خصوصاً الشافعیة
أنشد لنفسه :

وفی دار الحدیث لطیف معنی
الی بسط لها اصبو وآوی
لعلی ان امس بحر وجهی
مکانا مسه قدم النواوی

واذا کان هذا فی آثار
من ذکر فما بالك بآثار
من شرف الجمیع به :

سبکیؒ امام نواوی کی وفات کے بعد شام کے دارالحدیث میں درس حدیث کے لئے مقرر کئے گئے (مسلمان بالخصوص شافعیہ یہاں تدریس کو ایک عظیم اعزاز سمجھتے تھے) تو یہ اشعار کہے۔

دارالحدیث میں ایک لطیف خصوصیت ہے اس کے بچھونوں کی طرف مائل ہوں، شاید میری جبین ناز کو اس مقام پر لگنا نصیب ہو جہاں نووی کے قدم لگے ہوں:

توجب علماء کے آثار کا یہ حال ہے تو اس ذات کے آثار کا کیا حال ہوگا جن سے تمام کو شرف حاصل ہوا۔

۱۲۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، متوفی ۱۱۷۶ھ فیوض الحرمین صفحہ ۲۰ میں لکھتے ہیں۔

من اراد ان یحصل له ما	جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اسے
للملاء السافل من الملئکة	وہ مقام حاصل ہو جائے
فلا سبیل الی ذالك الا	جو فرشتوں کے نچلے طبقہ
الاعتصام بالطهارات	کا ہے تو اس کے لئے اس
والحلول بالمساجد	کے سوا کچھ چارہ نہیں کہ
القدیمة التی صلی	پاکیزگی کو لازم پکڑے اور
فیها جماعات من	پرانی مساجد میں جائے
الاولیاء الخ	جہاں بزرگان دین نے
	نمازیں ادا کی ہیں۔ م

۱۳۔ اسی میں ہے، صفحہ ۴۹۔

ان الانسان اذا صار	انسان جب مقام محبوبیت
محبوباً فکان منظوراً للحق	پر پہنچ جائے تو وہ حضرت حق
وللملاء الاعلیٰ عروسا	میں منظور ہوتا ہے اور ملاء اعلیٰ
جمیلة فکل مکان حل	کے لئے دلہن کی مانند ہوتا ہے
فیه انعقدت وتعلقت	پھر ہر وہ جگہ جس میں وہ
به همم الملاء الاعلیٰ	اترے گا، اس کے ساتھ
وانساق الیه افواج	ملاء اعلیٰ کی ہمتیں وابستہ
الملئکة وامواج النور	ہوں گی، فرشتوں کی فوجیں
لاسیما اذا کانت همته	اور نور کی موجیں اس کی

تعلقت بهذا المكان
والعارف الكامل معرفة
وحالا له همة يحل فيها
نظر الحق يتعلق باهله
وماله وبيته ونسله و
نسبه وقرابته واصحابه
يشمل المال والجاه وغيره
ويصلحها فمن ذالك
تميزت ماثر الكمل من
ماثر غيرهم۔

طرف متوجہ ہوں گی، بالخصوص جب اس کی ہمت اس مکان سے متعلق ہوگی، اور وہ عارف جو معرفت اور حال میں کامل ہوتا ہے اس کی ہمت میں حق تعالیٰ کی ایسی نظر ہوتی ہے جو اس کے، اس کے اہل، مال، گھر نسل، نسب، قرابت، دوست، مال وجاہ وغیرہ سب ہی کا احاطہ کرلیتی ہے اور ان تمام چیزوں کی اصلاح کرتی ہے۔ اس لئے کاملین کے آثار دوسروں کے آثار سے ممتاز ہوئے۔

۱۴- اسی میں ہے، صفحہ ۵۷:

ان قام المعرفة لروحه
تحديق وعناية بكل شئ
من طريقة ومذهبه
وسلسلة ونسبه وقرابته
واكل ما يليه وينسب اليه

جب وہ مقام معرفت پر فائز ہوتا ہے تو اس کی روحانی عنایت اس کی ہر چیز کی طرف متوجہ ہوتی ہے، اس کے طریقے اس کے مذہب، سلسلے، نسب

وعنایته هذه یختلط بها عنایة الحق ۞

قرابت، غرضکہ ہراس چیز کی طرف ہو جاتی ہے جسے اس سے تعلق ہوتا ہے، اور اس کی عنایت کے ساتھ عنایت الٰہیہ بھی مل جاتی ہے : م۔

۱۵۔ یہی شاہ صاحب ہمعات میں لکھتے ہیں۔

ازیں جاست حفظ اعراس مشائخ و مواظبت زیارت قبور ایشاں والتزام فاتحہ خواندن و صدقہ دادن برائے ایشاں و اعتنائے تمام کردن بہ تعظیم آثار و اولاد و منتسبان ایشاں ۞

اس سے معلوم ہوا کہ پابندی سے مشائخ کا عرس منانا، ان کی قبروں کی پابندی سے زیارت کرنا، فاتحہ، صدقہ، اور ان کے آثار، اولاد اور نسبت رکھنے والوں سے مکمل توجہ کا برتاؤ کرنا : م۔

۱۶۔ انھیں شاہ صاحب کی انفاس العارفین میں ہے :

در حرمین، شخصے از بزرگان خود کلاہ حضرت غوث الثقلین تبرک یافتہ بود۔ شبے در واقعہ حضرت غوث الاعظم را دید کہ می فرمایند کہ ایں کلاہ بہ ابوالقاسم اکبرآبادی برساں۔ آں شخص برائے امتحاں یک جبہ قیمتی ہمراہ

آں کلاہ کردہ گفت کہ ایں ہر دو تبرک حضرت غوث الاعظم ہستند، حکم شد کہ بہ شما رسانم۔ حضرت شاں بسیار خوش شدہ گرفتند، آں شخص گفت کہ برائے شکر حصول ایں تبرک اہل شہر را دعوت کنید، فرمودند کہ وقت صبح بیائید، مردمان بسیار بوقت صبح آمدند وطعام ہائے خوب خوردند و فاتحہ خواندند بعد ازاں پرسیدند کہ شما مرد فقیر ہستید ایں قدر طعام از کجا آمد، فرمود کہ جبہ را فروختم و تبرک را نگاہ داشتم، ہمہ گفت کہ للہ الحمد کہ تبرک بہ مستحق رسید۔

حرمین میں ایک شخص (جو اپنے ہی بزرگوں میں سے تھا) کے پاس غوث الثقلین کی ٹوپی تھی۔ ایک رات اس نے خواب میں غوث الاعظم کو دیکھا، فرما رہے تھے، یہ ٹوپی ابوالقاسم اکبرآبادی کو پہنچادو، اس شخص نے بطور آزمائش ایک قیمتی جبہ بھی اس ٹوپی کے ہمراہ کر دیا، اور کہا یہ دونوں تبرکات آپ کو غوث اعظم نے بھجوائے ہیں۔ آپ بہت خوش ہوئے اس شخص نے کہا، ان تبرکات کے ملنے کی خوشی میں اہل شہر کی دعوت کیجئے۔ فرمایا، صبح آنا، صبح بہت لوگ آئے اور خوب کھانے کھائے، اور فاتحہ

پڑھی، اس کے بعد دریافت کیا، آپ تو فقیر منش لوگ ہیں، اتنا کھانا کہاں سے آیا؟ فرمایا، تبرک تو میں نے حفاظت سے رکھا اور جبّہ فروخت کر کے دعوت کی وہ شخص بولے، خدا کا شکر ہے، تبرک مستحق کو پہنچا۔ م۔

اسی طرح صدہا عبارات ہیں، جن کے حصر و استقصا[۱] میں محل طمع نہیں، یہ سب ایک طرف، فقیر غفر اللہ تعالیٰ کہ حدیث سے ثابت کرے کہ خود حضور پرنور سید یوم النشور افضل صلوات اللہ تعالیٰ و اجل تسلیماتاً علیہ و علیٰ آلہ و ذریاتہ آثار مسلمین سے تبرک فرماتے وللہ الحجۃ البالغہ۔ طبرانی معجم اوسط اور ابو نعیم حلیہ میں حضرت سیدنا و ابن سیدنا عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یبعث الی المطاھر فیوتی بالماء فیشربہ یرجو بہ برکۃ ایدی المسلمین۔

یعنی، حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں کی طہارت گاہوں، مثل حوض وغیرہ سے جہاں اہل اسلام وضو کیا کرتے پانی منگا کر نوش فرماتے اور

---

[۱] مکمل طور پر بیان کرنا۔ م

اس سے مسلمانوں کے ہاتھوں
کی برکت لینا چاہتے۔ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ الہ وصحبہ وبارک وکرم۔
علامہ عبدالرؤف مناوی، تیسیر ج ۲ صفحہ ۲۶۹ پھر علامہ علی ابن احمد عزیزی سراج المنیر ج ۳ صفحہ ۱۴۷ شروح جامع صغیر میں اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں باسناد صحیح۔ علامہ محمد حنفی اپنی تعلیقات علی الجامع میں فرماتے ہیں:

یرجوا به برکته الخ لانهم محبوبون لله تعالیٰ بدلیل ان الله یحب التوابین و یحب المتطهرین ؛

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقیہ آب وضوئے مسلین میں اس وجہ سے امید برکت رکھتے کہ وہ محبوبان خدا ہیں، قرآن مجید میں فرمایا۔ بیشک اللہ دوست رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور دوست رکھتا ہے طہارت والوں کو۔

اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اعلیٰ واجل اکبر

یہ حضور پر نور سید المبارکین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں جن کی خاک نعلین پاک تمام جہان کے لئے تبرک دل وجاں و سرمہ چشم دین و ایماں ہے، وہ اس پانی کو جس میں مسلمانوں کے ہاتھ دھلے تبترک

ٹھہرائیں اور اسے منگا کر بہ غرض حصولِ برکت نوش فرمائیں، حالانکہ واللہ
مسلمانوں کے دست وزبان ودل وجان میں جو برکتیں ہیں سب
انھیں نے عطا فرمائیں، انھیں کے نعلین پاک کے صدقے میں ہاتھ
آئیں۔ یہ سب تعلیم امت وتنبیہ مشغولان خواب غفلت کے لئے تھا،
کہ یوں نہ سمجھیں تو اپنے مولیٰ وآقا صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل سن کر بیدار
اور برکت آثار اولیاء وعلماء کے طلب گار رہوں پھر کیسا جاہل ومحروم
وہ نافہم ملوم کہ محبوبان خدا کے آثار کو تبرک نہ جانے اور اس سے حصول برکت
نہ مانے ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ
علیٰ سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ واولیائہ وعلمائہ
وامتہ وحزبہ اجمعین امین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فصل سوم

مسئلہ غرہ[1] ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں، علمائے دین اس مسئلے میں کہ تبرک آثار شریفہ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیسا اور اس کے لئے ثبوت یقینی،

---

[1] ربیع الاول کی پہلی تاریخ ۔ م۔

درکار ہے یا صرف شہرت کافی ہے اور نعلین شریفین کی تمثال[1] کو بوسہ دینا کیسا ہے اور اس سے توسل جائز ہے یا نہیں اور بعض لوگ یوں کرتے ہیں کہ تمثال نعل شریف کے اوپر بعد بسم اللہ کے لکھتے ہیں اللّٰھم ارنی برکۃ صاحب ھٰذین النعلین الشریفین اور اس کے نیچے، دعائے حاجت لکھتے ہیں، یہ کیسا ہے بینوا توجروا۔

الجواب: فی الواقع آثار شریفہ، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تبرک سلفاً وخلفاً زمانہ اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آج تک بلا نکیر رائج ومعمول اور باجماع مسلمین مندوب ومحبوب، بکثرت احادیث صحیحہ وصحیح بخاری و مسلم وغیرہما صحاح وسنن وکتب حدیث اس پر ناطق جن میں بعض کی تفصیل فقیر نے کتاب البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ میں ذکر کی اور ایسی جگہ ثبوت یقینی یا سند محدثانہ کی اصلاً حاجت نہیں اس کی تحقیق وتنقیح کے پیچھے پڑنا اور بغیر اس کے تعظیم وتبرک سے باز رہنا سخت محرومی وکم نصیبی ہے۔ ائمہ دین نے صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام سے اس شے کا معروف ہونا کافی سمجھا ہے۔ امام قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

من اعظامہ واکبارہ صلی | آپ کی تعظیم کا ایک طریقہ یہ

---

[1] تصویر: م۔

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعظام جمیع اسبابہ واکرام مشاھدہ وامکنتہ من مکۃ والمدینۃ ومعاھدہ ومالمسہ علیہ الصلاۃ والسلام او عرف بہ ؁

یعنی کہ آپ کے تمام متعلقات، اور آپ سے متعلق تمام مقامات مکہ، مدینہ اور تمام ان چیزوں کی تعظیم کی جائے جن کو آپ نے مس کیا ہو یا جن کا تعلق آپ سے معروف ہو ء م۔

اسی طرح طبقۃً فطبقۃً شرقاً غرباً عجماً عرباً، علمائے دین وائمہ معتمدین نعل مطہر حضور سید البشر علیہ افضل الصلاۃ واکمل السلام کے نقشے کاغذوں پر بناتے، کتابوں میں تحریر فرماتے آئے اور انھیں بوسہ دینے، آنکھوں سے لگانے، سر پر رکھنے کا حکم فرماتے رہے اور دفع امراض وحصول اغراض میں اس سے توسل فرمایا کئے اور بفضل الٰہی عظیم وجلیل برکات وآثار اس سے پایا کئے۔ علامہ ابوالیمن ابن عساکر و شیخ ابواسحٰق ابراہیم بن محمد بن خلف سلمی وغیرہما علماء نے اس باب میں مستقل کتابیں تصنیف کیں اور علامہ احمد مقری کی فتح المتعال فی مدح خیر النعال اس مسئلہ میں اجمع وانفع تصانیف سے ہے۔ محدث علامہ ابوالربیع، سلیمان بن سلیم کلاعی و قاضی شمس الدین ضیف اللہ رشیدی و شیخ فتح اللہ بیلونی حلبی معاصر علامہ مقری و سید محمد موسیٰ حسینی مالکی معاصر علامہ ممدوح و شیخ محمد بن فرج سبتی و شیخ محمد بن رشید فہری سبتی و علامہ احمد بن محمد تلمسانی، موصوف و علامہ ابوالیمن ابن عساکر و علامہ ابوالحکم مالک بن

عبدالرحمٰن بن علی مغربی و امام ابوبکر احمد ابن امام ابو محمد عبداللہ بن حسین انصاری قرطبی وغیرہم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نقشۂ نعل مقدس کی مدح میں قصائد عالیہ تصنیف فرمائے ان سب میں اسے بوسہ دینے سر پر رکھنے کا حکم و استحسان مذکور اور یہی مواہب لدنیہ امام علامہ احمد قسطلانی و شرح مواہب علامہ زرقانی وغیرہما[1] کتب جلیلہ میں مسطور وقد اکثر ذلک فی کتابنا المذکور۔

علماء فرماتے ہیں جس کے پاس یہ نقشۂ متبرکہ ہو ظلم ظالمین و شر شیاطین و چشم زخم حاسدین سے محفوظ رہے، عورت دردزہ کے وقت اپنے داہنے ہاتھ میں لے، آسانی ہو۔ جو ہمیشہ پاس رکھے نگاہ خلق میں معزز ہو، زیارت روضہ مقدس نصیب ہو یا خواب میں زیارت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہو۔ جس لشکر میں ہو نہ بھاگے جس قافلے میں ہو نہ لٹے، جس کشتی میں ہو نہ ڈوبے۔ جس مال میں ہو نہ چرے جس حاجت میں اس سے توسل کیا جائے پوری ہو۔ جس مراد کی نیت سے پاس رکھیں حاصل ہو۔ موضع درد و مرض پر اسے رکھ کر شفائیں ملی ہیں۔ مہلکوں مصیبتوں میں اس سے توسل کرکے نجات و فلاح کی راہیں کھلی ہیں۔

اس باب میں حکایات صلحاء و روایات علماء بکثرت ہیں کہ امام

---

[1] اور ہم نے اس کے اکثر کا خلاصہ اپنی مذکورہ کتاب میں کردیا ہے ۔ م ۔

تلسانی وغیرہ نے فتح المتعال وغیرہ میں ذکر فرمائیں اور بسم اللہ شریف اس پر لکھنے میں کچھ حرج نہیں، اگر یہ خیال کیجئے کہ نعل مقدس قطعاً تاج فرق اہل ایمان ہے مگر اللہ عزوجل کا نام وکلام ہر شے سے اجل واعظم وارفع واعلیٰ ہے یوں ہی تمثال میں بھی احتراز چاہیئے. تو یہ قیاس مع الفارق ہے۔ اگر حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی جاتی کہ نام الٰہی یا بسم اللہ شریف حضور کے نعل اقدس پر لکھی جائے تو پسند نہ فرماتے، مگر اس قدر ضروری ہے کہ نعل بحالت استعمال و تمثال محفوظ عن الابتذال میں تفاوت بدیہی ہے اور اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جانوران صدقہ کی رانوں پر حُبِسَ فی سبیل اللہ[1] داغ فرمایا تھا، حالانکہ ان کی رانیں بہت محل بے احتیاطی ہیں بلکہ سنن دارمی شریف میں ہے:

اخبرنا مالک بن اسمٰعیل ثنا مندل بن علی الغزی حدثنی جعفر بن ابی المغیرۃ عن سعید بن جبیر قال کنت اجلس الی ابن عباس فاکتب فی الصحیفۃ	مالک بن اسمٰعیل نے اپنی سند سے سعید بن جبیر سے روایت کی انھوں نے فرمایا میں ابن عباس کے بیٹھتا تھا اور صحیفہ پر لکھتا تھا، جب وہ پر ہوجاتا تھا تو میں اپنی جوتی پلٹ کر

[1] اللہ کی راہ میں روکے ہوئے۔ م۔

حتیٰ تمتلے ثم اقلب نعلی فاکتب فی ظھورھما واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ اس کی پشت پر لکھ لیتا تھا واللہ تعالیٰ اعلم۔ م۔

فصل چہارم

مسئلہ مسئولہ حضرت سید حبیب اللہ زعبی دمشقی طرابلسی جیلانی وارد حال بریلی۔ ۷ ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ جو لوگ تبرکات شریف بلا سند لاتے ہیں، ان کی زیارت کرنا چاہیئے یا نہیں اور اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ آج کل مصنوعی تبرکات زیادہ لیے پھرتے ہیں۔ یہ ان کا کہنا کیسا ہے اور جو زائر کچھ نذر کرے اس کا لینا جائز ہے یا نہیں اور جو شخص خود مانگے اس کا مانگنا کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار و تبرکات شریفہ کی تعظیم دین مسلمان کا فرض عظیم ہے۔ تابوت سکینہ جس کا ذکر قرآن عظیم میں ہے جس کی برکت سے بنی اسرائیل ہمیشہ کافروں پر فتح پاتے اس میں کیا تھا:

بَقِیَّۃٌ مِّمَّا تَرَکَ اٰلُ مُوْسٰی موسیٰ وہارون علیہما الصلاۃ

وَآلُ هٰرُوْنَ ط   والسلام کے چھوڑے ہوئے تبرکات سے کچھ بقیہ تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ان کی نعلین مبارک اور ہارون علیہ الصلاۃ والسلام کا عمامہ وغیرہا ولہذا تواتر سے ثابت کہ جس چیز کو کسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی علاقہ بدن اقدس سے چھونے کا ہوتا، صحابہ وتابعین وائمہ دین ہمیشہ اس کی تعظیم وحرمت اور اس سے طلب برکت فرماتے آئے۔ اور دین حق کے معظم اماموں، نے تصریح فرمائی، کہ اس کے لئے کسی سند کی بھی حاجت نہیں بلکہ جو چیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک سے مشہور ہو اس کی تعظیم شعائر دین سے ہے۔ شفا شریف، ومواہب لدنیہ ومدارج شریف وغیرہا میں ہے:

من اعظامہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعظام جمیع اسبابہ ومالمسہ اوعرف بہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔

یعنی، رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم میں سے ہے ان تمام اشیاء کی تعظیم جن کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ علاقہ ہو اور جنہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چھوا ہو یا جو حضور کے نام پاک سے مشہور ہوں۔

یہاں تک کہ برابر ائمہ دین وعلمائے معتمدین نعل اقدس کی شبیہہ

ومثال کی تعظیم فرماتے رہے اور اس سے صدہا عجیب مدد یں پائیں، اور اس کے باب میں مستقل کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جب نقشے کی یہ برکت وعظمت ہے تو خود نعل اقدس کی عظمت و برکت کو خیال کیجئے پھر ردائے اقدس وجُبّہ مقدسہ وعمامہ مکرمہ پر نظر کیجئے۔ پھر ان تمام آثار وتبرکات شریفہ سے ہزاروں درجے اعظم واعلیٰ واکرم واولیٰ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ناخن پاک کا تراشہ ہے کہ یہ سب ملبوسات تھے اور وہ جزء بدن والا ہے اور اس سے اجل واعظم وارفع واکرم حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریش مبارک کا موئے مطہر ہے۔ مسلمان کا ایمان گواہ ہے کہ ہفت آسمان وزمین ہرگز اس ایک موئے مبارک کی عظمت کو نہیں پہنچتے اور ابھی تصریحات ائمہ سے معلوم ہو گیا کہ تعظیم کے لئے نہ یقین درکار ہے نہ کوئی خاص سند بلکہ صرف نام پاک سے اس شے کا اشتہار کافی ہے۔ ایسی جگہ بے ادراک سند تعظیم سے باز نہ رہے گا۔ مگر بیمار دل پر آزار دل جس میں نہ عظمت شانِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر وجہ کافی نہ ایمان کامل۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

اِنْ یَّكُ كَاذِبًا فَعَلَیْهِ	اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے
كَذِبُهٗ وَاِنْ یَّكُ صَادِقًا	جھوٹ کا وبال اس پر اور اگر
یُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ	وہ سچا ہے تو تمہیں پہنچ

ل۱ چادر شریف: م۔ ل۲ بال شریف: م۔

یَعِدُکُمْ۔	جائیں گے بعض وہ عذاب جن کا وہ تمھیں وعدہ دیتا ہے۔

اور خصوصاً جہاں سند بھی موجود ہو پھر تو تعظیم و اکرام و تکریم سے باز نہیں رہ سکتا۔ مگر کوئی کھلا کافر یا چھپا منافق والعیاذ باللہ تعالیٰ، اور یہ کہنا کہ آج کل اکثر لوگ مصنوعی تبرکات لئے پھرتے ہیں، اگر یونہی مجمل بلا تعیین شخص ہو، یعنی کسی شخص پر اس کی وجہ سے الزام یا بدگمانی مقصود نہ ہو تو اس میں کچھ گناہ نہیں اور بلا ثبوت شرعی کسی خاص شخص کی نسبت حکم لگا دینا کہ یہ انھیں میں سے ہے جو مصنوعی تبرکات لئے پھرتے ہیں، ضرور ناجائز و گناہ و حرام ہے، کہ اس کا منشا صرف بدگمانی ہے اور بدگمانی سے بڑھ کر کوئی جھوٹی بات نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔	بدگمانی سے بچو کہ بدگمانی سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے۔

ائمہ دین فرماتے ہیں:

انما ینشوء الظن الخبیث من القلب الخبیث۔	خبیث گمان خبیث دل ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

تبرکات شریفہ جس کے پاس ہوں ان کی زیارت کرنے پر لوگوں سے اس کا کچھ مانگنا سخت شنیع ہے۔ جو تندرست ہو اعضاء صحیح رکھتا ہو، نوکری خواہ مزدوری اگرچہ ڈلیا ڈھونے کے ذریعے سے

روٹی کما سکتا ہو اسے سوال کرنا حرام ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تحل الصدقۃ لغنی ولا لذی مرۃ سوی ۔	غنی یا سکت والے تندرست کے لئے صدقہ حلال نہیں۔

علماء فرماتے ہیں:

ما جمع السائل بالتکدی فھو الخبیث ۔	سائل جو کچھ مانگ کر جمع کرتا ہے وہ خبیث ہے۔

اس پر ایک تو شناعت یہ ہوئی، دوسری شناعت سخت تر یہ ہے کہ دین کے نام سے دنیا کماتا ہے اور یَشْتَرُوْنَ بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا کے قبیل میں داخل ہوتا ہے۔ تبرکات شریفہ بھی اللہ عزوجل کی نشانیوں سے عمدہ نشانیاں ہیں، ان کے ذریعے سے دنیا کی ذلیل قلیل پونجی حاصل کرنے والا دنیا کے بدلے دین بیچنے والا ہے۔ شناعت سخت تر یہ ہے کہ اپنے اس مقصد فاسد کے لئے تبرکات شریفہ کو شہر بہ شہر در بہ در لئے پھرتے ہیں اور ہر کس و ناکس کے پاس لے جاتے ہیں۔ یہ آثار شریفہ کی سخت توہین ہے۔

خلیفہ ہارون رشید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دار الہجرۃ میں سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی تھی، کہ ان کے یہاں جاکر خلیفہ زادوں کو پڑھا دیا کریں۔ ارشاد فرمایا کہ میں علم کو ذلیل نہ کروں گا، انھیں پڑھنا منظور ہے تو خود حاضر ہوا کریں، عرض کی وہیں حاضر

ہوں گے مگر اور طلبا رپر ان کو تقدیم دی جائے۔ فرمایا یہ بھی نہ ہوگا سب یکساں رکھے جائیں گے۔ آخر خلیفہ کو یہی منظور کرنا پڑا۔ یونہی امام شریک نخعی سے خلیفۂ وقت نے چاہا تھا کہ ان کے گھر جا کر شہزادوں کو پڑھا دیا کریں۔ آپ نے انکار کیا، خلیفہ نے کہا، آپ امیر المومنین کا حکم ماننا نہیں چاہتے۔ فرمایا یہ نہیں بلکہ میں علم کو ذلیل نہیں کرنا چاہتا۔

رہا یہ کہ بے اس کے مانگے زائرین کچھ اسے دیں۔ اور یہ لے اس میں تفصیل ہے شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ ہے المعھود عرفا کالمشروط لفظاً[1] جو لوگ تبرکات شریفہ شہر بشہر لئے پھرتے ہیں ان کی نیت و عادت قطعاً معلوم کہ اس کے عوض تحصیل زر و جمع مال چاہتے ہیں۔ یہ قصد نہ ہو تو کیوں دور دراز سفر کی مشقت اٹھائیں، ریلوں کے کرائے دیں اگر کوئی ان میں زبانی کہے بھی کہ ہماری نیت فقط مسلمانوں کو زیارت سے بہرہ مند کرنا ہے تو ان کا حال ان کے قال کی صریح تکذیب کر رہا ہے ان میں علی العموم وہ لوگ ہیں، جو ضروری ضروری طہارت و صلوٰۃ سے بھی آگاہ نہیں۔ اس فرض قطعی کے حاصل کرنے کو کبھی دس پانچ کوس یا شہر ہی کے کسی عالم کے پاس گھر سے آدھ میل جانا پسند نہ کیا۔ مسلمانوں کو زیارت کرانے کے لئے ہزاروں کوس سفر کرتے ہیں۔ پھر جہاں زیارتیں ہوں اور لوگ کچھ نہ دیں، وہاں ان صاحبوں کے غصے دیکھئے پہلا

---

[1] جو چیز عرفاً طے شدہ ہوتی ہے وہ لفظاً مشروط کی طرح ہے۔ م

حکم یہ لگایا جاتا ہے، کہ تم لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ محبت نہیں، گویا ان کے نزدیک محبت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ایمان اسی میں منحصر ہے کہ حرام طور پر کچھ ان کی نذر کر دیا جائے پھر جہاں کہیں ملے بھی مگر ان کے خیال سے تھوڑا ہو، ان کی سخت شکایتیں اور مذمتیں ان سے سن لیجئے، اگرچہ وہ دینے والے صلحاء و علماء ہوں۔ اور مال حلال سے دیا ہو۔ اور جہاں پیٹ بھر کے مل گیا، وہاں لمبی چوڑی تعریفیں لے لیجئے، اگرچہ وہ دینے والے فساق، فجار بلکہ بدمذہب ہوں اور مال حرام سے دیا ہو، تو قطعاً معلوم ہے کہ وہ زیارت نہیں کراتے مگر لینے کے لئے اور زیارت کرانے والے بھی جانتے ہیں کہ ضرور کچھ دینا پڑے گا تو اب یہ صرف سوال ہی نہ ہوا بلکہ بحسب عرف زیارت شریفہ پر اجارہ ہو گیا، اور وہ بہ چند وجہ حرام ہے۔ اولاً زیارت آثار شریفہ کوئی ایسی چیز نہیں جو زیر اجارہ داخل ہو سکے:

کما صرح بہ فی الدر المختار	جیسے درمختار وغیرہ میں ہے
وغیرہ ان ما یوخذ من	کہ بیت المقدس کی زیارت
النصاریٰ علیٰ زیارت	کے سلسلے میں نصاریٰ سے جو
بیت المقدس حرام وھذا	لیا جاتا ہے وہ حرام ہے تو جب
اذا کان حراما اخذہ من	دار الحرب کے کافروں سے،
کفار دور الحرب کالروم	جیسے رومی وغیرہم سے لینا حرام
وغیرھم فکیف من	ہے تو مسلمانوں سے لینا کیسے

المسلمین ان ھوالاضلال جائز ہو، یہ تو کھلی ہوئی گمراہی
مبین ؕ ہے۔

ثانیاً اجرت مقرر نہیں ہوتی کیا دیا جائے گا۔ اور جواجارے شرعاً جائز ہیں، ان میں بھی اجرت مجہول رکھی جانا اسے حرام کردیتا ہے نہ کہ جو سرے سے حرام ہے کہ حرام در حرام ہوا اور یہ حکم جس طرح گشتی صاحبوں کو شامل ہے۔ مقامی حضرات بھی اس سے محفوظ نہیں جبکہ اسی نیت سے زیارت کراتے ہوں، اور ان کا یہ طریقہ معلوم ومعروف ہو۔ ہاں اگر کسی بندۂ خدا کے پاس کچھ آثار شریفہ ہوں اور وہ انھیں بہ تعظیم اپنے مکان میں رکھے اور جو مسلمان اس کی درخواست کرے محض لوجہ اللہ اسے زیارت کرادیا کرے، کبھی کسی معاوضے، نذرانے کی تمنا نہ رکھے، پھر اگر وہ آسودہ حال نہیں اور مسلمان بطور خود قلیل یا کثیر بنظر اعانت اسے کچھ دے تو اس کے لے لینے میں اس کو کچھ حرج نہیں باقی گشتی صاحبوں کو عموماً اور مقامی صاحبوں میں خاص ان کو جو اس امر پر اخذ نذور کے ساتھ معروف ومشہور ہیں، شرعاً جواز کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی، مگر ایک وہ یہ کہ خدائے تعالیٰ ان کو توفیق دے نیت اپنی درست کریں اور شرط عرفی کے رد کے لئے صراحۃً اعلان کے ساتھ ہر جلسے میں کہہ دیا کریں کہ مسلمانوں یہ آثار شریفہ تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا فلاں ولی معزز ومکرم کے ہیں، کہ محض خالصاً لوجہ اللہ تمھیں ان کی زیارت کرائی جاتی ہے ہرگز ہرگز کوئی بدلا یا معاوضہ مطلوب نہیں اس کے بعد

اگر مسلمان کچھ نذر کریں تو اسے قبول کرنے میں کچھ حرج نہ ہوگا۔

فتاوئے قاضی خاں وغیرہ میں ہے: ان الصریح یفوق الدلالة[1] اور اس کی صحت نیت پر دلیل یہ ہوگی کہ کم پر ناراض نہ ہو، بلکہ اگر چلے گزر جائیں لوگ فوج فوج زیارتیں کر کے یونہی چلے جائیں اور کوئی پیسہ نہ دے جب بھی اصلا دل تنگ نہ ہو اور اسی خوشی اور شادمانی کے ساتھ مسلمانوں کو زیارت کرایا کرے۔ اس صورت میں یہ لینا دینا دونوں جائز و حلال ہوں گے اور زائرین و مزور[2] دونوں اعانت مسلین کا ثواب پائیں گے۔ اس نے سعادت و برکت دے کر ان کی مدد کی، انھوں نے دنیا کی متاع قلیل سے فائدہ پہنچایا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ۔ رواہ مسلم فی صحیحہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	تم میں جس سے ہو سکے کہ اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہنچائے تو اسے چاہیئے کہ نفع پہنچائے:

اور فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اللہ فی عون العبد مادام	اللہ اپنے بندے کی مدد میں ہے

---

[1] بیشک صریح دلالت سے بالاتر ہے۔ م [2] زیارت کرانے والا۔ م۔

العبد فی عون اخیہ۔ جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہے۔

رواہ الشیخان۔

علی الخصوص جب یہ تبرکات والے حضرات سادات کرام ہوں تو اب ان کی خدمت اعلیٰ درجے کی برکت وسعادت ہے۔ حدیث میں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جو شخص اولاد عبد المطلب میں سے کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور اس کا صلہ دنیا میں نہ پائے۔ میں بنفس نفیس روز قیامت اس کا صلہ عطا فرماؤں گا۔"

اور اگر زیارت کرانے والے کو اس کی توفیق نہ ہو تو زیارت کرنے والے کو چاہیئے کہ خود ان سے صاف صراحتہً کہہ دے کہ نذر کچھ نہیں دی جائے گی، خالصاً لوجہ اللہ اگر آپ زیارت کراتے ہیں کرایئے۔ اس پر اگر وہ صاحب نہ مانیں، ہرگز زیارت نہ کرے، کہ زیارت ایک مستحب ہے اور یہ لین دین حرام۔ کسی مستحب شے کے حاصل کرنے کے واسطے، حرام کو اختیار نہیں کر سکتے اشباہ و نظائر وغیرہا میں ہے، ماحرم اخذہ حرم اعطاؤہ۔ درمختار میں ہے الآخذ والمعطی اثمان اسی درمختار میں تصریح ہے کہ جو تندرست ہو اور کسب پر قادر ہو اسے دینا

لہ جس کا لینا حرام اس کا دینا بھی حرام ۱۲ منہ دینے اور لینے والا دونوں گنہگار ہیں ۱۲

حرام ہے، کہ دینے والے اس سوال حرام پر اس کی اعانت کرتے ہیں اگر نہ دیں خواہی نخواہی عاجز ہو اور کسب کرے اور اگر اس کی غرض زیارت کرنے والے صاحب نے قبول کرلی تو اب سوال و اجرت کا قدم درمیان سے اٹھ گیا، بے تکلف زیارت کرے، دونوں کے لئے اجر ہے اس کے بعد حسب استطاعت ان کی نذر کردے۔ یہ لینا دینا دونوں کے لئے حلال اور دونوں کے لئے اجر ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ فقیر کا یہی معمول ہے اور توفیق خیر اللہ تعالیٰ سے مسئول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فصلِ پنجم

مسئلہ بتاریخ ۹ رجمادی الاولیٰ ۱۳۱۸ھ

جناب من ایک نئی بات سنی گئی ہے، اس کی بابت عرض کرتا ہوں۔ اطمینان فرمایئے۔

سوال:۔ نقل روضۂ منورہ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور نقل روضۂ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تعزیئے میں کیا فرق ہے، شرعاً کس کی تعظیم کم و بیش کرنا چاہیئے، اعنی[1] کون

---

[1] میری مراد یہ ہے = م۔

افضل ہے۔ اور زیارت کرنا نقل روضۂ منورہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا درست ہے یا نہیں یعنی نقل روضۂ منورہ کو جو مقبول حسین خاں کے یہاں ہے، بعض لوگ یوں کہتے ہیں، کہ کاریگر کی کاریگری دیکھ لو لفظ زیارت کا کہنا اور وقت زیارت درود شریف پڑھنا اور مثل اصل کے تعظیم کرنا درست ہے ہرگز نہیں چاہیئے۔ اتنا کہنا تو مثل کی نسبت درست کہتے ہیں، الّا بالکل تعظیم کرنا محض برا بتاتے ہیں اور ایسے کرنے والے کو مثل ہنود کے جانتے ہیں۔ اس کا کیا جواب ہے۔

الجواب: روضۂ منورہ حضور پر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نقل صحیح بلا شبہ معظمات دینیہ سے ہے۔ اس کی تعظیم و تکریم بر وجہ شرعی ہر مسلمان صحیح الایمان کا مقتضائے ایمان ہے

ع اے گل بتو خورسندم تو بوئے کسے داری

اس کی زیارت بہ آدابِ شریعت اور اس وقت درود شریف کی کثرت ہر مومن کی شہادت قلب و بداہت عقل سے مستحب و مطلوب ہے علامہ تاج فاکہانی فجر منیر میں فرماتے ہیں:

من فوائد ذلک ان من لم یمکنہ زیارۃ الرّوضۃ فلیبرز مثالھا فلیستلمہ مشتاقا لانہ ناب مناب الاصل کما قد ناب مثال	یعنی، روضۂ مبارک سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نقل میں ایک فائدہ یہ ہے کہ جسے اصل روضۂ اقدس کی زیارت نہ ملے، وہ اس کی زیارت

لنعلہ الشریفۃ مناب عینہا فی المنافع والخواص لشہادۃ التجربۃ الصحیحۃ ولذا جعلوالہ من الاکرام والاحترام مایجعلون للمنوب عنہ۔

کرے اور شوق دل کے ساتھ اسے بوسہ دے، کہ یہ نقل اسی اصل کی قائم مقام ہے جس پر صحیح تجربہ گواہ ہے۔ و لہٰذا علمائے دین نے اس کی نقل کا اعزاز و اکرام وہی رکھا جو اصل کا رکھتے ہیں۔

اسی طرح دلائل الخیرات و مطالع المسرات وغیرہما معتبرات میں ہے۔ اس بحث کی تفصیل جمیل فقیر کے رسالہ شفاء الوالہ فی صور الحبیب ۱۳۱۵ھ و مزارہ و نعالہ میں ہے۔ یہاں لفظ زیارت کی ممانعت محض جہالت ہے۔ اور معاذ اللہ درود شریف کی ممانعت اور سخت حماقت اور صراحۃً شریعت مطہرہ پر افترا و تہمت ہے۔ علامہ طاہر فتنی، مجمع البحار میں اپنے استاذ حضرت عارف باللہ سیدی علی متقی مکی، وہ اپنے استاد امام ابن حجر مکی رحمہم اللہ تعالیٰ سے نقل فرماتے ہیں

من استقیظ عند اخذ الطیب وشمہ الی ما کان علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من محبتہ للطیب وعلیہ وسلم لما وقر فی

جس شخص نے خوشبو لیتے یا سونگھتے وقت حضور کی خوشبو سے محبت کو یاد کیا اور آپ پر درود و سلام پڑھا، کیونکہ اس کے دل میں آپ کی

قلبه من جلالته واستحقاقه على كل امته ان يلحظوا بعين نهاية الاجلال عند رؤية شئ من اثاره او ما يدل عليها فهوات بما له فيه اكمل الثواب الجزيل وقد استحبه العلماء لمن رأى شيئا من اثاره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ولاشك ان من استحضر ماذكرته عند شمه للطيب يكون كالرائی لشئ من اثاره الشريفة فى المعنى فليس به الاكثار من الصلاة والسلام عليه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حنيئذٍ اه مختصراً۔

عظمت و وقار کا جذبہ تھا اور اسی وجہ سے وہ آپ کے آثار شریفہ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا، تو اس نے بڑے ثواب کا کام کیا اور درود شریف کو علماء نے اس کے لئے مستحب قرار دیا ہے، جو آپ کے آثار شریفہ میں کسی کا ملاحظہ کرے، اور ظاہر ہے کہ خوشبو سونگھتے وقت حضور کی یاد کرتا ہے وہ معنیً آپ کے آثار شریفہ کا ملاحظہ کرتا ہے اس لئے اسے اس وقت بہ کثرت درود شریف پڑھنا چاہیئے۔ م۔

اسی ارشاد جمیل میں صاف تصریح جلیل ہے کہ تمام امت پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حق ہے کہ جب حضور پر نور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار شریفہ سے کوئی چیز دیکھیں یا وہ شے دیکھیں، جو حضور کے آثار شریفہ سے کسی چیز پر دلالت کرتی ہو، تو اس وقت کمال ادب و تعظیم کے ساتھ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصور لائیں اور درود شریف کی کثرت کریں، ولہذا جو خوشبو لیتے یا سونگھتے وقت یاد کرے کہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے دوست رکھتے تھے، وہ بھی گویا معنیٰ آثار شریفہ کی زیارت کر رہا ہے اسے اس وقت درود پڑھنے کی کثرت مسنون ہونی چاہیئے، تو نقل روضہ مبارک صاف صاف ما یدل علیھا میں داخل ہے، اس کی زیارت کے وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم اور حضور پر درود و تسلیم کیوں نہ مستحب ہوگی۔ ایسی تعظیم کرنے والے کو معاذاللہ کفار و مشرکین کے مثل بتانا سخت ناپاک کلمۂ بیباک ہے۔ قائل جاہل پر توبہ فرض ہے، بلکہ از سر نو کلمۂ اسلام کی تجدید کرے، اپنی عورت سے نکاح دوبارہ کرے کہ اس نے بلاوجہ مسلمانوں کو مثل کفار بتایا۔

رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من دعا رجلا بالکفر و قال عدو اللہ ولیس کذالک الا حار علیہ ۔ رواہ الشیخان عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	جس نے کسی شخص کو کافر کہا اور دشمن خدا کہا اور وہ ایسا نہیں ہے تو یہ کلمہ اس پر جاری ہوگا۔ اسے شیخین نے ابوذر سے روایت کیا: م:

یوں ہی اگر روضۂ شہزادۂ گلگوں قبا حسین شہید ظلم وجفا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیٰ جدہ الکریم وعلیہ کی صحیح نقل بناکر محض بہ نیت تبرک بے آمیزش منکرات شرعیہ مکان میں رکھتے تو شرعاً کوئی حرج نہ تھا، مگر حاشا تعزیہ ہرگز اس کی نقل نہیں، نقل ہونا درکنار بنانے والوں کو نقل کا قصد بھی نہیں، ہر جگہ نئی تراش نئی گڑھت جسے اس اصل سے نہ کچھ علاقہ نہ نسبت۔ پھر کسی میں پریاں، کسی میں براق کسی میں اور بیہودہ طمطراق پھر کوچہ بکوچہ ودشت بہ دشت اشاعت غم کے لیے ان کا گشت اور اس کے گرد سینہ زنی ماتم سازشی کی شور افگنی، حرام مرثیوں سے نوحہ کنی، عقل ونقل سے کٹی چھنی۔ کوئی ان کھپچیوں کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے۔ کوئی مشغول طواف۔ کوئی سجدے میں گرا ہے، کوئی اس مایہ بدعات کو معاذ اللہ جلوہ گاہ حضرت امام عالی مقام سمجھ کر اس ابرک پنی سے مرادیں مانگتا ہے، منتیں مانتا ہے، عرضیاں باندھتا، حاجت روا جانتا ہے پھر باقی تماشے باجے تاشے، مردوں عورتوں کا راتوں کو میل اور طرح طرح کے بیہودہ کھیل ان سب پر طرہ ہیں۔ غرض عشرۂ محرم الحرام کہ اگلی شریعتوں سے اس شریعت پاک تک نہایت بابرکت ومحل عبادت ٹھہرا ہوا تھا، ان بیہودہ رسموں نے جاہلانہ اور فاسقانہ میلوں کا زمانہ کر دیا۔ پھر وبال ابتداع کا وہ جوش ہوا، کہ خیرات کو بھی بطور خیرات نہ رکھا، ریا وتفاخر اعلانیہ ہوتا ہے، پھر وہ بھی یہ نہیں کہ سیدھی طرح محتاجوں کو دیں بلکہ چھتوں پر بیٹھ کر پھینکیں گے۔ روٹیاں زمین پر گر رہی ہیں، رزق الٰہی کی بے ادبی

ہوتی ہے۔ جیسے مٹی ریتے میں گر کر غائب ہوتے ہیں، مال کی اضاعت ہورہی ہے، مگر نام تو ہوگیا، کہ فلاں صاحب لنگر لٹا رہے ہیں۔ اب بہار عشرہ کے پھول کھلے۔ تاشے باجے بجتے چلے۔ رنگ رنگ کے کھیلوں کی دھوم، بازاری عورتوں کا ہر طرف ہجوم۔ شہوانی میلوں کی پوری رسوم جشن فاسقانہ۔ یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ کہ گویا، یہ ساختہ ڈھانچہ بعینہا حضرات شہدائے کرام علیہم الرضوان کے پاک جنازے ہیں

ع اے مومنو اٹھاؤ جنازہ حسین کا

گاتے ہوئے مصنوعی کربلا پہنچے وہاں کچھ نوچ آتار باقی توڑ تاڑ دفن کردیئے یہ ہر سال اضاعت مال کے جرم و وبال جداگانہ رہے۔ اللہ تعالیٰ صدقہ حضرات شہدائے کرام کربلا علیہم الرضوان والثنا کا مسلمانوں کو نیک توفیق بخشے اور بدعات سے توبہ دے آمین۔

تعزیہ داری کہ اس طریقہ نامرضیہ کا نام ہے، قطعاً بدعت و ناجائز و حرام ہے۔ ان خرافات کے شیوع نے اصل مشروع کو بھی اب محذور و محظور کردیا کہ اس میں اہل بدعت سے مشابہت اور تعزیہ داری کی تہمت کا خدشہ اور آئندہ اپنی اولاد یا اہل اعتقاد کے لئے ابتلائے بدعات کا اندیشہ ہے۔ وما یؤدی الی محظور محظور حدیث شریف میں ہے:

اتقوا مواضع التہم، لہٰذا دربارہ کربلائے معلیٰ اب صرف کاغذ پر صحیح نقشہ لکھا ہوا محض بہ قصد تبرک بے آمیزش منہیات پاس

رکھنے کی اجازت ہو سکتی ہے۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ
واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بالنبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم

اتیانُ الاَرْوَاح

لِدِیَارِہِمْ بَعدَ الرَّوَاح

۲۱ ھ ۱۳

تصنیف:

اعلیٰ حضرت مولانا الشّاہ احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مومنین کی روحیں کن ایام میں اپنے گھروں میں آتی ہیں — صالحین کی روحوں کا کیا حال ہے — اور کفار کی روحیں کہاں مقید ہیں۔

تقدیم

اللہ تعالیٰ نے روح کو مرنے کے لئے پیدا نہیں کیا ہے جب انسان مرتا ہے تو اس کی روح اس کے جسم کے پنجرے سے آزاد ہو جاتی ہے، پھر سعید روحیں تو علیین میں چلی جاتی ہیں اور وہ وہاں مقید نہیں ہوتی ہیں بلکہ یہ مقام ان کے لئے دار کرامت ہے وہ جب چاہتی ہیں بہ اذن الٰہی جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں، اور کفار کی ارواح خبیثہ اگرچہ قفس عنصری سے رہائی پا جاتی ہیں مگر سجین میں مقید کردی جاتی ہیں۔ ان مسائل کا تعلق ظاہر ہے کہ نہ تو مشاہدات سے ہے اور نہ ہی عقلیات سے، یہ تمام مسائل علوم غیبیہ سے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے بتلائے بغیر ہم کو معلوم ہی نہیں ہو سکتے تھے۔ زیر نظر رسالے میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام مسائل کو قرآن و حدیث کی روشنی میں حل فرمایا ہے۔

، مرتب ،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۳ ار شعبان المعظم ۱۳۲۱ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلے میں کہ جس وقت روح انسان کی اپنے جسم سے پرواز کر جاتی ہے. بعد اس کے پھر بھی کبھی اپنے مکان پر آتی ہے یا نہیں؟ اور اس سے کچھ ثواب کی خواستگار خواہ قرآنِ مجید یا خیرات وغیرہ طعام ہو یا روپیہ پیسہ ہوتی ہے یا نہیں؟ اور اگر روح اپنے مکان پر آتی ہے تو کس کس دن آیا کرتی ہے؟ اور اس سے منکر (یعنی روحوں کے آنے سے انکار کرنے والا) گنہگار ہے یا نہیں؟ اور اگر گنہگار ہے تو کس گناہ میں شامل ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: خاتمۃ المحدثین شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح مشکوٰۃ شریف باب زیارۃ القبور میں فرماتے ہیں:

"مستحب است کہ تصدق کردہ شود از میت بعد از رفتن او از عالم تا ہفت روز، تصدق از میت نفع می کند او را بے خلاف میان اہل علم و وارد شدہ است

درآں احادیثِ صحیحہ خصوصاً آب و بعضے از علما گفتہ اند کہ نمی رسد میت را مگر صدقہ و دعا و در بعضے روایات آمدہ است کہ روحِ میّت می آید خانۂ خود را شب جمعہ پس نظر می کند، کہ تصدق می کنند از وے یا نہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم :۔

میت کے دنیا سے رخصت ہونے کے سات روز بعد تک اس کی جانب سے صدقہ کرنا مستحب ہے۔ میت کی طرف سے صدقہ کرنا بہ اتفاق اہل علم، نفع بخش ہے۔ اس سلسلے میں احادیث صحیحہ وارد ہیں۔ خصوصاً پانی، اور بعض علمار کا کہنا ہے کہ میت کو صدقہ اور دعا کے سوا کچھ نہیں پہنچتا ہے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ میت کی روح اپنے گھر میں جمعہ کی رات کو آکر دیکھتی ہے کہ اس کی طرف سے صدقہ کیا گیا ہے یا نہیں؟ واللہ اعلم،، م،

شیخ الاسلام کشف الغطار عمّا للموتی علی الاحیار فصل ہشتم میں فرماتے ہیں:

در غرائب و خزانہ نقل کردہ، کہ ارواحِ مؤمنین می آیند خانہائے خود را ہر شب جمعہ، و روز عید، و روز عاشورہ و شب برأت، پس ایستادہ می شوند بیرونِ خانہائے

خود و ندامی کنند ہر یکے بہ آواز بلند اندوہگیں ۔ اے اہل واولادمن، و نزدیکان من مہربانی کنید بر ما بصدقہ الخ

• غرائب اور خزانہ میں منقول ہے کہ مومنین کی روحیں اپنے گھروں پر ہر جمعہ کی رات، عید کے دن عاشورے کے دن اور شب برات کو آتی ہیں اور اپنے گھروں کے باہر غمگین حالت میں کھڑی ہوتی ہیں اور ہر ایک کو بہ آواز بلند دردناک پکار کر کہتی ہیں اے میرے اہل واولاد! اور میرے قریبی رشتہ دارو! مجھ پر برائے مہربانی صدقہ کرو۔

اسی میں ہے:

شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ در شرح الصدور احادیث شتی در اکثر ازیں اوقات آوردہ "اگرچہ اکثر سے خالی از ضعف نیست"

اس عبارت میں اکثر کا لفظ صریح دلالت کر رہا ہے کہ بعض بالکل ضعف سے خالی ہیں، یعنی بعض ضعیف نہیں۔ تو صاحب مایۃ مسائل کا مطلقاً اس کی طرف نسبت کرنا کہ "ایں روایات را ضعیف ہم فرمودہ اند" کذب وافتراء ہے یا جہل واجتراء اور استناد کا روایات صحیحہ مرفوعہ متصلۃ الاسناد میں حصر اور صحاح کا صرف کتب ستہ پر قصر جیسا کہ صاحب مایۃ مسائل سے یہاں واقع ہوا جہل شدید

وسلم بعید ہے۔ حدیث حسن بھی بالاجماع حجت ہے غیر عقائد احکام حلال و حرام میں حدیث ضعیف بھی بالاجماع حجت ہے۔ ہمارے ائمہ کرام حنفیہ وجمہور ائمہ کے نزدیک ہے مرسل غیر متصل الاسناد بھی حجت ہے۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حدیث موقوف غیر مرفوع قول صحابی بھی حجت ہے کہ یہ سب مسائل ادنیٰ طلبۂ علم پر بھی روشن ہیں اور حدیث صحیح کا ان چھ کتابوں میں محصور نہ ہونا بھی علم حدیث کے ابجد خوانوں پر بیّن و مبرہن ہے، طرفہ یہ کہ خود صاحب مأتہ مسائل نے اس کتاب اور اربعین میں اور بزرگان خاندان دہلی جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب و شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی تصانیف کثیرہ میں تو وہ روایات غیر صحاح و روایات طبقہ رابعہ وران سے بھی نازل تر سے استناد کیا ہے، جیسا کہ ان کتب کے ادنیٰ مطالعے سے واضح و مبین ہے۔

امام اجل عبداللہ بن مبارک و ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ بخاری و مسلم حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے موقوفاً اور امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک اور ابونعیم حلیہ میں بسند صحیح حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مرفوعاً راوی:

وھذا لفظ ابن المبارک :- قال:

ان الدنیا جنۃ الکافر یعنی بے شک دنیا کافر کے لئے

وبعن المؤمن وانما مثل المؤمن حین تخرج نفسهٗ کمثل رجلٍ کان فی سجنٍ فاخرج منه فجعل یتقلّب فی الارض ویتفسح فیها۔

بہشت اور مسلمان کے لئے قید خانہ ہے۔ جب مسلمان کی جان نکلتی ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص قید خانے میں تھا، اب اس سے آزاد کر دیا گیا۔ پھر زمین میں گشت کرنے اور بافراغت چلنے پھرنے لگا۔

ابوبکر کی روایت یوں ہے:

فاذا مات المؤمن یخلی سربه یسرح حیث شاء۔

جب مومن مرتا ہے تو اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے جائے۔

ابن ابی الدنیا و بیہقی سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضرت سلمان فارسی و عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہما باہم ملے۔ ایک نے دوسرے سے کہا، کہ اگر تم مجھ سے پہلے انتقال کرو تو مجھے خبر دینا کہ وہاں کیا پیش آیا؟ تو پوچھا، کیا زندے اور مردے بھی ملتے ہیں؟ تو جواب دیا:

نعم امّا المؤمنون فانّ ارواحھم فی الجنّة وھی تذھب حیث شاءت

یعنی، ہاں مسلمانوں کی روحیں تو جنت میں ہوتی ہیں۔ انھیں اختیار ہوتا ہے۔ جہاں چاہتی

ہیں، جاتی ہیں۔

ابن المبارک کتاب الزہد اور ابوبکر ابی الدنیا و ابن مندہ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال انّ ارواح المومنین فی برزخ من الارض تذھب حیث شاءت ونفس الکافر فی سجّین

یعنی بے شک مسلمانوں کی روحیں زمین کے برزخ میں ہیں، جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اور کافروں کی روحیں سجّین میں مقید ہیں:

ابن ابی الدنیا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے راوی:

قال بلغنی انّ ارواح المومنین مرسلۃ تذھب حیث شاءت۔

یعنی مجھے حدیث پہنچی ہے، کہ مسلمانوں کی روحیں آزاد ہیں، جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں

امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں:

رجح ابن البرانّ ارواح الشھداء فی الجنۃ وارواح غیرھم علی افنیۃ القبور فتسرح حیث شاءت:

امام ابو عمر ابن عبد البر نے فرمایا: راجح یہ ہے کہ شہیدوں کی روحیں جنت میں ہیں۔ اور مسلمانوں کی فنائے قبور پر جہاں چاہتی ہیں آتی جاتی ہیں۔

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

ان الروح اذا نخلعت من هذا الھیکل وانفکت من القیود بالموت تحول الیٰ حیث شاءت ؞

بے شک جس وقت روح قالب (بدن) سے جدا ہوتی ہے اور موت کے باعث قیدوں سے رہا ہوجاتی ہے تو پھر جہاں چاہتی ہے، جولاں (گردش) کرتی ہے۔

قاضی ثناء اللہ صاحب بھی تذکرۃ الموتیٰ میں لکھتے ہیں:

"ارواح ایشاں (یعنی اولیائے کرام قدست اسرارہم) از زمین و آسماں و بہشت ہر جا کہ خواہند میروند ؞

یعنی، اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی روحیں، زمین آسمانوں اور بہشت سے جہاں چاہتی ہیں چلی جاتی ہیں۔ یعنی آزاد پھرتی ہیں۔

خزانۃ الروایات میں ہے:

عن بعض العلماءِ المحققین ان الارواح یتخلص لیلۃ الجمعۃ و تنتشر فجاءوا الیٰ مقابرھم ثم جاء وافی بیوتھم۔

یعنی بعض علمائے محققین سے روایت ہے کہ روحیں شب جمعہ چھٹی پاتی ہیں اور پھیلتی، پھرتی، ہیں۔ پہلے وہ اپنی قبروں پر آتی ہیں۔ پھر اپنے گھروں میں آتی ہیں۔

دستور القضاۃ مستند صاحب مائۃ مسائل میں فتاویٰ امام نسفی

سے ہے :

انّ ارواح المومنین	یعنی، بے شک مومنوں کی روحیں
یأتون فی کل لیلۃ الجمعۃ	ہر شب جمعہ اور جمعہ کے دن،
ویوم الجمعۃ فیقومون بفناء	اپنے گھروں میں آتی ہیں اور
بیوتھم ثم ینادی کلّ	دروازے کے پاس کھڑی ہو کر
واحد منھم بصوت حزین	دردناک آواز سے پکارتی ہیں کہ
یا اھلی ویا اولادی ویا	"اے میرے گھر والو! اے میرے
اقربائی اعطفوا علینا	بچو! اے میرے عزیزو! ہم پر
بالصدقۃ واذکرونا	صدقے سے مہر کرو۔ ہمیں یاد کرو
ولا تنسونا وارحمونا	اور ہمیں بھول نہ جاؤ۔ ہماری غربت
فی الخ	میں ہم پر ترس کھاؤ اور رحم کرو۔

نیز خزانۃ الروایات مستند صاحب مأتہ مسائل میں ہے :

عن ابن عباس رضی اللّٰہ	یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
تعالیٰ عنہما اذا کان یوم	عنہما سے روایت ہے، جب
عید او یوم جمعۃ او یوم	عید، یا جمعہ یا عاشورہ کا دن یا
عاشوراء او لیلۃ النصف	شب برات ہوتی ہے۔ اموات
من الشعبان تأتی ارواح	کی روحیں آکر اپنے گھروں کے
الاموات ویقومون علی	دروازوں پر کھڑی ہوتی ہیں
ابواب بیوتھم فیقولون	اور کہتی ہیں، "ہے کوئی کہ ہمیں

ھل من احدٍ یذکرنا	یاد کرے، ہے کوئی کہ ہم پر ترس
ھل من احد یترحم	کھائے، ہے کوئی کہ ہماری
علینا ھل من احد یذکر	غربت کی یاد دلائے! الحدیث
غربتنا الحدیث۔	

اسی طرح کنز العباد میں بھی کتاب الروضہ امام زندویسی سے منقول۔ یہ مسئلہ کہ نہ عقائد کا ہے نہ فقہ کے احکام حلال وحرام کا۔ ایسی جگہ دو ایک سندیں بھی بس (کافی) ہوتی ہیں۔ نہ کہ اس قدر کثیر و وافر۔

امام جلال الملۃ والدین سیوطی مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفا زیر اثار امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لم اجدہ فی شئ من	یعنی، میں نے یہ حدیث کسی کتاب
کتب الاثر لکن صاحب	حدیث میں نہ پائی مگر صاحب
اقتباس الانوار وابن الحاج	اقتباس الانوار اور ابن الحاج
فی مدخلہ ذکراہ فی ضمن	نے اپنی کتاب مدخل میں اسے
حدیث طویلٍ وکفی بذالک	ایک حدیث طویل میں بے سند
سنداً لمثلہ فانہ لیس	ذکر کیا۔ ایسی حدیث کے لئے اتنی
مما یتعلق بالاحکام	ہی سند کافی ہے، کہ وہ کچھ احکام

سے متعلق نہیں۔

باقی رہا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا یہ قول کہ ارواح کا اپنے گھروں میں آنا یہ مسئلہ عقائد کا ہے۔ اس میں مشہور و متواتر صحاح، کی

حاجت ہے، قطعیات کا اعتبار ہے، نہ ظنیاتِ صحاح کا۔ یعنی اگر صحیح بخاری و صحیح مسلم کی بھی صحیح و صریح حدیثوں میں ہو کہ روحیں آتی ہیں تو وہ حدیثیں بھی ان کے نزدیک مردود ہوں گی کہ ان روایات میں عمل نہیں بلکہ علم ہے، اور تسلیم بھی کر لیے تو فقط عمل ہے، نہ فضل عمل۔ براہینِ قاطعہ لِما امر اللہ بہ ان یوصل میں چار ورق سے زائد پر یہی اعجوبہ پھیلا ہوا ہے۔

اقول۔ اگر ہر جملہ خبریہ جس میں کسی بات کا ایجاب یا سلب ہو، اگرچہ اسے نفیًا یا اثباتًا کسی طرح عقائد میں دخل نہ ہونا نافی یا مثبت کسی پر اس نفی و اثبات کے سبب حکم ضلالت و گمراہی محتمل نہ ہو، سب باب عقائد میں داخل ٹھیرے جس میں احادیث بخاری و مسلم بھی جب تک متواتر نہ ہوں نامقبول ٹھیریں، تو اوّلاً سیر و مغازی و مناقب یہ علوم کے علوم سب گاؤ خوردہ[1] و دریا برد ہو جائیں حالانکہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ان علوم میں صحاح درکنار، ضعاف بھی مقبول۔ سیرت انسان العیون میں ہے:

لا یخفی ان السیر تجمع الصحیح والسقیم والضعیف

یہ بات مخفی نہ رہے کہ سیرت کی کتابیں، صحیح، سقیم

---

[1] گائے نے کھائے اور دریا میں غرق ہوئے۔ م

والبلاغ والمرسل والمنقطع والمعضل دون الموضوع وقد قال الامام احمد وغیرہ من الائمۃ اذا روینا فی الحلال والحرام شددنا واذا روینا فی الفضائل ونحوھا تساھلنا ؛	بلاغ ، مرسل ، منقطع ، معضل پر مشتمل ہوتی ہیں ۔ ان میں موضوعات نہیں ہوتی ہیں ۔ امام احمد وغیرہ ائمہ نے فرمایا کہ جب ہم حلال وحرام کی روایت کرتے ہیں تو سختی کرتے ہیں اور فضائل وغیرہ میں تسامح سے کام لیتے ہیں ۔

اس مبحث کی تفصیل فقیر کی کتاب منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین میں ملاحظہ ہو ۔ یہیں دیکھئے رشائے مذکور امیر المومنین کیا فضائل اعمال سے تھا ۔ وہ بھی باب علم سے ہے جس میں خاتم الحفاظ نے بعض علمار کی بے سند حکایت بھی کافی بتائی ۔ ثانیاً علم رجال بھی مردود ہو جائے کہ وہ بھی علم ہے ۔ نہ عمل ۔ و فضل عمل ، تو غیر قطعیات سب باطل ومہمل ۔ ثالثاً دو تہائی سے زائد بخاری ومسلم کی حدیثیں محض باطل ومردود قرار پائیں ۔ رابعاً عقائد اعمال میں تفرقہ جس پر اجماع ائمہ ہے ، ضائع جائے ، کہ احکام حلال وحرام میں کیا اعتقاد حلت وحرمت نہیں لگا ہوا ہے اور وہ عمل نہیں بلکہ بلکہ علم ہے ، تو کسی شے کے حلال یا حرام سمجھنے کے لئے بخاری ومسلم کی حدیثیں مردود ، اور جب حلال وحرام کچھ نہ جانیں تو اسے کیوں

کریں۔ اس سے کیوں بچیں۔ **خامساً** بلکہ فضائل اعمال میں بھی احادیث صحیحین کا مردود ہونا لازم۔ حالانکہ ان میں ضعیف حدیثیں بھی خود مقبول مانتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس عمل میں یہ خوبی ہے۔ اس پر ثواب، یہ جاننا خود عمل نہیں بلکہ علم ہے اور علم باب عقائد سے ہے اور عقائد میں صحاح ظنیات مردود۔ **سادساً** اگلے صاحب نے تو اتنی مہربانی کی تھی، کہ حدیث صحیح مرفوع متصل السند مقبول رکھی تھی۔ انھوں نے بخاری و مسلم بھی مردود کر دیں۔ جب تک قطعیات نہ ہوں، کچھ نہ سنیں گے۔ ع قدم عشق پیشتر بہتر۔ **سابعاً**۔ ختم الہی کا ثمرہ دیکھئے۔ اسی براہین قاطعہ لما امر اللہ بہ ان یوصل میں فضیلت علم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو باب فضائل سے نکلوا کر اس تنگنائے اعتقادیات میں داخل کرایا، تاکہ صحیحین بخاری و مسلم کی حدیثیں بھی جو وسعت علم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دال ہیں، مردود ٹھہریں، اور ...... وہیں اسی منہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم عظیم کی تنقیص کو ایک محض بے اصل و بے سند حکایت سے سند لائے کہ شیخ عبد الحق روایت کرتے ہیں کہ "مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔" حالانکہ حضرت شیخ قدس سرہٗ نے ہرگز روایت نہ کیا بلکہ اعتراضاً ذکر کر کے صاف فرما دیا تھا کہ:

ایں سخن اصلے ندارد و روایت بداں صحیح نشدہ است۔	یہ بات بے اصل ہے اور اس کی روایت پایۂ صحت تک نہیں

پہنچی ہے۔ م۔

غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے فضائل ماننے کو تو جب تک حدیث قطعی نہ ہو بخاری و مسلم بھی مردود اور معاذ اللہ حضور کی تنقیص فضائل کے لئے بے اصل و بے سند بے سر و پا حکایت مقبول و محمود۔ اور پھر دعوائے ایمان و امانت و دین و دیانت بدستور موجود۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ہ کذالک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار ہ

بالجملۃ یہ مسئلہ نہ باب عقائد سے ہے۔ نہ باب احکام حلال و حرام سے۔ اسے جتنا ماننا چاہیئے اس کے لئے اتنی سندیں کافی ووافی۔ منکر اگر صرف انکار یقین کرے یعنی اس پر جزم و یقین نہیں تو ٹھیک ہے۔ اور عام مسائل سیر و مغازی و اخبار و فضائل ایسے ہی ہوتے ہیں، اس کے باعث وہ مردود نہیں قرار پا سکتے۔ اور اگر دعوائے نفی کرے، یعنی کہنے مجھے معلوم و ثابت ہے کہ روحیں نہیں آتیں، تو پھر وہ جھوٹا اور کذاب ہے بالفرض اگر ان روایات سے قطع نظر بھی، تو غایت یہ کہ عدم ثبوت ہے نہ ثبوت عدم اور بے دلیل عدم ادعائے عدم محض تحکم و ستم۔ آنے کے بارے میں تو اتنی کتب اور علماء کی عبارات ہیں، مگر نفی و انکار کے لئے کون سی روایت ہے۔ کس حدیث میں آیا کہ روحوں کا آنا باطل و غلط ہے تو ادعائے بے دلیل محض باطل و ذلیل۔ یہ کیسی ہٹ دھرمی ہے کہ طرف مقابل پر روایات موجود، صرف بربنائے ضعف مردود، اور اپنی طرف سے

نہ روایت کا نام ونشان اور ادعائے نفی کا بلند نشان۔ روحوں کا اگر باب عقائد سے تعلق ہے تو نفیاً واثباتاً ہر طرح اسی باب سے ہوگا اور دعوائے نفی کے لئے بھی دلیل قطعی درکار ہوگی یا مسئلہ ایک طرف سے باب عقائد میں ہے کہ صحاح بھی مردود اور دوسری طرف سے ضروریات میں ہے کہ اصلاً حاجت دلیل مفقود۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۝

اٰمین ۝ واللّٰہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا بریلوی عفی عنہ

بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم

تمت

رسالہ ۲

برکات الامداد
لاھل الاستمداد

۱۳۱۱ھ

تصنیف، مولانا الشاہ احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خدا کے بندگان خاص سے مدد طلب کرنا؟

تقدیم

انبیائے کرام و اولیائے عظام اللہ سے تقرب خاص رکھنے کی وجہ سے ہماری مدد کرتے ہیں۔ یہ مدد روحانی بھی ہو سکتی ہے اور جسمانی بھی، زندگی میں بھی اور بعد از وفات بھی، بزرگانِ دین کا اپنے متوسلین کو مدد دینا بحکم الٰہی ہوتا ہے وہ اللہ کی اذن کے بغیر کچھ نہیں کرتے ہیں۔ ان کا نہ تو اللہ پر زور چلتا ہے اور نہ زبردستی بلکہ اللہ کا ان پر سراسر فضل اور عین عنایت ہے کہ ان کے طفیل دوسروں کی مرادیں بر آتی ہیں۔ بزرگانِ دین سے مدد طلب کرنا درحقیقت اللہ ہی سے مدد طلب کرنا ہے کیونکہ وہ ،، من دون اللہ ،، نہیں ہیں بلکہ ولی اللہ ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے اس مسئلے کو پوری شرح کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ م۔

برکاتُ الاِمداد لِاَہلِ الاِستمداد

۱۳۱۱ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسئلہ از سہسوان محلہ شہباز پورہ مرسلہ احمد نبی خان
۱۴/ شعبان المعظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آیۃ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کے معنی ایک شخص یوں بیان کرتا ہے کہ استعانت غیرِ حق سے شرک ہے ؎

دیکھ حصر نستعیں اے پاک دیں — استعانت غیر سے لائق نہیں
ذات حق بیشک ہی نعم المستعان — حیف ہے گر غیر حق کا ہو دھیان

اور علماء صوفیائے کرام کا عقیدہ یوں ظاہر کرتا ہے کہ حضرت مصلح الدین سعدی شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی ایمان تھا کہ ؎

نداریم غیر از تو فریاد رس
توئی عاصیاں را خطا بخش و بس

اور حضرت مولانا نظامی گنجوی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی دعا میں عرض کرتے تھے ؎

بزرگا بزرگی دہا بے کسم
توئی یاوری بخش دیاری رسم

اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ کا قصہ دلچسپ و عبرت انگیز بیان کرتا ہے جو تحفۃ العاشقین میں لکھا ہے کہ ایک روز آپ نماز پڑھتے تھے جب نستعین پر پہنچے، بے ہوش ہو کر گر پڑے، جب ہوش آیا فرمایا۔ جب رب العالمین اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ فرمائے اور میں غیر حق سے مدد مانگوں، مجھ سے زیادہ بے ادب کون ہو گا۔ دوسری آیت شریف جناب ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصہ کی کہ اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ ہے بیان کرتا ہے اور بہت سی آیاتِ شریفہ اور احادیث پاک اور قول علماء و صوفیاء بتاتا ہے، لہٰذا مستدعی خدمت عالی ہوں کہ تردید اس کی مرحمت ہو کہ اس شخص سے بیان کروں۔ جواب قرآن کا قرآن سے حدیث کا حدیث سے، اقوال کا اقوال سے ارشاد فرمائیے گا اور معنی لفظی ہوں۔ بیّنوا توجروا۔

راقم نیاز مند احمد نبی خاں از سہسوان

الجواب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَبِہٖ نَسْتَعِیْنُ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی

اَعْظَمِ غَوْثٍ وَّ اَکْرَمِ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ہ

الحمد للہ، آیاتِ کریمہ تو مسلمان کی ایمان ہیں۔ اور حضرت مولانا سعدی و مولانا نظامی قدس سرہما السامی کے جو اشعار نقل کئے وہ بھی حق ہیں مگر یہ شخص حق باتوں سے باطل معنی کا ثبوت چاہتا ہے، جو ہرگز نہ ہوگا۔

آیۂ کریمہ اِنِّیْ وَجَّہْتُ وَجْہِیَ کو تو اس مقام سے کوئی علاقہ ہی نہیں، اس میں توجہ بہ قصد عبادت کا ذکر ہے کہ میں اپنی عبادت سے اسی کا قصد کرتا ہوں جس نے پیدا کئے آسمان و زمین، نہ یہ کہ مطلق توجہ کا جس میں انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے استعانت بھی داخل ہو سکے۔ جلالین شریف میں اس آیتِ کریمہ کی تفسیر فرمائی:

قالوا له ما تعبد قال انی وجهت وجهی قصدت بعبادتی الخ	یعنی کافروں نے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا۔ تم کسے پوجتے ہو؟

فرمایا، میں اپنی عبادت سے اس کا قصد کرتا ہوں جس نے بنائے آسمان و زمین۔

آیت میں اگر مطلق توجہ مراد ہو تو کسی کی طرف منہ کر کے باتیں کرنا شرک ہو، کہ قبلہ بھی غیر خدا ہے۔ خدا نہیں، اور رب العزت جلّ و علا کا ارشاد:

وَحَیْثُمَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ	جہاں کہیں ہو اپنا منہ قبلہ کی طرف کرو۔

معاذ اللہ شرک کا حکم دینا ٹھیرے۔ مگر وہابیہ کو عقل کم ہے۔ آیہ کریمہ
وایاک نستعین و مناجات سعدی و نظامی میں استعانت و فریاد رسی
و یاوری و یاری کا حضرت عزت جل و علا میں حصر ہے۔ نہ مطلق کا۔
اور بلاشبہ حقیقت ان امور بلکہ ہر کمال بلکہ وجود و ہستی کی خاص بجناب
احدیت عز و جل ہے۔

استعانت حقیقیہ یہ کہ اسے قادر بالذات و مالک مستقل و غنی و
بے نیاز جانے، کہ بے عطائے الٰہی وہ خود اپنی ذات سے اس کام کی
قدرت رکھتا ہے۔ اس معنی کا غیر خدا کے ساتھ اعتقاد ہر مسلمان کے
نزدیک شرک ہے۔ نہ ہرگز کوئی مسلمان غیر کے ساتھ اس معنی کا قصد
کرتا ہے بلکہ واسطۂ وصولِ فیض و ذریعہ و وسیلہ قضائے حاجات
جانتے ہیں اور یہ قطعاً حق ہے۔ خود رب العزت تبارک و تعالیٰ نے
قرآنِ عظیم میں حکم فرمایا:

وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ — اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو

بہ ایں معنی استعانت بالغیر ہرگز اس حصر اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ کے
منافی نہیں جس طرح وجود حقیقی کہ خود اپنی ذات سے بے کسی کے پیدا کئے
موجود ہونا خاص بجناب الٰہی تعالیٰ و تقدس ہے پھر اس کے سبب دوسرے
کو موجود کہنا شرک ہو گیا جب تک وہی وجود حقیقی نہ مراد لے۔ حقائق
الاشیاء ثابتۃ پہلا عقیدہ اہل اسلام کا ہے یوں ہی علم حقیقی کہ اپنی
ذات سے بے عطائے غیر ہو، اور تعلیم حقیقی کہ بذاتِ خود بے حاجت

بدیگرے القائے علم کرے، اللہ جلّ جلالہٗ سے خاص ہیں، پھر دوسرے کو عالم کہنا یا اس سے علم طلب کرنا شرک نہیں ہو سکتا، جب تک وہی معنی اصلی مقصود نہ ہوں۔ خود رب العزت تبارک وتعالیٰ قرآنِ عظیم میں اپنے بندوں کو علیم وعلماء فرماتا ہے اور حضور اقدس سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت ارشاد فرماتا ہے یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ یہ نبی انھیں کتاب وحکمت کا علم عطا کرتا ہے۔

یہی حال استعانت وفریاد رسی کا ہے کہ ان کی حقیقت خاص بخدا اور بمعنی وسیلہ وتوسّل وتوسّط غیر کے ثابت اور قطعاً روا بلکہ یہ معنی تو غیر خدا ہی کے لئے خاص ہیں۔ اللہ عزّ وجل وسیلہ وواسطہ بننے سے پاک ہے۔ اس سے اوپر کون ہے کہ یہ اس کی طرف وسیلہ ہوگا، اور اس کے سوا حقیقی حاجت روا کون ہے کہ یہ درمیان واسطہ بنے گا ولہٰذا حدیث شریف میں ہے جب اعرابی نے حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم حضور کو اللہ تعالیٰ کی طرف شفیع بناتے ہیں اور اللہ عزّ وجل کو حضور کے سامنے شفیع لاتے ہیں، تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر سخت گراں گذرا اور دیر تک سبحان اللہ سبحان اللہ فرماتے رہے پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔

ویحك! انه لا یستشفع باللہ علی احد شان اللہ اعظم من ذٰلك۔

ارے نادان! اللہ تعالیٰ کو کسی کے پاس سفارشی نہیں لاتے ہیں۔ اللہ وتبارک تعالیٰ کی شان اس سے

بہت بڑی ہے۔ رواہ ابوداود عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اہل اسلام انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے یہی استعانت کرتے ہیں جو اللہ عزوجل سے کیجئے تو اللہ اور اللہ کا رسول غضب فرمائیں اور اسے اللہ جل وعلا کی شان میں بے ادبی ٹھیرائیں اور حق تو یہ ہے کہ اس استعانت کے معنی اعتقاد کرکے جناب الٰہی جل وعلا سے کرے تو کافر ہو جائے مگر ان حمقاء کی بدعقلی کو کیا کہیئے۔ نہ اللہ تعالیٰ کا ادب۔ نہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خوف۔ نہ ایمان کا پاس۔ خواہی نخواہی اس استعانت کو بھی اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں داخل کرکے جو اللہ تعالیٰ کے حق میں محال قطعی ہے اسے اللہ تعالیٰ سے خاص کئے دیتے ہیں۔ ایک بے وقوف شخص نے کہا تھا ؎

وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے
جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ نے کہا۔ ؎

توسّل کر نہیں سکتے خدا سے
اسے ہم مانگتے ہیں اولیاء سے

یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ خدا سے توسّل کرکے اسے کسی کے یہاں وسیلہ و ذریعہ بنائیے۔ اسی وسیلہ بننے کو ہم اولیائے کرام سے مانگتے ہیں کہ وہ بارگاہِ الٰہی میں ہمارا وسیلہ و ذریعہ و واسطہ قضائے حاجات ہو جائیں۔ اس بیوقوفی

کے سوال کا جواب اللہ عزوجل اس آیۂ کریمہ میں دیا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم یعنی گناہ کر کے تیرے پاس حاضر ہوں، پس اللہ سے معافی چاہیں، اور معافی مانگے ان کے لئے رسول۔ تو بے شک اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں:

کیا اللہ تعالیٰ اپنے آپ نہیں بخش سکتا تھا۔ پھر یہ کیوں فرمایا۔ کہ اے نبی، تیرے پاس حاضر ہوں اور تو اللہ سے ان کی بخشش چاہے تو یہ دولت ونعمت پائیں گے، یہی ہمارا مطلب ہے جو قرآن کریم کی آیت صاف فرما رہی ہے، مگر یہ لوگ تو عقل نہیں رکھتے۔

خدارا انصاف اگر کریمہ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں مطلق استعانت کا ذات الٰہی جلّ وعلا میں حصر مقصود ہو، تو کیا صرف انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی سے استعانت شرک ہوگی، کیا یہی غیر خدا ہیں اور سب اشخاص واشیاء ان لوگوں کے نزدیک خدا ہیں۔ یا آیت میں خاص انھیں کا نام لے دیا ہے کہ ان سے شرک اوروں سے روا ہے۔ نہیں نہیں جب مطلقاً ذات احدیت سے تخصیص اور غیر سے شرک ماننے کی ٹھیری تو کیسی ہی استعانت کسی غیر خدا سے کی جائے ہمیشہ ہر طرح شرک ہی ہوگی کہ انسان ہوں یا جمادات، احیا ہوں یا اموات۔ ذوات ہوں یا صفات

افعال ہوں، یا حالات، غیر خدا ہوتے ہیں۔ اب کیا جواب ہے آیۂ کریمہ کا کہ ربّ جلّ وعلا فرماتا ہے:

واستعینوا بالصّبر والصّلٰوۃ — استعانت کرو صبر و نماز سے۔

کیا صبر خدا ہے جس سے استعانت کا حکم ہوا ہے۔ کیا نماز خدا ہے جس سے استعانت کو ارشاد کیا ہے۔ دوسری آیت میں فرماتا ہے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى — آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو بھلائی اور پرہیزگاری میں

کیوں صاحب اگر غیر خدا سے مدد ملنی مطلقاً محال، تو اس حکمِ الٰہی کا حاصل کیا۔ اور اگر ممکن تو جس سے مدد مل سکتی ہے اس سے مدد مانگنے میں کیا زہر گھل گیا۔

حدیثوں کی گنتی ہی نہیں۔ بکثرت احادیث میں صاف صاف حکم ہے کہ صبح کی عبادت سے استعانت کرو شام کی عبادت سے۔ استعانت کرو کچھ رات رہے کی عبادت سے۔ استعانت کرو علم کے لکھنے سے۔ استعانت کرو سحری کے کھانے سے، استعانت کرو دوپہر کے سونے سے۔ استعانت کرو صدقے سے۔ استعانت کرو عورتوں کی خانہ نشینی میں انھیں ننگا رکھنے میں۔ استعانت کرو حاجت روائیوں میں حاجتیں چھپانے سے استعانت کرو، کیا یہ سب چیزیں کہ ان سے استعانت کا حکم آیا۔ یہ حدیثیں خیال میں نہ ہوں تو مجھ سے سنئے:

البخاری والنسائی عن ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ عن النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم
استعینوا بالغداۃ والروحۃ
وشیء من الدلجۃ ؎

وسلم سے روایت کرتے ہیں،
صبح، شام، اور صبح کے قریب
کی عبادت سے مدد چاہو، م
(بخاری)

الترمذی عن ابن
عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنہم عن النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم
استعن بیمینک علی حفظک

ابن عباس رضؓ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے
ہیں، کہ اپنی یادداشت کی مدد
کرو لکھ کر، م۔ (ترمذی)

ابن ماجۃ والحاکم
والطبرانی فی الکبیر والبیھقی
فی شعب الایمان عنہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
وسلم، استعینوا بطعام
السحر علی صیام النھار
وبالقیلولۃ علی قیام
اللیل ؎

ابن ماجہ، حاکم اور طبرانی
نے الکبیر میں اور بیہقی نے
شعب الایمان میں ابن عباس رضؓ
سے روایت کی کہ سحری سے
دن کے روزے پر مدد حاصل
کرو اور قیلولہ سے رات
کی عبادت پر، م
(ابن ماجہ)

الدّیلمی فی مسند الفردوس عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عن النبیّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، استعینوا علی الرّزق بالصّدقۃ

دیلمی نے مسند فردوس میں عبد اللہ بن عمرؓ سے مرفوعاً روایت کی۔ کہ رزق پر صدقے سے مدد حاصل کرو: م
(دیلمی)

ابن عدی فی الکامل عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبیّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم، استعینوا علی النّساءِ بالعریِ فانّ احدٰیھنّ اذا کثُرتْ ثیابھا واحسنت زینتھا اعجبھا الخروج؛

ابن عدی نے کامل میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، عورتوں کو (یعنی کپڑے کم پہنا کر۔ زیادہ کپڑے نہ پہنا کر) رکھ کر، مدد چاہو (ان کے گھر بیٹھنے پر) کیونکہ جب کسی عورت کے پاس کپڑے زائد ہو جاتے ہیں اور وہ آرائش و زیبائش زائد کرلیتی ہے تو گھر سے باہر نکلنا اس کو پسند آتا ہے۔ م

الطبرانی فی الکبیر والعقیلی وابن عدی

طبرانی نے کبیر میں عقیلی اور ابن عدی اور

والبونعیم فی الحلیة	ابونعیم نے حلیہ میں اور بیہقی
والبیہقی فی الشعب عن	نے شعب میں معاذ بن جبل
معاذ بن جبل والخطیب	سے اور خطیب نے ابن
عن ابن عباس والخلعی	عباس اور خلعی نے اپنے
فی فوائدہ عن امیر	فوائد میں امیر المومنین علی رضی سے
المومنین علی المرتضی	اور خرائطی نے اعتلال القلوب
والخرائطی فی اعتلال القلوب	میں عمر فاروق رضی سے مرفوعاً
عن امیر المومنین عمر	روایت کی کہ مقاصد میں کامیابی
الفاروق رضی اللہ تعالیٰ	انکے چھپانے سے مدد حاصل
عنہم عن النبی صلی اللہ	کرو۔ م
تعالیٰ علیہ وسلم،	
استعینوا علی انجاح	
الحوائج بالکتمان ؛	

مذکورہ بالا دس حدیثیں تو افعال سے استعانت میں ہوئیں، اب بیس حدیثیں اشخاص سے استعانت میں لیجئے تاکہ تیس احادیث کا عدد کامل ہو۔

حدیث ۱۱۔ احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ بسند صحیح، حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا لا نَسْتَعِیْنُ بِمُشرِكٍ — ہم کسی مشرک سے استعانت نہیں کرتے۔

اگر مسلمان سے استعانت بھی ناجائز ہوتی، تو مشرک کی تخصیص کیوں فرمائی جاتی ولہٰذا امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ایک نصرانی غلام وثیق نامی سے کہ دنیاوی طور کا امانت دار تھا، ارشاد فرماتے:

اسلم استعن بک على امانةِ المسلمین۔ — تو مسلمان ہو جا کہ میں مسلمانوں کی امانت پر تجھ سے استعانت کروں۔

وہ نہ مانتا، تو فرماتے:

"ہم کافر سے استعانت نہ کریں گے۔"

حدیث ۱۲۔ امام بخاری تاریخ میں حبیب بن یساف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے:

انا لا نستعین بالمشرکین على المشرکین۔ — ہم مشرکوں سے مشرکوں پر استعانت نہیں کرتے۔

ورواه الامام احمد ایضاً۔

حدیث ۱۳۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن نسائی میں ہے کہ چند قبائل عرب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

سے استعانت کی، حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم نے مدد عطا فرمائی

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتاہ رعل و ذکوان وعصیۃ وبنو لحیان فزعموا انھم قد اسلموا واستمدوہ علی قومھم فامدھم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ الحدیث۔	انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کی خدمت میں رعل، ذکوان، عصیہ اور بنو لحیان آئے اور اسلام کا دعویٰ کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قوم پر مدد چاہی آپ نے ان کی مدد کی۔ م

حدیث ۱۴۔ صحیح مسلم وابوداؤد وابن ماجہ ومعجم کبیر طبرانی میں ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے، کہ حضور پر نور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان (ربیعہ بن کعب اسلمی) سے فرمایا، مانگ کیا مانگتا ہے کہ ہم تجھے عطا فرمائیں۔ عرض کی، میں حضور سے سوال کرتا ہوں، کہ جنت میں حضور کی رفاقت عطا ہو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، بھلا اور کچھ، عرض کی، بس میری مراد تو یہی ہے۔ حضور نے فرمایا، میری اعانت کر اپنے نفس پر کثرت سجود سے ؛

قال کنت ابیت مع رسول	انھوں نے کہا کہ میں رات

الله صلی الله تعالیٰ علیه
وسلم فاتیته بوضوئه
وحاجته. فقال لی سل
ولفظ الطبرانی فقال یومًا
یا ربیعة اسلنی. فاعطیك
رجعنا الی لفظ مسلم.
قال فقلت. اسئالك
مرافقتك فی الجنة. قال
اوغیر ذلك. قلت هوذاك
قال فاعنی علی نفسك
بكثرت السجود ؛

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی گذارتا تھا۔ میں حضور کے وضو اور قضائے حاجت کے لئے پانی لایا، تو آپ نے فرمایا "مانگو" اور طبرانی میں یوں ہے کہ آپ نے ایک دن، فرمایا، اے ربیعہ تم مجھ سے مانگو میں تم کو دوں گا، مسلم میں ہے۔ پھر میں نے عرض کی، میں جنت میں آپ کی صحبت طلب کرتا ہوں، آپ نے فرمایا اور کچھ؟ میں نے عرض کی، بس یہی۔ آپ نے فرمایا، تو تم میری مدد کرو اپنے اوپر کثرت سجود سے = م ۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعنّی فرمایا، کہ میری اعانت کر، اسی کو استعانت کہتے ہیں۔ یہ درکنار، حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مطلق طور پر سَل، فرمانا، کہ مانگ کیا مانگتا ہے، جس سے صاف ظاہر ہے، کہ حضور ہر قسم کی حاجت روا فرما سکتے ہیں دنیا و آخرت کی سب مرادیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اختیار میں ہیں، جبھی تو بلا تقیید و تخصیص فرمایا۔ کہ مانگ۔ کیا

مانگتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرحِ مشکوٰۃ شریف میں اس حدیث شریف کے نیچے فرماتے ہیں:

از اطلاق سوال، کہ فرمود، سل، بخواہ، تخصص نہ کرد بہ مطلوبے خاص، معلوم می شود کہ کار ہمہ بدست ہمت و کرامت اوست، صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم، ہرچہ خواہد، وہر کرا خواہد، باذن پروردگار خود بدہد

فانّ من جودك الدّنیا وضرتها

ومن علومك علم اللوح والقلم

سوال مطلق ہے، سَل، مانگ، کسی مطلوب کی تخصیص نہیں، تاکہ معلوم ہو جائے کہ سب کام حضور ہی کی ہمت و کرامت میں ہے، جو کچھ آپ چاہیں جس کو چاہیں بہ اذن الٰہی عطا فرمادیں ۔ م ۔

شعر: کیونکہ دنیا اور آخرت آپ کی سخاوت سے ہیں اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم میں ایک ہے۔

۔ م ۔

علامہ علی قاری علیہ رحمتہ الباری مرقاۃ میں فرماتے ہیں:

یؤخذ من اطلاقہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ

یعنی حضور اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے جو مانگنے کا

وسلّم الامر بالسّوال انّ اللہ تعالیٰ مکّنہٗ من اعطاءِ کُلّ ما ارادمن خزائن الحقِ ۔ حکم مطلق دیا۔ اس سے مستفاد ہوتا ہے، کہ اللہ عزوجل نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قدرت بخشی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے جو کچھ چاہیں عطا فرمائیں۔

پھر لکھا:

وذکر ابن سبع فی خصائصہٖ وغیرہ انّ اللہ تعالیٰ اقطعہٗ ارض الجنّۃِ یعطی منہا ما شآءَ لمن یشآءُ ۔ یعنی امام ابن سبع وغیرہ علماء نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے خصائص کریمہ میں ذکر کیا ہے کہ جنت کی اللہ عزوجل نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جاگیر کر دی ہے کہ اس میں سے جو چاہیں جسے چاہیں بخش دیں۔

امام اجلّ سیّدی ابن حجر مکّی قدس سرہ الملکی، جوہر منظم میں فرماتے ہیں:۔

انّہٗ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم خلیفۃ اللہ الّذی جعل خزائن کرمہٖ وموائد نعمہٖ طوع یدیہ بے شک نبی صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اللہ عزّوجلّ کے خلیفہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم کے خزانے اور اپنی نعمتوں کے

وتحت ارادتہ لیعطی منہا من یشآءُ ویمنع من یشاءُ | خوان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست قدرت کے

فرمانبردار اور حضور پرنور کے زیر حکم ارادہ و اختیار کر دیئے ہیں کہ جسے چاہیں عطا فرماتے ہیں اور جسے چاہیں نہیں دیتے۔

اس مضمون کی تصریحیں کلمات ائمہ و علماء و اولیاء و عرفاء میں حد تواتر پر ہیں، جو ان کے انوار سے دیدۂ ایمان منور کرنا چاہیں فقیر کا رسالہ سلطنت المصطفیٰ فی ملکوت کلّ الورٰی مطالعہ کریں۔

حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود حضور اقدس سے جنت مانگی کہ:

اَسْئَالُكَ مُرَافَقَتَكَ فِی الْجَنَّۃِ | یارسول اللہ، میں حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں

رفاقت والا سے مشرف ہو جاؤں۔

ابھی فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے بجواب سوال دہلی ایک نفیس رسالہ اکمال الطامۃ علیٰ شرک سوّی بالامور العامۃ تالیف کیا اور بتوفیقہ تعالیٰ اس میں تین سو ساٹھ آیتوں، حدیثوں سے ثبوت دیا کہ بقول مخالفین حضرات انبیاء و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام سے لے کر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک اور خود رب العزت جلّ جلالہ تک معاذ اللہ کوئی شرک

سے محفوظ نہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیّ العظیم ہ ۔

اشراک بمذہبے کہ تاحق برسد
مذہب معلوم واہل مذہب معلوم

حدیث ۱۵ تا ۲۸ - چودہ حدیثوں میں ہے، کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اُطْلُبُوا الْخَيْرَ عِنْدَ حِسَانِ الْوُجُوْهِ ؎	خیر طلب کرو نیک رویوں کے پاس۔
وفی لفظ۔ اطلبوا الخیر والحوائج من حسان الوجوہ	نیکی اور حاجتیں خوبصورتوں سے مانگو۔
وفی لفظ، اطلبوا الحاجات عند حسان الوجوہ ؎	حاجتیں خوش جمالوں کے پاس طلب کرو
وفی لفظ اِذا ابتغیتم المعروف فاطلبوہ عند حسان الوجوہ ؎	جب نیکی چاہو تو خوبرویوں کے پاس طلب کرو۔
وفی لفظ اذا طلبتم الحاجات فاطلبوھا عند حسان الوجوہ ؎	جب حاجتیں طلب کرو، تو خوش چہروں کے پاس طلب کرو۔

وفی لفظ بزیادة
فان قضی حاجتك قضاها
بوجه طلق وان ردك
ردك بوجه طلق۔
اخرجه الامام
البخاری فی التاریخ و
ابوبکر بن ابی الدنیا فی
قضاء الحوائج وابویعلی
فی مسنده والطبرانی
فی الکبیر والعقیلی وابن
عدی والبیهقی فی شعب
الایمان وابن عساکر
عن [15] ام المومنین الصدیقة
وعبد بن حمید فی مسنده
وابن حبان فی الضعفاء
وابن عدی فی الکامل
والسلفی فی الطوریات
عن [16] عبد الله بن عمر
الفاروق وابن عساکر

کہ خوش جمال آدمی اگر تیری حاجت
روا کرے گا تو بکشادہ روئی
اور اگر تجھے پھیرے گا۔ تو
بہ کشادہ پیشانی۔
اسے امام بخاری نے تاریخ
میں، ابوبکر بن ابی الدنیا نے
قضاء حوائج میں، ابویعلی نے
مسند میں، طبرانی نے کبیر
میں عقیلی، ابن عدی اور بیہقی
نے شعب الایمان میں، اور
ابن عساکر نے ام المومنین صدیقہ
سے اور عبد بن حمید نے اپنی
مسند میں، ابن حبان نے
ضعفاء میں اور ابن عدی نے
کامل میں، اور سلفی نے طوریات
میں عبد اللہ بن عمر فاروق سے
اور ابن عساکر وخطیب نے
اپنی تاریخوں میں انس بن مالک
سے بلفظ "التمسوا" اور

وکذا الخطیب فی تاریخھما
عن انس بن مالک
بلفظ التمسوا والطبرانی
فی الاوسط والعقیلی
والخرائطی فی اعتلال
القلوب وتمام فی فوائدہ
وابوسھل عبد الصمد
بن عبد الرحمن لبزار فی
جزئہ وصاحب المھروانیات
عن جابر بن عبد اللہ
والدارقطنی فی الافراد
بلفظ ابتغوا والعقیلی
وابن ابی الدنیا فی قضاء
الحوائج والطبرانی فی الاوسط
وتمام والخطیب فی رواۃ
مالک عن ابی ھریرۃ
وابن النجار فی تاریخہ
عن امیر المومنین علی
المرتضی والطبرانی فی الکبیر

طبرانی نے اوسط میں عقیلی اور
خرائطی نے اعتلال القلوب میں
اور تمام نے اپنے فوائد میں
اور ابوسہل عبدالصمد بن
عبدالرحمن بزار نے اپنے جزء
میں اور صاحب مہروانیات
نے جابر بن عبداللہ سے اور
دارقطنی نے افراز میں بلفظ
"ابتغوا" اور عقیلی اور ابن
ابی الدنیا نے قضاء حوائج میں
اور طبرانی نے اوسط میں،
تمام اور خطیب نے مالک
کے راویوں میں ابوہریرہ سے
اور ابن نجار نے اپنی تاریخ،
میں امیر المومنین علیؓ سے اور
طبرانی نے کبیر میں یزید بن
حصیفہ عن ابیہ عن جدہ ابی
حصیفہ، بلفظ "التمسوا" اور
تمام نے فوائد میں ابوبکرۃ سے

عن[21] یزید بن خصیفہ
عن ابیہ عن جدۃ الی
خصیفۃ بلفظ التمسوا وتمام
فی الفوائد عن[22] ابی بکرۃ
والخطیب وتمام بلفظہ
التمسوا والبیہقی فی الشعب
والطبرانی فی الکبیر عن[23]
عبد اللہ بن عباس ھذا
الاخیر منھم خاصۃ عن
ابن عباس باللفظ الثانی
وابن عدی عن ام المومنین
باللفظ الثالث واخرجہ
ابن عدی فی الکامل
والبیہقی فی الشعب عن[24]
عبد اللہ بن جراد باللفظ
الرابع واحمد بن منیع فی
مسندہ عن الحجاج بن
یزید عن ابیہ یزید
القسملی باللفظ الخامس

اور خطیب وتمام نے بلفظ
"التمسوا"، اور بیہقی نے
شعب میں اور طبرانی نے
کبیر میں عبداللہ بن عباس
سے، ان میں سے اخیر نے
خاص طور پر ابن عباس سے
دوسرے لفظ سے روایت
کی، اور ابن عدی نے ام المومنین
سے تیسرے لفظ سے اور اسے
ابن عدی نے کامل میں اور بیہقی
نے شعب میں عبداللہ بن جراد
سے چوتھے لفظ سے اور احمد
بن منیع نے اپنی مسند میں
حجاج بن زید سے اپنے باپ
یزید قاسمی سے پانچویں لفظ سے
رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، یہ
سب مسند حدیثیں ہیں، اور
ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنی
مصنف میں ابن مصعب

رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین — انصاری سے اور عطاء سے
ھٰذہٖ کلھا مسندات و — اور زہری سے ، یہ مرسل ہیں
ابوبکر بن ابی شیبۃ — م ۔
فی مصنفہ عن[٢٦] ابن مصعب
الانصاری وعن[٢٧] عطاء
وعن[٢٨] الزھری مرسلات ۔

امام محقق جلال الملۃ والدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

الحدیث فی نقدی حسن صحیح ۔ — یہ حدیث میری پرکھ میں حسن صحیح ہے ۔

قلت وقولہ ھذا لا شک حسن صحیح فقد بلغ حد التواتر علیٰ رأیی ۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ یا حضرت حسّان بن ثابت انصاری

قارئین نے ان حوالہ جات سے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی علمی بصیرت اور محدّثانہ تبحّر کا ضرور اندازہ کیا ہوگا ، کیا آپ نے کسی کتاب میں اتنے مفصّل حوالہ جات ملاحظہ کئے ہیں ؟

- مرتّب -

رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں : ؎

قد سمعنا نبیّنا قال قولاً
ھو من یطلب الحوائج راحۃ
اغتدوا واطلبوا الحوائج
ممن زین اللہ وجھہ بصباحۃ

یعنی بے شک ہم نے اپنے نبی صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک بات فرماتے سنا، کہ وہ حاجت مانگنے والوں کی آسائش ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ صبح کرو، اور حاجتیں اس سے مانگو جس کا چہرہ اللہ تعالیٰ نے گورے رنگ سے آراستہ کیا ہے۔

رواہ العسکری ۔

حدیث ۲۹ ۔ کہ حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہٖ، فرماتے ہیں :

اطلبوا الفضل عند الرحماء من امّتی تعیشوا فی اکنافھم فانّ فیھم رحمتی ۔	فضل میرے رحم دل امتیوں کے پاس طلب کرو، ان کے سائے میں چین کرو گے کہ ان میں میری رحمت ہے۔
وفی لفظ اُطلبوا الحوائج الی ذوی الرّحمۃ من امّتی	اپنی حاجتیں میرے رحم دل امتیوں سے مانگو، رزق پاؤگے

ترزقوا وتنجحوا ؛

وفی لفظ قال صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول اللہ عزّ وجلّ اطلبوا الفضل من الرّحماءِ من عبادی تعیشوا فی اکنافھم فَاِنّی جَعَلْتُ فِیْھِمْ رَحْمَتِیْ ؛

رواہ باللفظ الاوّل ابن حبان والخرائطی فی مکارم الاخلاق والقضائی فی مسند الشھاب والحاکم فی التاریخ وابوالحسن الموصلی وبالثانی العقیلی والطبرانی فی الاوسط وبالثالث العقیلی کلّھم عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ؛

مرادیں پاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فضل میرے رحم دل بندوں سے مانگو۔ ان کے دامن میں عیش کرو گے کہ میں نے اپنی رحمت ان میں رکھی ہے۔

اسے پہلے لفظ سے ابن حبان اور خرائطی نے مکارم اخلاق میں اور قضائی نے مسند شہاب میں اور حاکم نے تاریخ میں اور ابوالحسن موصلی نے اور دوسرے لفظ سے عقیلی اور طبرانی نے اوسط میں اور تیسرے لفظ سے عقیلی نے سب نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ م۔

حدیث ۳۰، کہ حضور والا ارشاد فرماتے ہیں، صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم :

اطلبوا المعروف من رحماءِ امّتی تعیشوا فی اکنافھم — میرے نرم دل امّتیوں سے نیکی و احسان مانگو۔ ان کے ظلِّ عنایت میں آرام کروگے۔ اخرجہ الحاکم فی المستدرک عن علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجھہ الاسنیٰ۔

انصاف کی آنکھیں کہاں ہیں، ذرا ایمان کی نگاہ سے دیکھیں یہ سولہ بلکہ سترہ حدیثیں کیسا صاف صاف واشگاف فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نیک امّتیوں سے استعانت کرنے ان سے حاجتیں مانگنے، ان سے خیر و احسان طلب کرنے کا حکم دیا کہ وہ تمھاری حاجتیں بکشادہ پیشانی روا کریں گے، ان سے رزق مانگو، تو رزق پاؤگے، مرادیں پاؤگے، ان کے دامنِ حمایت میں چین کروگے، ان کے سایۂ عنایت میں عیش اٹھاؤگے۔ یارب۔ مگر استعانت اور کس چیز کا نام ہے؟ اس سے بڑھ کر اور کیا صورتِ استعانت ہوگی؟ پھر حضراتِ اولیاء سے زیادہ کون سا امتی نیک و رحم دل ہوگا کہ ان سے استعانت حسن ٹھہر کر اس سے حاجتیں مانگنے کا حکم دیا جائے گا۔

الحمد للہ! حق کا آفتاب بے پردہ و حجاب روشن ہوا۔ جس کی طرف مہربان خدا تعالیٰ کا مہربان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے امّتیوں کو بلا رہا ہے۔ ع

گر بر تو حرام است حرامت بادا

والحمد للہ رب العٰلمین، تیس ۳۰ حدیث کا وعدہ بحمد اللہ پورا ہوا

آخر میں تین حدیثیں اور سنے جائیے کہ عدد وتر اللہ عزّ وجلّ کو محبوب ہے۔

حدیث ۳۱ - کہ فرماتے ہیں حضور پر نور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم:

اذا ضلّ احدکم	جب تم میں کسی کی کوئی چیز گم
شیئًا او اراد عونًا وھو	ہو جائے اور مدد چاہے
بارضٍ لیس بھا انیسٌ	اور ایسی جگہ ہو، جہاں کوئی ہمدم
فلیقل یاعباد اللّٰہ !	نہیں تو اسے چاہیئے یوں پکارے
اعینونی ۔ یاعباد اللّٰہ	اے اللہ کے بندو! میری مدد
اعینونی ۔ یاعباد اللّٰہ	کرو۔ اے اللہ کے بندو میری
اعینونی ۔ فان للّٰہ عبادًا	مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو!
لا یراھم ؕ	میری مدد کرو۔ کہ اللہ تعالیٰ کے

کچھ بندے ہیں جنھیں یہ نہیں دیکھتا، وہ اس کی مدد کریں گے۔ والحمد للّٰہ ۔ رواہ الطبرانی عن عتبہ بن غزوان رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ؕ

حدیث ۳۲ - کہ جنگل میں حضور اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم . جب جنگل میں جانور چھوٹ جائے تو یوں ندا کرے :

فَلْیُنادِ یاعباد اللّٰہ! احبسوا — ارے اللہ کے بندو! روک دو

عباد اللہ اسے روک دیں گے ۔ رواہ ابن السنی عن عبد اللّٰہ

بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ؛

حدیث ۲۳۔ کہ فرماتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، یوں ندا کرے :

اَعِینُوا یا عباد اللّٰہ! مدد کرو! اے اللہ کے بندو!

رواہ ابن ابی شیبۃ والبزار عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ؛

یہ حدیثیں کہ تین صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے روایت فرمائیں، قدیم سے اکابر علمائے دین رحمہم اللہ تعالیٰ کی مقبول ومجرب ہیں، اس مطلب جلیل کی قدرے تفصیل اور ان حدیثوں کی شوکت قاہرہ ملاحظہ کرنا ہو تو فقیر کا رسالہ انہار الانوار من یم الصلوۃ الاسرار (۱۳۰۵ھ) ملاحظہ ہو اور اس سے زائد حدیث اجل و اعظم یا محمد! انی توجہت بک الی ربی الخ کے حضور ہے کہ، وہ حدیث صحیح وجلیل ومشہور منجملہ اعظم واکبر احادیثِ استعانت ہے جس سے ہمیشہ ائمۂ دین مسئلہ استعانت میں استدلال فرماتے رہے اس کی تفصیل بھی فقیر کے مذکورہ بالا اسی رسالے میں مسطور ہے کہ یہاں بخوف تطویل ذکر نہ کی۔

اقوالِ علماء

صدہا قول علمائے اہل سنت و ائمۂ ملت کے نہ صرف ایک بار بلکہ بارہا نہ صرف ایک آدھ رسالے بلکہ تصانیف کثیرہ اہل سنت میں ان حضرات مخالفین کے سامنے پیش ہو چکے۔ دیکھ چکے، سن چکے جانچ چکے جن کے جواب سے آج تک عاجز ہیں اور بحولہٖ تعالیٰ قیامت تک عاجز رہیں گے۔

شفاء[1] السقام امام علامہ مجتہد فہامہ سیدی تقی الملۃ والدین علی بن عبدالکافی وکتاب[2] الاذکار امام اجل اکمل سیدی ابوزکریا نووی۔ و احیاء[3] العلوم وغیرہا تصانیف عظیمہ امام الانام حجۃ الاسلام قطب الوجود محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ و روض[4] الریاحین وخلاصۃ[5] المفاخر ونشر[6] المحاسن وغیرہا تصانیف جلیلہ امام اجل اکرم عارف باللہ فقیہ محقق عبداللہ بن اسعد یافعی رحمۃ اللہ علیہ وحصن[7] حصین امام شمس الدین ابوالخیر ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ ومدخل[8] امام ابن الحاج محمد عبدری مکی رحمۃ اللہ علیہ ومواہب[9] لدنیہ ومنح محمدیہ امام احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ وافضل[10] القری لقراء ام القری وجوہر[11] منظم وعقود[12] الجمان وغیرہ تصانیف امام عارف باللہ سیدی ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ومیزان[13] امام اجل عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ وحرز[14] ثمین ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ومجمع[15] بحار الانوار علامہ طاہر فتنی رحمۃ اللہ علیہ ولمعات[16] التنقیح واشعۃ[17] اللمعات وجذب[18] القلوب ومجمع[19] البرکات ومدارج النبوۃ وغیرہا تالیف شیخ الشیوخ علماء الہند مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وفتاوی[21] خیریہ علامہ خیر الملت والدین رملی رحمۃ اللہ علیہ

و[۲۲] مراقی الفلاح علامہ حسن وفائی شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ و[۲۳] مطالع المسرات علامہ فاسی رحمۃ اللہ علیہ و شرح مواہب[۲۴] علامہ محمد زرقانی رحمۃ اللہ علیہ و نسیم[۲۵] الریاض علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہا تصانیف کثیرہ علمائے کرام و سادات اسلام جن کی تحقیق و تنقیح و اثبات و تصریح استمداد و اعانت سے زمین و آسمان گونج رہے ہیں، اگر مطالعہ کرنے کی لیاقت نہ تھی تو کیا تصحیح[۱] المسائل و سیف[۲] الجبار و بوارق[۳] محمدیہ وغیرہا تصانیف نفیسہ عماد السنتہ معین الحق حضرت مولانا فضل رسول قدس سرہ المقبول بھی نہ دیکھیں، یہ تو عام فہم زبان اردو و فارسی میں خاص تمہارے ہی مذہب کے رد میں تصنیف ہوئیں اور بحمد اللہ بارہا مطبوع ہو کر راحت قلوب صادقین و غیظ صدور مارقین ہوائیں، علی الخصوص کتاب جلیل فیوض[۴] ارواح قدس، جس میں خاندان عزیزی کے صدہا اقوال صریحہ ہیں۔

تصانیف فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ سے کتاب (۵) حیات الموات فی بیان سماع الاموات (۱۳۰۵ھ) و رسالہ[۶] انہار الانوار من یم صلوٰۃ الاسرار (۱۳۰۵ھ) و رسالہ[۷] انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللہ (۱۳۰۴ھ) و رسالہ[۸] الاہلال لفیض الاولیاء بعد الوصال (۱۳۰۳ھ) و کتاب[۹] الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء (۱۳۱۱ھ) خصوصاً کتاب[۱۰] مستطاب سلطنتہ المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ (۱۲۹۷ھ) وغیرہ میں جابجا بہ کثرت ارشادات و اقوال ائمہ و علماء و اولیائے کرام مذکور۔ یہاں ان کے ذکر

سے اطالت کی حاجت نہیں اور خود اسی تحریر میں جو اقوال حضرت شیخ محقق و مولانا علی قاری و امام ابن حجر مکی رحمہم اللہ تعالیٰ زیر حدیث ۱۴ مذکور ہوئے دربارۂ استعانت صوفیائے کرام کے اقوال، افعال احوال اعمال سے دفتر بھرے ہیں۔ دریا بہہ رہے ہیں، اس دیدے کی صفائی کا کیا کہنا، ذرا آنکھوں پر ایمان کی عینک لگا کر حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کا ترجمۂ مشکوٰۃ شریف ملاحظہ ہو کہ اس مسئلے میں حضرات اولیائے کرام قدست اسرارہم سے کیا ذکر کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

آں چہ مروی و محکی است از مشائخ اہل کشف در استمداد از ارواح کمل و استفادہ ازاں خارج از حصر است۔ و مذکور است در کتب و رسائل ایشاں و مشہور است میان ایشاں حاجت نیست کہ آں را ذکر کنیم و شاید کہ منکر متعصب سود نہ کند او را کلمات ایشاں عافانا اللّٰہ من ذٰلك۔

کاملین کی ارواح سے استمداد و استفادہ کے بارے میں مشائخ اہل کشف سے جو کچھ مروی ہے، وہ حصر سے خارج ہے اور جو کچھ ان کے رسائل و کتب میں مذکور ہے اور ان کے درمیان مشہور ہے اس کے ذکر کی حاجت نہیں، پھر شاید کہ متعصب اور منکر کو

اس سے فائدہ بھی نہ ہو، اور ہمیں تعصب سے محفوظ رکھے۔ م۔

اللہ اکبر! ان منکرانِ بے دولت کی بے نصیبی یہاں تک پہنچی کہ اکابر علماء و عرفاء کو کلمات حضراتِ اولیائے کرام سے انھیں نفع پہنچنے کی امید نہ رہی، اور فی الواقعہ ایسا ہی ہے، یوں نہ مانئے تو آزما لیجئے، ان ہزار در ہزار ارشادات بے شمار سے امتحاناً صرف ایک کلام پاک فرزند دلبند صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کروں جو بہ تصریح اعاظم اولیاء سیّد الاولیاء و امام الاصفیاء و قطب الاقطاب و تاج الافراد و مرجع الابدال و مقرع الافراد اور بہ اعتراف اکابر علماء امام شریعت و سردار امت و محی دین وملت و نظام طریقت و بحر حقیقت و معین ہدایت و دریائے کرامت ہے وہ کون؟ ہاں وہ سیّد الاسیاد، واہب المراد، سیّدنا و مولانا و ملاذنا و ماؤنا و غوثنا و غیثنا حضرت قطب عالم و غوث اعظم سید ابو محمد عبد القادر حسنی حسینی جیلانی صلی اللہ تعالیٰ علی جدہ الاکرام وعلیہ وعلیٰ آلہ وبارک وسلم اور وہ کلام پاک نہ ایسا کہ کسی ایسے ویسے رسالے یا زبانوں پر مشہور ہو، بلکہ اکابر و اجلہ ائمہ کرام و علمائے عظام مثل امام اجل عارف باللہ سید القراء ثقہ ثبت حجت فقیہ محدث راویۃ الحضرت العلیۃ القادریہ سیدنا امام ابو الحسن نور الدین علی بن جریر لخمی شطنوفی پھر امام اکرم شیخ الفقہاء فرد العرفاء عالم ربانی حامل لوائے

حکمت یمانی سیدنا امام عبداللہ بن اسعد یافعی شافعی مکی پھر فاضل اجل فقیہہ اکمل، محدث اجل شیخ الحرم المحترم مولانا علی قاری حنفی ہروی مکی وبقیۃ السلف جلیل الشرف صاحب کرامات عالی وبرکات معالی مولانا محمد ابوالمعالی مسلمی معالی پھر شیخ شیوخ علماء الہند محقق فقیہ عارف نبیہ مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم کبرائے ملت وعظمائے امت قدس اللہ تعالیٰ باسرارھم وافاض علینا من برکاتھم وانوارھم نے اپنی تصانیف جلیلہ جمیلہ معتمدہ مستندہ مثل بہجۃ الاسرار شریف وخلاصۃ المفاخر ونزہتہ الخاطر الفاتر وتحفہ قادریہ واخبار الاخیار وزبدۃ الآثار وغیرہا میں ذکر وروایت فرمایا، کہ حضور پرنور جگر پارۂ شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ فعلیہ وبارک وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

من استغاث بی فی کربۃٍ کشفت عنہ ومن نادٰنی باسمی فی شدّۃٍ فرجت عنہ۔ ومن توسّل بی الی اللہ فی حاجۃ قضیت حاجتہٗ۔ ومن صلّٰی رکعتین یقرءُ فی کلِّ رکعۃٍ بعد الفاتحۃ سورۃ الاخلاص احدیٰ عشرۃ مرّۃً ثمّ	جو کسی مصیبت میں مجھ سے فریاد کرے وہ مصیبت دور ہو اور جو کسی سختی میں میرا نام لے کر ندا کرے وہ سختی دفع ہو۔ اور جو اللہ عزّ وجلّ کی طرف کسی حاجت میں مجھے وسیلہ کرے وہ حاجت پوری ہو اور جو دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں بعد فاتحہ گیارہ بار سورۂ اخلاص

يصلّی ويسلّم علی رسول
اللّٰه صلّی اللّٰه تعالیٰ عليه
وسلّم بعد السّلام
من التشهّد احدیٰ عشرة
مرّةً ويذكره ثم يخطوا
الی جهة العراق احدیٰ
عشرة خطوةً ويذكر اسمی
ويذكر حاجته فانّها
تقضیٰ باذن اللّٰه تعالیٰ ؕ
سے وہ حاجت روا ہو ؕ

يقول العبد صدقت
ياسيّدی يامولائی رضی
اللّٰه تعالیٰ عنك وعن
كلّ من كان لك ومنك
الحمد للّٰه الّذی جعلك
وارث ابيك المرسل
رحمةً ومولی النّعمة.
وصلی اللّٰه تعالیٰ علی
ابيك وعليك وعلی

پڑھے، پھر سلام پھیر کر رسول
اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم
پر گیارہ بار درود وسلام بھیجے
اور حضور اقدس صلّی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہٖ وسلم کو یاد کرے پھر
بغداد شریف کی طرف گیارہ قدم
چلے اور میرا نام لے اور اپنی
حاجت ذکر کرے تو بیشک
اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم
سے وہ پوری ہوگی۔

بندہ (یعنی احمد رضا خاں) کہتا
ہے، اے میرے سردار اور آقا!
آپ نے سچ فرمایا اللہ آپ سے راضی
ہو اور ہر اس شخص سے جو
آپ کے لئے ہو اور آپ سے
ہو، تمام تعریفیں اس خدا کو
سزاوار ہیں جس نے آپ کو
آپ کے باپ رحمت عالم
وآقائے نعمت کا وارث

کل من انتمی الیک و بارک وسلم وشرف وکرم۔ امین امین یا ارحم الراحمین ۰ والحمد للہ رب العالمین ۰

بنایا۔ اللہ رحمتیں نازل فرمائے آپ کے باپ پر اور آپ پر اور ہر اس شخص پر جو آپ کی طرف منسوب ہوا اور برکتیں، شرافتیں اور کرامتیں نازل فرمائے۔ آمین آمین، یا ارحم الراحمین والحمد للہ رب العالمین ۔ م ۔

حضرت ابوالمعالی قدس سرہٗ العالی کی روایت میں الفاظ کریمہ کشفتُ۔ فرّجتُ۔ قضیتُ بصیغۂ متکلم معلوم ہیں۔ وہ ان کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں:

" عمر بزاز قدس سرہٗ میگوید، من شنیدہ ام از حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ دور گردانم آں کربت استغاثہ کند کشفتُ عنہ۔ دور گردانم آں کربت را ازو۔ وہرکہ در شدّتے بنامِ من ندا کند فرّجتُ عنہ خلاص بخشم اورا ازاں شدّت۔ وہرکہ در حاجتے توسّل بمن کند در حضرت جلّ وعُلا قضیت لہٗ حاجت اورا برآرم؟

علامہ علی قاری بعد ذکر روایت فرماتے ہیں:

وقد جرّب ذٰلک مِرارًا فصحّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۰

بیشک یہ بارہا تجربہ کیا گیا ٹھیک اترا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا شیخ پر ہو۔

فقیر غفرلہ نے اس نماز مبارک کی ترکیب وبعض نکات و لطائف غریب میں ایک مختصر رسالہ مسمّٰی بہ ازہار الانوار من صبا صلوٰۃ الاسرار (۱۳۰۵ھ) اور اس کے ہر ہر فعل کے ثبوت کو کافی، ہر ہر جز کے احادیث کثیرہ و اقوال ائمہ وحکم شرعیہ سے اثبات وافی میں ایک مفصّل رسالہ نفیسہ مشتمل بر فوائد جلیلہ مسمّٰی بہ انہار الانوار من یمّ صلوٰۃ الاسرار (۱۳۰۵ھ) تصنیف کیا، جس کی خداداد شوکت قاہرہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ وللہ الحمد۔ ایمان سے کہنا یہ وہی اولیاء ہیں، جن پر تم یہ جیتا بہتان اٹھاتے ہو، مگر وہ تو حضرات اولیاء تمہیں منکر متعصب فرما ہی چکے، تم پر ارشادات اولیاء کا کیا اثر ہو۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ عنان قلم ردکتے ردکتے، سخن طویل ہوا جاتا ہے، چند فوائد ضروریہ لکھ کر ختم کیا چاہئے۔

فائدہ ضروریہ:

حضرت امام سفیان ثوری قدس اللہ سرہ النوری کی نقل قول میں مخالف نے ستم کارسازی کو کام فرمایا ہے۔ اصل حکایت شاہ عبدالعزیز صاحب کی فتح العزیز سے سنیئے۔ لکھتے ہیں:

"شیخ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ در نماز شام امامت میکرد۔ چوں اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ گفت، بے ہوش افتاد، چوں بخود آمد، گفتند

اے شیخ تراچہ شدہ بود؟ گفت . چوں اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ گفتم ، ترسیدم ، کہ مرا بگویند ، کہ اے دروغ گو چرا از طبیب داروی خواہی ، واز امیر روزی واز بادشاہ یاری می جوئی ؟ ولہٰذا بعضے از علماء گفتہ اند کہ مرد را باید کہ شرم کند از انکہ ہر روز و شب پنج نوبت در مواجہۂ پروردگار خود استادہ دروغ گفتہ باشد لیکن دریں جا باید فہمید ، کہ استعانت از غیر بوجہے کہ اعتماد برآں غیر باشد واو را مظہر عونِ الٰہی نداند حرام است ، واگر التفات محض بجانب حق است واو را یکے از مظاہر عون دانستہ ونظر بہ کارخانۂ اسباب وحکمت او تعالیٰ در آں نمودہ بغیر استعانت ظاہری نماید ، دور از عرفان نخواہد بود . ودر شرع نیز جائز درواست . وانبیاء واولیاء ایں نوع استعانت بغیر کردہ اند ودر حقیقت ایں نوع استعانت بغیر نیست ، بلکہ استعانت بحضرت حق است ، لاغیرہ

سفیان ثوریؒ نے شام کی نماز میں امامت فرمائی ، جب اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ پر پہنچے ، بے ہوش ہو کر گر پڑے ، جب ہوش میں آئے تو لوگوں نے دریافت کیا اے شیخ آپ کو کیا ہو گیا تھا ؟ فرمایا ، جب اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کہا تو خوف ہوا کہ مجھ سے یہ نہ کہا جائے ۔ " اے جھوٹے "

پھر طبیب سے دوا کیوں لیتا ہے، امیر سے روزی اور بادشاہ سے مدد کیوں مانگتا ہے؟ اس لئے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ انسان کو خدا سے شرم کرنی چاہیئے کہ پانچ وقت اس کے حضور کھڑا ہو کر جھوٹ بولتا ہے مگر یہاں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ غیر اللہ سے اس طرح مدد مانگنا کہ اسی پر اعتماد ہو اور اس کو اللہ کی مدد کا مظہر نہ جانا جائے حرام ہے اور اگر توجہ حضرت حق ہی کی طرف ہے اور اس کو اللہ کی مدد کا مظہر جانتا ہے، اور اللہ کی حکمت اور کارخانہ اسباب پر نظر کرتے ہوئے ظاہری طور پر غیر سے مدد چاہتا ہے تو یہ عرفان سے دور نہیں اور شریعت میں بھی جائز اور روا ہے اور انبیاء اور اولیاء نے ایسی استعانت کی ہے، اور در حقیقت یہ استعانت غیر سے نہیں ہے، بلکہ یہ حضرت حق سے ہی استعانت ہے۔ م۔

مخالف صاحب نے دیکھا کہ حکایت اگر صحیح طور پر نقل کریں تو ساری قلعی کھل جاتی ہے، طبیبوں سے دوا چاہنی، امیروں سے نوکری مانگنی بادشاہو سے مقدمات وغیرہا میں رجوع کرنا سب شرک ہوا جاتا ہے جس میں خود بھی مبتلا ہیں، لہٰذا از طبیب دوا وغیرہ الفاظ کی جگہ یوں بتایا "کہ غیر حق سے مدد مانگوں، مجھ سے زیادہ بے ادب کون ہوگا" تاکہ جاہلوں کے بہکانے کو اسے بہ زور زبان حضرات انبیاء و اولیاء علیہم السلام والثناء سے استعانت

پڑجائیں اور آپ حکیم جی سے دوا کرانے، نواب، راجہ کی نوکریاں کرنے، منصف ڈپٹی کے یہاں نالشیں لڑانے کو الگ بچ جائیں۔ سبحان اللہ! کہاں وہ تبتل تام و اسقاط تدبیر و اسباب کا مقام جس کی طرف امام رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس قول میں ارشاد فرمایا۔ جس کے اہل مریض ہوں، تو دوا نہ کریں۔ بیماری کو کسی سبب کی طرف نسبت نہ فرمائیں۔ عین معرکہ جہاد میں کوڑا ہاتھ سے گر پڑے تو دوسرے سے نہ کہیں، آپ ہی اتر کے اٹھائیں، اور کہاں مقام شریعتِ مطہرہ و احکام جواز و منع و شرک و اسلام مگران ذی ہوشوں کے نزدیک کمال تبتل و شرک متقابل ہیں، کہ جو اس اعلیٰ درجۂ انقطاع محض و تفویض تام پر نہ ہوا، مشرک ٹھیرایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ

ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو، اسی حکایت کے بعد شاہ صاحب نے کیسی تصریح فرمادی، کہ استعانت بالغیر وہی ناجائز ہے کہ اس غیر کو مظہر عونِ الٰہی نہ جانے، بلکہ اپنی ذات سے اعانت کا مالک جان کر اس پر بھروسا کرے، اور اگر مظہر عونِ الٰہی سمجھ کر استعانت بالغیر کرتا ہے، تو شرک و حرمت بالائے طاق، مقام معرفت کے بھی خلاف نہیں۔ خود حضرات انبیاء و اولیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام نے ایسی استعانت بالغیر کی ہے۔

مسلمانو! مخالفین کے اس ظلم و تعصب کا ٹھکانا ہے، کہ بیمار پڑیں تو حکیم کے دوڑیں، دوا پر گریں، کوئی مار بیٹھے، تو تھانے کو جائیں، رپٹ لکھائیں، ڈپٹی وغیرہ سے فریاد کریں، کسی نے زمین دبالی یا تمسک کا روپیہ نہ دیا تو منصف صاحب مدد کیجیو، جج بہادر خبر لیجیو، نالش کریں، استغاثہ کہیں غرض

دنیا بھر سے استعانت کریں اور حصر ایاک نستعین کو اس کے منافی نہ جانیں ہاں انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والثنا سے استعانت کی اور شرک آیا۔ ان کاموں کے وقت آیت کا حصر کیوں نہیں یاد آتا، وہاں تو یہ ہے کہ ہم خاص تجھی سے استعانت کرتے ہیں، کیا مخالفین کے نزدیک خاص تجھی میں بید، حکیم، تھانہ دار، جمعدار، ڈپٹی، منصف، جج وغیرہ سب آگئے، کہ یہ اس حصر سے خارج نہ ہوئے، یا معاذاللہ آیہ کریمہ کا حکم ان پر جاری نہیں، یہ خدا کے ملک سے کہیں الگ بستے ہیں وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ؕ

غرض مخالفین خود بھی دل میں خوب جانتے ہیں، کہ آیہ کریمہ میں مطلق استعانت بالغیر کی اصلاً ممانعت نہیں، نہ وہ ہرگز شرک یا ممنوع ہوسکتی ہے، بلکہ استعانت حقیقیہ ہی رب العزۃ جلّ وعلا سے خاص فرمائی گئی ہے اور اس کا اختصاص کسی طرح حضرات انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے استعانت جائزہ کا منافی نہیں ہوسکتا۔ مگر عوام بیچاروں کو بہکانے اور محبوبان خدا کا نام پاک ان کی زبان سے چھڑانے کو دیدہ و دانستہ قرآن و حدیث کے معنی بدلتے ہیں تو بات کیا۔ کہ سر کی کھلی اور دل کی بند ہیں پاؤں تلے کی نظر آتی ہے، حکیم جی کو علاج کرتے۔ تھانہ دار کو چوریاں نکالتے نواب راجہ کو نوکریاں دیتے۔ ڈپٹی منصف کو مقدمات بگاڑتے سنبھالتے آنکھوں دیکھ رہے ہیں۔ ان کی امداد و اعانت سے کیوں کر منکر ہوں، اور حضرات علیہ انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والثنا سے جو باطن و ظاہر

قاہر و باہر مددیں پہنچ رہی ہیں وہ نہ دل کے اندھوں کو سوجھیں اور نہ ہی اپنے نصیبے میں ان کی برکات کا حصہ سمجھیں۔ پھر بھلا کیوں کر یقین لائیں۔ جیسے معتزلہ خذلہم اللہ تعالیٰ، کہ ان کے پیشوا ظاہری عبادتیں کرتے کرتے مر گئے۔ کرامات اولیاء کی اپنے میں بو نہ پائی۔ ناچار منکر ہو گئے۔ ع

چوں نہ دیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند!

پھر ان حضرات کو ڈپٹی۔ منصف، حکیم سے خود بھی کام پڑتا رہتا ہے۔ ان سے استعانت کیونکر شرک نہیں۔ معٰہذا ان لوگوں کی کوئی کاوش بھی نہیں۔ دل میں آزار تو حضرات انبیاء و اولیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثنا سے ہے۔ ان کا نام تعظیم و محبت سے نہ آنے پائے ان کی طرف کوئی سچی عقیدت سے رجوع نہ لائے۔ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝

فائدہ مہمّہ

مخالفین بیچارے کم علموں کو اکثر دھوکا دیتے ہیں کہ یہ تو زندہ ہیں فلاں عقیدہ یا معاملہ ان سے شرک نہیں۔ وہ مردہ ہیں، ان سے شرک ہے۔ یا یہ تو پاس بیٹھے ہیں، ان سے شرک نہیں۔ وہ دور ہیں ان کی شرک ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس طرح طرح کے بے ہودہ وسواس۔ مگر یہ سخت جہالت بے مزہ ہے، جو شرک ہے وہ جس کے ساتھ کیا جائے شرک ہی ہوگا۔ اور ایک کے لئے شرک نہیں تو کسی کے لئے بھی شرک

نہیں ہوسکتا۔ کیا اللہ کے شریک مردے نہیں ہوسکتے، زندے ہو سکتے ہیں، دور کے نہیں ہوسکتے، پاس کے ہوسکتے ہیں، انبیار نہیں ہو سکتے حکیم ہوسکتے ہیں، انسان نہیں ہوسکتے فرشتے ہوسکتے ہیں۔ حاشا للہ اللہ تبارک تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔ تو مثلاً جو بات ندا خواہ کوئی شے جس اعتقاد کے ساتھ کسی پاس بیٹھے ہوئے زندہ آدمی سے شرک نہیں وہ اسی اعتقاد سے کسی دور والے، یا مردے بلکہ اینٹ پتھر سے کبھی شرک نہیں ہوسکتی۔ اور جو ان میں سے کسی سے شرک ٹھیرے وہ قطعاً یقیناً تمام عالم سے شرک ہوگی۔ اس استعانت ہی کو دیکھئے کہ جس معنی پر غیر خدا سے شرک ہے یعنی اسے قادر بالذات و مالک مستقل جان کر مدد مانگنا، بہ ایں معنی اگر دفع مرض میں طبیب یا دوا سے استمداد کرے یا حاجت فقر میں امیر یا بادشاہ کے پاس جائے، یا انصاف کرانے کو کسی کچہری میں مقدمہ لڑائے، بلکہ کسی سے روزمرہ کے معمولی کاموں ہی میں مدد لے، جو بالیقین تمام مخالفین روزانہ اپنی عورتوں، بچّوں، نوکروں سے کرتے کراتے رہتے ہیں۔ مثلاً یہ کہنا کہ فلاں چیز اٹھا دے یا کھانا پکا دے، یا پانی پلا دے، سب شرک قطعی ہے، کہ جب یہ جانا کہ اس کام کے کر دینے پر انھیں خود اپنی ذات سے بے عطائے الٰہی قدرت ہے تو صریح کفر اور شرک میں کیا شبہ رہا اور جس معنی پر ان سب سے استعانت شرک نہیں یعنی مظہر عونِ الٰہی و واسطہ و وسیلہ و سبب سمجھنا اس معنی پر حضراتِ انبیار و اولیار علیہم افضل الصلوٰۃ والثنا سے کیوں شرک ہونے لگی۔

مگر حکیم، امیر، جج، اولاد، نوکر، جوروان سب کو مظہر عون و سبب و وسیلہ جاننا جائز ہے۔ اور ان حضرات عالیہ کو کہ وہ اعلیٰ مظہر و اعظم سبب و افضل وسائل بلکہ منتہی الاسباب وغایۃ الوسائط ونہایۃ الوسائل ہیں، ایسا سمجھنا شرک ہوگیا۔ ہزار تف بریں بے عقلی و ناانصافی۔ غرض پانی وہیں مرتا ہے، کہ جو کچھ غصہ ہے وہ حضرات محبوبانِ خدا کے بارے میں ہے۔ جورو، یار، بچے مددگار، نوکر، کارگزار۔ مگر انبیاء و اولیاء کا نام آیا، اور سر پر شرک کا بھوت سوار، یہ کیا دین ہے؟ کیسا ایمان ہے ولاحول ولا قوۃ الا باللہِ العلیِّ العظیم۔

مسلمین اس نکتے کو خوب محفوظ و ملحوظ رکھیں۔ جہاں ان چالاکوں، عیاروں کو کوئی فرق کرتے دیکھیں، کہ فلاں عمل یا فلاں اعتقاد فلاں کے ساتھ شرک ہے، فلاں سے نہیں۔ یقین جان لیجئے کہ نرے جھوٹے ہیں۔ جب ایک جگہ شرک نہیں، تو اس اعتقاد سے کسی جگہ شرک نہیں ہوسکتا۔ واللہ الہادی الی طریقٍ سوی۔

فائدہ ضروریہ

مخالفین جب سب طرح عاجز آجاتے ہیں اور کسی طرف راہ مفر نہیں پاتے تو ایک نیا شگوفہ چھوڑتے ہیں کہ صاحبو! ہم بھی اسی استعانت کو شرک کہتے ہیں جو غیر خدا کو قادر بالذات و مالک مستقل بے عطائے الٰہی جان کر کی جائے اور اپنی بات بنانے اور خجلت مٹانے کو ناحق ناروا بیچارے

عوام مومنین پر جیتا بہتان باندھتے ہیں کہ وہ ایسا ہی سمجھ کر انبیاء و اولیاء سے استعانت کرتے ہیں۔ ہمارا یہ حکم شرک انھیں کی نسبت ہے۔ اس بارے درجے کی بناوٹ کا لفافہ تین طرح کھل جائے گا۔

اولاً صریح جھوٹے ہیں، کہ صرف اسی صورت کو شرک جانتے ہیں، ان کے امام خود تقویۃ الایمان میں لکھ گئے ہیں:

"کہ پھر خواہ یوں سمجھے، کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے۔ خواہ یوں سمجھے، کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ہوتا ہے"

کیوں اب کہاں گئے وہ جھوٹے دعوے۔ ثانیاً، ان کے سامنے یوں کہیئے، کہ یارسول اللہ حضور کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیفۂ اعظم، و نائب اکرم و قاسم نعم کیا، دنیا کی کنجیاں، زمین کی کنجیاں، خزانوں کی کنجیاں مدد کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں حضور کے دست مبارک میں رکھیں، روزانہ دو وقت تمام امت کے اعمال حضور کی بارگاہ میں پیش کرائے، یا رسول اللہ میرے کام میں نظر رحمت فرمایئے یارسول اللہ! اللہ کے حکم سے میری مدد و اعانت فرمایئے" اب ان لفظوں میں تو صراحتہً قدرت ذاتی کا انکار اور مظہریت عونِ الٰہی کی تصریح ہے۔ ان میں تو معاذ اللہ اس ناپاک گمان کی بو بھی نہیں آسکتی۔ یہ کہتے جایئے اور ان صاحبوں کے چہرے کو غور کرتے جایئے۔ اگر بکشادہ پیشانی اسے سنیں اور آثار کراہت وغیظ ظاہر نہ ہوں، جب تو خیر۔ اور اگر دیکھئے کہ صورت بگڑی،

ناک بھوں سمٹی، منہ پر دھوئیں کی مانند تاریکی دوڑی، تو جان لیجئے کہ دلی آگ اپنا رنگ لائی ع

کھوٹے کھرے کا پردہ کھل جائے گا چلن میں

سبحان اللہ! میں عبث امتحان کو کہتا ہوں۔ بارہا امتحان ہو ہی لیا۔ ان صاحبوں میں نواب دہلوی مصنف ظفر جلیل تھے۔ حدیث عظیم و جلیل ثابت یا محمد اِنّی توجّھتُ بِکَ اِلیٰ رَبّی فی حاجتی ھٰذہٖ لِتُقضیٰ لِی، کہ صحاح ستّہ سے تین صحاح، جامع ترمذی، سُنن نسائی سنن ابن ماجہ میں مروی اور اکابر محدثین مثل امام ترمذی و امام طبرانی و امام بیہقی و ابو عبداللہ حاکم و امام عبدالعظیم منذری وغیرہم اسے صحیح فرماتے آئے جسے خود حضور پر نور سید یوم النشور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے قضائے حاجت کے لئے تعلیم، اور صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے زمانۂ اقدس اور حضور کے بعد زمانۂ امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حاجت روائی کا ذریعہ بنایا، اس میں کیا تھا۔ یہی نہ کہ یا رسول اللہ میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف توجّہ کرتا ہوں کہ وہ میری حاجت روا فرمائے اس میں معاذ اللہ، قدرت بالذات کی کہاں بو تھی جو نواب صاحب کو پسند نہ آئی، کہ نہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد کا پاس نہ صحابہ و تابعین کی تعلیم و عمل کا لحاظ۔ نہ اکابر حفاظ حدیث کی تصحیح کا خیال، سخت ڈھٹائی کے ساتھ حاشیہ ظفر جلیل پر حدیث صحیح کو بزور زبان و زور بہتان رد کرنے کے لئے عقل و شرع کی قید سے نکل بے دھڑک بلے پر کی اڑا دی

کہ یہ حدیث قابل حجت نہیں۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون ہ

اس واقعۂ عبرت خیز کا بیان ہمارے رسالہ انہار الانوار میں ہے

اب دیکھیے، کہ نہ فقط اولیاء بلکہ خود حضور پر نور سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والثناء سے استعانت جائزہ محمودہ، خود حضور اقدس کی فرمودہ صحابہ وتابعین کی معمولہ ومقبولہ صحیح حدیث میں ان لوگوں کا یہ حال ہے۔

قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہ

ثالثاً سب جانے دو۔ سرے سے یہ ناپاک ادّعا ہے کہ بندگان خدا محبوبانِ خدا کو قادر مستقل جان کر استعانت کرتے ہیں، ایک ایسی سخت بات ہے جس کی شناعت پر اطلاع پاؤ تو مدتوں تمہیں توبہ کرنی پڑے اہل لا اِلٰہ اِلّا اللہ پر بدگمانی حرام، اور ان کے کلام کو جس کے صحیح معنی بے تکلف درست ہوں خواہی نخواہی معاذ اللہ معنیٔ کفر کی طرف ڈھال لے جانا قطعاً گناہ کبیرہ ہے، حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ہ	اے ایمان والو! بہت گمانوں کے پاس نہ جاؤ۔ بیشک کچھ گمان گناہ ہیں۔

اور فرماتا ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ	پیچھے نہ پڑ اس بات کے جو تجھے تحقیق نہیں۔ بیشک کان، آنکھ دل سب سے سوال ہونا ہے

عَنْهُ مَسْئُوْلًاo

اور فرماتا ہے:

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًاo	کیوں نہ ہوا، کہ جب تم نے اسے سنا تو مسلمان مردوں عورتوں نے اپنی جانوں یعنی اپنے بھائی

مسلمانوں پر نیک گمان کیا ہوتا۔

اور فرماتا ہے:

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَo	اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ اب ایسا نہ کرنا اگر ایمان رکھتے ہو:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْث	گمان سے بچو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے۔

رواہ مالک والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:

افلا شققت عن قلبہ۔	تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا؟

رواہ مسلم وغیرہ

علمائے کرام فرماتے ہیں، کلمہ گو کے کلام میں اگر ننانوے ۹۹ معنی کفر

کے نکلیں، اور ایک تاویل اسلام کی پیدا ہو تو واجب ہی اسی تاویل کو اختیار کریں اور اسے مسلمان ٹھیرائیں کہ حدیث میں آیا ہے:

الاسلام یعلوا ولا یعلیٰ — اسلام غالب رہتا ہے اور مغلوب نہیں کیا جاتا۔ رواہ الرویانی والدار قطنی والبیہقی والضیا والخلیل عن عائذ بن عمر والمزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ نہ کہ بلا وجہ منہ زوری سے صاف ظاہر، واضح معلوم معروف معنی کا انکار کرکے اپنی طرف سے ایک ملعون مردود مصنوع مطرود احتمال گھڑیں اور اپنے لئے علمِ غیب اور اطلاع حال کا دعویٰ کرکے زبردستی وہی ناپاک مراد مسلمانوں کے سر باندھیں۔ قیامت تو نہ آئے گی۔ حساب تو نہ ہوگا، ان بہتانوں طوفانوں پر بارگاہ قہار سے مطالبہ جواب تو نہ ہوگا۔ ہاں ہاں جواب تیار کر رکھو، اس سخت وقت کے لئے جب مسلمانوں کی طرف سے جھگڑتا آئے گا لا الٰہ الا اللہ ہاں اب جانا چاہتے ہیں ستمگر لوگ کہ کس پلٹے پر پلٹا کھاتے ہیں۔ یوں اعتبار نہ آئے۔ تو اپنے کذب کا امتحان کرلو۔ اہل استعانت سے پوچھو تو کہ تم انبیاء و اولیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثنا کو عیاذاً باللہ خدا یا خدا کا ہمسر یا قادر بالذات یا معین مستقل جانتے ہو۔ یا اللہ عزوجل کے مقبول بندے، اس کی سرکار میں عزت و وجاہت والے، اس کے حکم سے اس کی نعمتیں بانٹنے والے مانتے ہو، دیکھو تو تمہیں کیا جواب ملتا ہے۔

امام علامہ خاتمۃ المجتہدین تقی الملۃ والدین فقیہ محدث ناصر السنۃ ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب مستطاب شفاء السقام میں استمداد واستعانت کو بہت احادیث صریحہ سے ثابت کرکے ارشاد فرماتے ہیں:

لیس المراد نسبۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی الخلق والاستقلال بالافعال هذا لا یقصدہ مسلم فصرف الکلام الیہ ومنعہ من باب التلبیس فی الدین والتشویش علی عوام الموحدین۔

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مدد مانگنے کا یہ مطلب نہیں کہ حضور انور کو خالق اور فاعل مستقل ٹھیراتے ہوں۔ یہ تو اس معنی پر کلام کو ڈھال کر استعانت سے منع کرنا دین میں مغالطہ دینا اور عوام مسلمانوں کو پریشانی میں ڈالنا ہے۔

صدقت یا سیدی جزاک عن الاسلام والمسلمین خیرًا۔ امین۔

فقیہ محدث علامہ محقق عارف باللہ امام ابن حجر مکی قدس سرہ الملکی کتاب افادت نصاب جوہر منظم میں حدیثوں سے استعانت کا ثبوت دے کر فرماتے ہیں:

فالتوجہ والاستغاثۃ بہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یا

ولغيره ليس لهما معنیٰ فی قلوب المسلمین غیر ذلک ولا یقصد بهما احد منهم سواه فمن لم ینشرح صدره لذالک فلیبک علی نفسه نسأل اللّٰه العافیة والمستغاث به فی الحقیقة هو اللّٰه والنبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه واسطة بینه وبین المستغیث. فهو سبحٰنه مستغاث به والغوث منه خلقاً وایجاداً والنبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم مستغاث والغوث منه سبباً وکسباً ؁

حضور اقدس کے سوا اور انبیاء و اولیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثنا کی طرف توجہ اور ان سے فریاد کے یہی معنی مسلمانوں کے دل میں ہیں۔ اس کے سوا کوئی مسلمان اور معنی نہیں سمجھتا ہے۔ نہ قصد کرتا ہے۔ تو جس کا دل اسے قبول نہ کرے۔ وہ آپ اپنے حال پر رو دے۔ ہم اللہ تبارک تعالیٰ سے عافیت مانگتے ہیں۔ حقیقتاً فریاد اللہ عزوجل کے حضور ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے اور اس فریادی کے بیچ میں وسیلہ و واسطہ ہیں۔ تو اللہ عزوجل کے حضور فریاد ہے اور اس کی فریاد رسی یوں ہے کہ مراد کو خلق و ایجاد کرے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور فریاد ہے اور حضور کی فریاد رسی یوں ہے کہ حاجت روائی کے سبب ہوں اور اپنی رحمت سے وہ کام کریں جس کے باعث

اس کی حاجت روا ہو۔

مخالف کو کریما کا مصرعہ یاد رہا کہ :

ندارم غیر از تو فریاد رس

اور وہ بیشک حق ہے جس کے معنی ہم اوپر بیان کر آئے مگر یہ یاد نہ آیا کہ اس کے کیل ئے طائفہ کے اکابر و عمائد حضور پر نور سیدنا و مولانا و غوثنا و ملاذنا حضرت غوث اعظم غوث الثقلین صلی اللہ تعالیٰ علیٰ جدہ الکریم و آبائہ الکرام و علیہ و علیٰ مریدیہ و محبیہ و بارک و سلم کو فریاد رس مان رہے ہیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب لمعات میں لکھتے ہیں :

"امروز اگر کسے را مناسبت بروح خاص پیدا شود و از آں جا فیض بردارد غالباً بیروں نیست از آنکہ ایں معنی بہ نسبت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم باشد یا بہ نسبت حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ یا بہ نسبت غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ"

آج اگر کسی کو روحِ خاص سے مناسبت پیدا ہو جائے اور وہ وہاں سے فیض یاب ہو تو غالباً بعید نہیں کہ یہ کمال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا حضرت علی رضی کی مناسبت سے حاصل ہوا ہو گا، یا بہ نسبت غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملا ہو گا ؛ م۔

شاہ عبد العزیز صاحب تفسیر عزیزی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ

علیہ وآلہ وسلم کی محبوبیت بیان کر کے فرماتے ہیں :

" ایں مرتبہ از اں مراتب است کہ ہیچ کس را از بشر نہ دادہ اند۔ مگر بہ طفیل ایں محبوب برخے از اولیائے امّت او را شمۂ محبوبیت آں نصیب شدہ و مسجود خلائق و محبوب دلہا گشتہ اند مثل حضرت غوث الاعظم و سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء قدس اللہ سرہما "

یہ وہ مرتبہ ہے جو کسی انسان کو نصیب نہ ہوا، ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے اس کا کچھ حصہ اولیائے امّت تک پہنچا، پھر یہ حضرات اس کی برکت سے مسجود خلائق اور محبوب قلوب ہوئے جیسے حضرت غوث الاعظم اور سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء قدس اللہ سرہما۔ ۔ م۔

مرزا مظہر جانجاناں اپنے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں :

" آنچہ در تاویل قول حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدمی ھٰذہ علیٰ رقبۃ کلّ ولی اللّٰہ نوشتہ اند "

انھیں کے ملفوظات میں ہے :

" التفات غوث الثقلین بحال متوسلان طریقہ علیہ ایشاں بسیار معلوم باشد۔ با ہیچ کس از اہل ایں طریقہ

ملاقات نشده، کہ توجہ مبارک آں حضرت بحالش مبذول نیست؟

غوث الثقلین کی توجہ اپنے سلسلے سے وابستہ حضرات کی طرف بہت معلوم ہوتی ہے۔ آپ کے سلسلے کے کسی ایسے شخص سے ملاقات نہ ہوئی جو آپ کی توجہ سے محروم ہو۔

۔م۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی سیف المسلول میں لکھتے ہیں۔:

"فیوض و برکات کارخانۂ ولایت اول بریک شخص نازل میشود، وازاں تقسیم شدہ بہریک از اولیائے عصر میرسد وبہیچ کس از اولیاء اللہ بے توسط او فیضے نمی رسد۔ ایں منصب عالی تا وقت ظہور سید الشرفاء حضرت غوث الثقلین محی الدین عبد القادر الجیلانی بروح حسن عسکری علیہ السلام متعلق بودہ چوں حضرت غوث الثقلین پیدا شد، ایں منصب مبارک بوے متعلق شد۔ وتا ظہور محمد مہدی ایں منصب بروح مبارک حضرت غوث الثقلین متعلق باشد ولہٰذا اں حضرت قدمی ھٰذہٖ علیٰ رقبۃ کلّ ولی اللہ فرمودہ۔ وقول حضرت غوث الثقلین اخی وخلیلی کان

موسیٰ بن عمران نیز برآں دلالت دارد۔

۔ کارخانۂ ولایت کے فیوض پہلے ایک شخص پر نازل ہوئے، پھر اس سے منقسم ہو کر ہر زمانے کے اولیاء کو ملے اور کسی ولی کو ان کے توسط کے بغیر فیض نہ ملا۔ حضرت غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ظہور سے قبل یہ منصب عالی حسن عسکری علیہ السلام کی روح سے متعلق تھا، جب غوث الثقلین پیدا ہوئے تو یہ منصب آپ سے متعلق ہوا، اور محمد مہدی کے ظہور تک یہ منصب حضرت غوث الثقلین کی روح سے متعلق رہے گا۔ اس لئے آپ نے فرمایا "میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔" پھر غوث پاک کا یہ قول "میرے بھائی اور دوست موسیٰ بن عمران تھے" بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔" م۔

یہ سب ایک طرف، خود امام الطائفہ میاں اسمٰعیل دہلوی صراط المستقیم، میں اپنے پیر کا حال لکھتے ہیں:

"روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین، وجناب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند متوجہ حالِ حضرت ایشاں گردیدہ۔" اسی میں ہے

"شخصیکہ در طریقۂ قادریہ قصد بیعت می کند البتہ اورا در جناب حضرت غوث الاعظم اعتقادے عظیم بہم میرسد۔"

الیٰ قولہ۔ کہ خود را از زمرۂ غلامانِ آں جناب می شمارد۔ اھ ملخصا۔ اسی میں ہے۔ " اولیائے عظام مثل حضرت غوث الاعظم و حضرت خواجۂ بزرگ الخ،

حضرت غوث الثقلین اور حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کی ارواح مبارکہ ان کے حال پر متوجہ تھیں، اسی میں ہے کہ ایک شخص نے قادری طریقے میں بیعت کا ارادہ کیا، یعنیً اس کو جناب حضرت غوث الثقلین میں بہت گہرا اعتقاد تھا، الیٰ قولہٗ، خود کو آں جناب کے غلاموں میں شمار کیا، اسی میں ہے۔ اولیائے عظام جیسے غوث پاک رضی اللہ عنہ، اور حضرت خواجہ بزرگ۔

یہی امام الطائفہ اپنی تقریر ذبیحہ مندرج مجموعۂ زبدۃ النصائح میں لکھتے ہیں:

" اگر، شخصے بزے را خانہ پرورکند، تا گوشت او خوب شود و او را ذبح کردہ و پختہ فاتحہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خواندہ بخوراند، خللے نیست "

اگر کوئی شخص کوئی بکرا گھر میں پالے تاکہ اس کا گوشت اچھا ہو جائے، اور اس کو ذبح کر کے پکا کر غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ دلائے اور لوگوں کو کھلائے تو کوئی خلل نہیں۔ مم۔

ایمان سے کہیو۔ غوث الاعظم کے یہی معنی ہوئے کہ سب سے بڑے فریاد رس، یا کچھ اور، خدا کو ایک جان کر کہنا غوث الثقلین، یہی ترجمہ ہوا، کہ جن و بشر کے فریاد رس، یا کچھ اور، پھر یہ کیسا کھلا شرک تمھارا امام اور اس کا سارا خاندان بول رہا ہے۔ قول کے سچے ہو، تو ان سب کو ذرا جی کڑا کر کے مشرک بے ایمان کہہ دو، ورنہ شریعت کیا ان کی خانگی ساخت ہے، کہ فقط باہر والوں کے لئے خاص ہے۔ گھر والے سب اس سے مستثنیٰ ہیں۔

افسوس اس امام کی تلوّن مزاجیوں نے طائفہ کی مٹی اور بھی خراب کی ہے۔ آپ ہی تو شرک کا قانون سکھائے جس کی بنا پر طائفہ کے نواب بھوپالی بہادر دبی زبان سے کہہ بھی گئے، غوث اعظم یا غوث الثقلین کہنا شرک سے خالی نہیں۔ اور آپ ہی جب تلوّن کی لہر آئے تو اپنی موج میں آ کر انھیں گھر سے میں دھکا دے اور خود دور کھڑا قہقہے لگائے کہ اِنّی بریءٌ مِّنکَ اِنّی اَخافُ اللہَ رَبَّ العالمین ہ اب یہ بیچارے رویا کریں ؎

اپنا بیڑا لکھے گئے اور ہو گئے ندیا پار
بانہہ نہ میری تھام لی سو آن پڑے منجدھار

کون سنتا ہے۔ الحق ؎

دو گونہ رنج و عذاب است جانِ مجنوں را
بلائے صحبتِ لیلیٰ و فرقتِ لیلیٰ

ضعف الطالب والمطلوب ٥ لبئس المولیٰ ولبئس العشیر ٥ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم۔ نعم المولیٰ ونعم النصیر ٥ والحمد للہ رب العالمین وقیل بعدًا للقوم الظّٰلمین ٥ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیّد المرسلین غوث الدنیا وغیاث الدین سیّدنا ومولانا محمّدٍ وّاٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین اٰمین ٥

الحمدللہ کہ یہ نہایت اجمالی جواب اور اتنے اجمال پر کافی ووافی موضح صواب چند جلسات میں ۱۶ شعبان المعظم روز مبارک جمعہ ۱۳۱۱ھ ہجریہ قدسیہ کو بوقت عصر تمام اور بلحاظ تاریخ برکات الامداد لاھل الاستمداد نام ہوا۔ نفعنی اللہ بہ وبسائر تصانیفی والمسلمین فی الدارین بالنفع الاتم۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیّدنا ومولانا محمد واٰلہٖ وصحبہٖ وسلم۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم وعلمہٗ جلّ مجدہٗ اتم واحکم

تمت

کتبہ
عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی

عفی عنہ بمحمّدن المصطفیٰ النبیّ الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اَبَرُّ الْمَقَالْ

۰

علماء کرام و اولیاء عظام کے تبرکات
اور ان کے آستانوں کو بوسہ دینے کا بیان

تقدیم

علمائے کرام و اولیائے عظام سے عقیدت و محبت ان کے تقرب الی اللہ کی وجہ سے ہی ہوتی ہے، یہ محبت قلبی بھی ہوتی ہے اور ظاہری بھی، کیونکہ ظاہر باطن کا آئینہ ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر دو قسم کی محبت رکھتے تھے، حضرت سواد رضی اللہ عنہ جب عین دشمن کے روبرو تھے اور جام شہادت ان سے بہت قریب تھا، اس وقت بھی انھوں نے اگر تمنا کی تو یہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اقدس کو بوسہ دیں پھر جسد اقدس ہی نہیں بلکہ آپ سے تعلق رکھنے والی ہر چیز کے ساتھ یہی طریقۂ ادب و احترام جاری رہا، پھر آپس میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین و تبع تابعین و اولیائے کاملین بھی اسی راہ پر چلے، اس کی اصل ہماری شریعت میں حجر اسود کو بوسہ دینا ہے، سبیل مومنین یہی ہے، اس میں شرک و کفر کا شائبہ تک نہیں، خواہ مخواہ مسلمانوں کی نیت پر شبہ

کرنا کہاں کی دیانت داری اور دانشوری ہے۔ اس طرزِ عمل کا فائدہ اس کے سوا اور کیا ہوگا، کہ لوگ جو دین سے پہلے ہی دور ہیں مزید دور ہوجائیں ؟

اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے اس رسالے میں، اسی مسئلے کو نہایت ہی لطیف پیرائے میں مدلل بیان فرمایا ہے، اس کا تاریخی نام :

اَبَرُّ المقال فی قُبلَۃِ الاِجلال ہے، جس کا ترجمہ ہے، تعظیم کے لئے بوسہ دینے میں صحیح ترین قول،

مرتب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ: ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۰۸ھ از سورت کٹھور مسجد پر ب مرسلہ مولوی عبدالحق صاحب واز علی گڑھ مدرسہ مولانا مولوی لطیف اللہ صاحب مرسلہ مولوی سندھی صاحب، طرفہ ایں کہ از ہر دو جا بوقت واحد سوال آمد :۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں کہ شہر موریس میں قبلہ رخ کی دیوار کے ساتھ محراب کے متصل بیت اللہ شریف کے غلاف کا ٹکڑا دو گز لمبا اور سوا گز چوڑا لٹکا ہوا ہے اور وہاں کے باشندے، میمن وغیرہ سب سوداگر لوگ خاص وعام بعد فراغ پنجگانہ کے اس ٹکڑے کو بوسہ دیتے ہیں اور بعد نماز جمعہ کے تو بوجہ کثرت نمازیوں کے بوسہ دینے میں بہت ہی ہجوم کرتے ہیں۔ کوئی چار بوسہ دیتا ہے، کوئی زیادہ کوئی کم، جیسا کسی کا موقع لگا، ویسا ہی اس نے کیا اور کوئی ہجوم اور کثرت کی وجہ سے محروم بھی رہ جاتا ہے اور اس امر میں اس کو معظم چیز سمجھ کر کمال کوشش کرتے ہیں۔ کسی قدر جاننے والے لوگ تو تعظیم کا بوسہ دیتے ہیں، اور عوام کا حال معلوم نہیں کہ وہ کیا سمجھ کر بوسہ دیتے ہیں، دوسرے کی دیکھا دیکھی اس

یں بہت مبالغہ کرتے ہیں۔ آیا یہ امر شرعاً موجب ثواب ہے یا کسی امر خارجی کی وجہ سے مستوجب عذاب ہے۔ بینوا توجروا +

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بوسۂ تعظیم شرعاً وعرفاً انحائے[1] تعظیم سے ہے۔ اسی قبیل سے ہے بوسۂ آستانہ کعبہ و بوسۂ مصحف و بوسۂ نان گندم و بوسۂ دست و پائے علمار واولیار وکل ذالک مصرح بہ فی الکتب کالدر المختار وغیرہ من معتمدات الاسفار اور خود احادیث کثیرہ میں صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا دست و پائے اقدس حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و مہر نبوت کو بوسہ دینا وارد۔ کما فصلنا بعضہ فی کتابنا۔ البارقۃ الشاقۃ علیٰ مارقۃ المشارقۃ ومانحن فیہ سے اقرب و اوفق حدیث عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے کہ انھوں نے منبر انور سرور اطہر صلی اللہ علیہ وسلم سے موضع جلوس اقدس کو مس کرکے اپنے چہرے سے لگایا، رواہ ابن سعد فی طبقاتہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے مروی کہ رمانہ منبر اطہر کو جو مزار

---

[1] تعظیم کی قسموں میں سے ہے۔ م ۱۲ ردّیؒ ۔ م۔

اقدس وازہر پر ہے، یعنی اس کے بازو پر جو گول شکل کا ایک کنگرہ سا بنا دیتے ہیں، اسے داہنے ہاتھ سے مس کر کے دعا مانگا کرتے۔ امام قاضی عیاض رفعت روحہ فی روح الریاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

قال نافع كان ابن عمر رضي الله تعالى عنهما يسلم على القبر رأيته مائة مرة او اكثر يجيئ الى القبر فيقول السلام على النبي السلام على ابي بكر ثم ينصرف ورئي واضعا يده على مقعد النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من المنبر ثم وضعها على وجهه وعن ابن قسيط والعتبي كان اصحاب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اذا خلا المسجد جسوا برمانة المنبر التي على القبر بميامنهم ثم

نافع نے کہا میں نے ابن عمرؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کو سلام کرتے ہوئے سو مرتبہ یا اس سے بھی زائد دیکھا۔ آپ قبر پر تشریف لاتے اور کہتے نبی علیہ السلام اور ابوبکر کو سلام ہو، پھر واپس چلے جاتے اور یہ بھی دیکھا گیا کہ منبر پر حضور کے بیٹھنے کی جگہ کو مس کر کے اپنے چہرے پر لگاتے تھے اور ابن قسیط اور عتبی سے مروی ہے کہ جب مسجد خالی ہو جاتی تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کنگرے کو اپنے داہنے ہاتھ سے چھوتے تھے جو قبر انور پر ہے، پھر قبلہ رو ہو کر دعا

استقبلوا القبلۃ یستغیثون ۔ مانگتے تھے ۔ م ۔

غرض شرعاً و عرفاً معلوم و معروف کہ جس چیز کو معظم شرعی سے شرف حاصل ہو، اس کا وہ شرف بعد انتہائے مماستؔ بھی باقی رہتا ہے اور اس کی تعظیم اس معظم کی انحائے تعظیم سے گنی جاتی ہے اور معاذاللہ اس کی توہین اس معظم کی توہین ۔ تاج سلطان کو مثلاً زمین پر ڈالنا صرف اسی وقت اہانت سلطان نہ ہوگا جبکہ وہ اس کے سر پر رکھا ہو، بلکہ جدا ہونے کی حالت میں بھی ہر عاقل کے نزدیک یہی حکم ہے ۔ یوں ہی تعظیم شفا شریف میں ہے :

من اعظامہ واکبارہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعظام جمیع اسبابہ واکرام مشاھدہ وامکنتہ ومکۃ والمدینۃ ومعاھدہ وما لمسہ علیہ الصلوٰۃ والسلام او عرف بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۔

آپ کی تعظیم و تکریم کے طریقوں میں سے آپ کے تمام متعلقات ومقامات، مکہ و مدینہ اور ہر اس چیز کی تعظیم ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوا ہو یا اس کا تعلق آپ سے معروف ہو ۔ م ۔

اور بے شک تعظیم منسوب بلحاظ نسبت تعظیم منسوب الیہ ہے

ؔ جسم سے منقطع ہونے کے بعد بھی ۔ م ۔

اور بے شک کعبہ شعائر اللہ ہے تو تعظیم غلاف تعظیم کعبہ و تعظیم شعائر اللہ شرعاً مطلوب:

ومن یعظم شعائر اللہ	اور جو اللہ کے شعائر کی تعظیم،
فانہا من تقوی القلوب:	کرے گا تو یہ دلوں کی پرہیزگاری

کے باعث ہوگی۔ م۔

بلکہ نظر ایمانی سے مس ولمس کی کچھ تخصیص نہیں، جس شے کو معظم شرعی سے کسی طرح نسبت ہے، واجب التعظیم و مورث محبت ہے ولہٰذا بلدۂ طیبہ مدینہ سکینہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کے در و دیوار کو تبرکاً مس کرنا اور بوسہ دینا اہل حب وولا کا دستور اور کلمات ائمہ و علماء میں مسطور، اگرچہ ان عمارات کا زمانۂ اقدس میں وجود ہی نہ ہو شرفِ مس سے تشرف در کنار، وللہ در من قال ؎

امر علی الدیار دیار لیلیٰ
اقبل ذا الجدار و ذا الجدارا
وما حب الدیار شغفن قلبی
ولکن حب من سکن الدیارا

کسی نے کیا خوب کہا ہے،

(ترجمہ اشعار) میں لیلیٰ کے شہر پر گذرتا ہوں تو کبھی اس دیوار کو بوسہ دیتا ہوں تو کبھی اس دیوار کو اور یہ شہر کی محبت نہیں جو میرے دل پر محیط ہے، یہ تو شہر والوں کی محبت ہے۔

شفا شریف میں ہے :

وجدیر لمواطن اشتملت تربتها علی جسد سید البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدارس ومساجد ومشاهد ومواقف ان تعظم عرصاتها وتنسم نفحاتها وتقبل ربوعها وجدرانها اھ ملخصا.

وہ مقامات جن کا حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور سے تعلق ہے، ان کے مدارس ان کی مساجد، مشاہد، مواقف تعظیم کئے جانے کے لائق ہیں۔ ان کی ہواؤں کو سونگھنا اور ان کے گھروں اور دیواروں کو چومنا چاہیے

پھر فرمایا :

یا دار خیر المرسلین ومن به
هدی الانام وخص بالآیات
عندی لاجلك لوعة وصبابة
وتشوق متوقد الجمرات
وعلی عهد ان ملأت محاجری
من تلكم الجدرات والعرصات
لاعفرن مصون شیبی بینها
من كثرة التقبیل الرشفات

ترجمہ اشعار : اے تمام رسولوں میں بہتر رسول، مخلوق کے ہادی اور معجزات سے مؤید نبی کے گھر! مجھے تجھ سے عشق

ومحبت ہے جس کی چنگاریاں روشن ہیں اور اگر تو اپنے
صحنوں اور دیواروں سے میری آنکھوں کو پرنم کر دے
تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اپنے سپید بالوں کو دیواروں کے
بوسوں کی کثرت سے خاک آلود کر لوں گا۔ م۔

اس سے بھی ارفع واعلیٰ واضح واجلیٰ یہ ہے کہ طبقۃً فطبقۃً، شرقاً غرباً، عجماً عرباً علمائے دین وآئمہ معتمدین نعل مطہر و روضۂ معطر حضور سید البشر علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل السلام کے نقشے کاغذوں پر بناتے، کتابوں میں تحریر فرماتے آئے، اور انھیں بوسہ دینے اور آنکھوں سے لگانے سر پر رکھنے کا حکم فرماتے رہے۔ علامہ ابوالیمن ابن عساکر وشیخ ابواسحٰق ابراہیم بن محمد بن خلف سلمی وغیرہما علماء نے اس باب میں مستقل تالیفیں کیں، اور علامہ احمد مقری کی فتح المتعال فی مدح خیر النعال اس مسئلے میں اجمع وانفع، تصانیف ہے، جزاهم ربهم جزاءً حسنًا ورزقهم ببركة خير النعال امناوسكنا آمين۔

محدث علامہ فقیہہ ابوالربیع سلیمٰن بن سالم کلاعی رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:

یا ناظر تمثال نعل نبیه
قبل مثال النعل لا متکبرا

اے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقشۂ نعل مبارک دیکھنے والے اس نقشے کو بوسہ دے بے تکبر کے۔

قاضی شمس الدین عبداللہ رشیدی فرماتے ہیں۔ ؎

لمن قد مس شکل نعال طٰہٰ
جزیل الخیر فی یوم المآب
وفی الدنیا یکون بخیر عیش
وعزّ فی الھناء بلا ارتیاب
فبادر والثم الآثار منھا
بقصد الفوز فی یوم الحساب

نقشہ نعل طٰہٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مس کرنے والے کو قیامت میں خیر کثیر ملے گی اور دنیا میں یقیناً نہایت اچھے عیش وعزت وسرور میں رہے گا تو روز قیامت مراد ملنے کی نیت سے جلد اس اثر کریم کو بوسہ دے۔

شیخ فتح اللہ بیلونی حلبی معاصر علامہ مقری نعل مقدس سے عرض کرتے ہیں ؎

فی مثلک یا نعال اعلی النجبا
اسرار بیمنھا شھدنا العجبا
من مرّغ خدہ بہ مبتھلا
قد قام لہ ببعض ما قد وجبا

اے سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعل مبارک، تیرے نقشے میں وہ اسرار ہیں جن کی عجیب

برکتیں ہم نے مشاہدہ کیں جو اظہار عجز و نیاز کے ساتھ اپنا رخسارہ اس پر رگڑے وہ بعض حق اس نقشہ مقدسہ کے جو اس پر واجب ہیں۔ ادا کرے۔

وہی فرماتے ہیں۔ ؎

مثال نعل بوطی المصطفیٰ سعدا

فامد دالی لثمہ بالذل منک یدا

واجعلہ منک علی لعینین معترفا

بحق توقیرہ بالقلب معتقدا

وقبلہ راعلن بالصلوٰۃ علی

خیرالانام وکرر ذاک مجتهدا

یہ نقشہ اس نعل مبارک کا جو مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم سے ہمایوں ہوئے تو اس کے بوسہ دینے کو تذلل کے ساتھ ہاتھ بڑھا اور زبان سے وجوب توقیر کا اقرار اور دل سے اعتقاد کرتا ہوا اسے آنکھوں پر رکھ اور بوسہ دے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر باعلان درود بھیج اور کوشش کے ساتھ اسے بار بار بجالا۔

سید محمد موسیٰ حسینی مالکی معاصر علامہ ممدوح فرماتے ہیں ؎

مثال نعال المصطفیٰ اشرف الوریٰ

بہ مورد لا یبتغی عنہ مصدرا

فقبلہ لثماوامسح الوجہ موقنا
بینہ صدق تلق ماکنت مضمرا

مصطفیٰ اشرف الخلق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقشہ نعل اقدس میں وہ مقام حضور ہے جس سے تو رجوع نہ چاہے، تو اسے یقین اور سچی نیت کے ساتھ چہرے سے لگا، دل کی مراد پائے گا۔

محمد بن فرج سبتی فرماتے ہیں ؎

فمن قبلتہا مثل نعل کریمۃ
بتقبیلھا یشفی سقام من اسمہ استشفیٰ

اے میرے منہ اسے بوسہ دے یہ نعل کریم کا نقشہ ہے اس کے بوسے سے شفا طلب کر، مرض دور ہوتا ہے۔

علامہ احمد بن مقری تلمسانی صاحب فتح المتعال فرماتے ہیں ؎

اکرم بتمثال حکی نعل من
فاق الوریٰ بالشرف الباذخ
طوبیٰ لمن قبلہ منباء
یلثمہ عن حبہ الراسخ

کس قدر معزز ہے ان کی نعل مقدس کا نقشہ جو اپنے شرفِ عظیم میں تمام عالم سے بالا ہیں، خوشی ہوا سے جو اسے بوسہ دے اپنی راسخ محبت ظاہر کرتا ہوا۔

علامہ ابوالیمن ابن عساکر فرماتے ہیں ؎

الثم ثری الاثر الکریم فحبذا
ان غزت منه بلثم ذا التمثال

نعل مبارک کی خاک پر بوسہ دے کر اس کے نقشے ہی
کو بوسہ دینا تجھے نصیب ہو تو کیا خوب بات ہے۔

علامہ ابوالحکم مالک بن عبدالرحمٰن بن علی مغربی جنھیں علامہ عبدالباقی
زرقانی نے شرح مواہب شریف میں احد فضلاء المغاربہ، کہا
اپنے قصیدے میں فرماتے ہیں ؎

مثال لنعلی من احب هویته
فها انا فی یومی ولیلی لاثمه

میں اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعلین
مبارک کو دوست رکھتا اور رات دن اسے بوسہ
دیتا ہوں۔

امام ابوبکر احمد ابن امام محمد بن عبداللہ بن حسین انصاری قرطبی فرماتے ہیں ؎

ونعل خضعنا لها لبهائها وان
متی نخضع لها ابدا نعلوا
نضعها علی اعلی المفارق انها
حقیقتها تاج وصورتها نعل

اس نعل مبارک کے جلال انور سے ہم نے اس کیلئے

خضوع کیا اور جب تک ہم اس کے حضور جھکیں گے
بلند رہیں گے۔ تو اسے بالائے سر رکھ کہ حقیقت
میں تاج اور صورت میں نعل ہے۔

شرح مواہب میں ان امام کا ترجمہ عظیمہ جلیلہ مذکور اور ان کا فقیہہ ومحدث وماہر وضابطہ ومتین الدین وصادق الورع وبے نظیر ہونا مسطور ہے۔ امام علامہ احمد بن محمد خطیب قسطلانی صاحب ارشاد الساری شرح صحیح بخاری نے مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ میں ان امام کے یہ اشعار ذکر نقشہ نعل اقدس میں انشاد کئے اور مدحیہ علامہ ابوالحکم مغربی کو ما احسنہا اور نظم علامہ ابن عساکر کو للہ درہٗ فرمایا۔

علامہ زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

الثم التراب الذی	اگر ہو سکے تو اس خاک کو
حصل له الندا وة من	بوسہ دے جسے نعل مبارک
اثر النعل الکریمة ان	کے اثر سے نم حاصل ہوئی
امکن ذالک والا نقبل	ورنہ اس کے نقشہ ہی کو بوسہ
مثالها۔	دے۔

علامہ تاج الدین فاکہانی نے فجر منیر میں ایک باب نقشہ قبور لامعۃ النور کا لکھا اور فرمایا:

من فوائد ذالک	یعنی اس نقشے کے لکھنے میں
ان من لم یمکنه	ایک فائدہ یہ ہے کہ جسے

زیارة الرّوضه فليرى مثالها وليلثمه مشتاقا لانه ناب مناب الاصل كما قد ناب مثال نعله الشريفة مناب عينها في المنافع والخواص بشهادة التجربة الصحيحة ولذا اجعلوا له من الاكرام والاحترام ما يجعلون للمنوب عنه الخ.

اصل روضۂ عالیہ کی زیارت نہ ملی وہ اس کی زیارت کرلے اور شوق سے اسے بوسہ دے کہ یہ مثال اس اصل کے قائم مقام ہے، جیسے نعل مقدس کا نقشہ منافع وخواص میں یقیناً اس کا قائم مقام ہوا، جس پر تجربہ صحیحہ گواہ ہے ولہٰذا علمائے دین نے نقشہ کا اعزاز واحترام ہی روا رکھا ہے، جو اصل رکھتے ہیں۔

سیّدی محمد بن سلیمان جزولی قدس سرہ صاحب دلائل الخیرات نے بھی علامہ مذکور کی پیروی کی اور دلائل شریف میں نقشہ روضہ مبارک لکھا اور خود اس کی شرح کبیر میں فرمایا:

انما ذكرتها تابعا للشيخ تاج الدين الفاكهاني فانه عقد بابا في صفة القبور المقدسة وقال ومن فوائد ذالك الخ

بے شک میں نے اس کو شیخ تاج الدین فاکہانی کی تقلید میں ذکر کیا ہے کیونکہ انھوں نے قبور مقدسہ کے حالات میں ایک باب بیان کیا اور فرمایا اور

اسی کے فوائد سے ہے ۔ م م ۔

اسی طرح علامہ محمد بن علی فاسی نے مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں فرمایا :

حیث قال اعقب المؤلف رحمه الله تعالیٰ ورضی عنه ترجمة الاسماء بترجمة صفة الروضة المبارکة والقبور المقدسة موافقا فی ذالك وتابعاً للشیخ تاج الدین الفاکهانی فانه عقد فی کتابه الفجر المنیر بابا فی صفة القبور المقدسة وقال من فوائد ذلك ان یزور الامثال من لم یتمکن من زیارة الروضة ویشاهده مشتاقا ویلثمه ویزداد فیه حباً و شوقا وقد استنابوا امثال النعل عن النعل وجعلوا

مؤلف رحمہ اللہ نے اسماء کے بیان کے بعد روضۂ مبارکہ کا حال اور قبور مقدسہ کا ذکر کیا اس میں انھوں نے تاج الدین فاکہانی کی تقلید کی ہے، کیونکہ انھوں نے اپنی کتاب الفجر المنیر میں قبور مقدسہ کی صفت میں ایک باب باندھا ہے اور اس کے فوائد میں یہ بتایا کہ جو شخص روضۂ اقدس کی زیارت نہ کر سکے وہ اس تصویر ہی کو مشتاقانہ دیکھے اور بوسہ دے کر اپنے اشتیاق میں اضافہ کرے اس لئے آپ کی جوتی مبارک کے قائم مقام اس کی تصویر کو کیا گیا ہے، اور اس کی تعظیم و تکریم

له من الاكرام والاحترام مالمنوب عنه وذکروا له خواص وبرکات وقد جربت الخ ؀	اصل کی طرح رکھی گئی ہے اور اس کے مجرب فوائد وکرامات ذکر کیے گئے ہیں۔ م۔

دیکھو علمائے کرام کے یہ ارشادات، نقشوں کے باب ہیں جو خود عین منتسب بھی نہیں بلکہ اس کی مثال وتصویر ہیں تو غلاف کعبہ کو بعینہ معظم بشرعی یعنی کعبہ معظمہ سے خاص نسبت مس رکھتا ہے۔ اس کی نسبت بہ نیت تعظیم وتبرک ان افعال کے جواز میں شک وشبہ کیا ہے۔

فان المقتضی فی العموم موجود والمانع فی الخصوص مفقود وذلك كافٍ فی حصول المقصود والحمد لله العلی الودود ؀	کیونکہ عموم میں مقتضی موجود اور خصوص میں مانع مفقود ہے اور مقصود کے حصول کو کافی ہے۔ م۔

رہا لوگوں کا اس پر ہجوم کرنا، یہ بھی آج کی بات نہیں، قدیم سے آثار متبرکہ پر اہل محبت وایمان، یوں ہی ہجوم کرتے آئے۔ صحیح بخاری شریف وغیرہ کتب حدیث میں ہے، جب عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سال حدیبیہ، قریش کی طرف سے، خدمت اقدس حضور پرنور صلوٰت اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ میں حاضر ہوئے، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دیکھا:

انه لا یتوضاء الا ابتدروا	یعنی جب حضور والا صلی اللہ تعالیٰ

وضوءۃ وکادوا یقتتلون علیہ ولا یبصق بصاقا ولا یتنخم نخامۃ الا تلقوھا باکفھم فدلکوابھا وجوھھم واجسادھم، الحدیث ⁂

علیہ وسلم وضو فرماتے ہیں حضور کے آب وضو پر بیتابانہ دوڑتے ہیں۔ قریب ہوتا ہے کہ آپس میں کٹ مریں، اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعاب دہن مبارک ڈالتے یا کھکھارتے ہیں، اسے ہاتھوں میں لیتے اور اپنے چہروں اور بدنوں پر ملتے ہیں۔

کادوا یقتتلون علیہ کی حالت کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالے عنہم سے خود حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مواجہ عالیہ میں ثابت، کادوا یکونون علیہ لبدا سے کہ یہاں سوال میں مذکور بدرجہا زائد ہے یوں ہی بوسہ سنگ اسود پر ہجوم وتزاحم زمانِ قدیم سے ہے۔ بالجملہ اس نفس فعل کا جواز یقینی اور جب نیت تبرک وتعظیم شعائر اللہ ہے تو قطعاً مندوب اور شرعاً مطلوب۔ مگر پنجگانہ نماز کے بعد علی الدوام اس کی زیارت وتقبیل کا التزام اور جمعہ کے دن عام عوام کے بے قیدانہ ہجوم وازدحام میں اگر اندیشہ بعض مفاسد دینیہ ہو تو اس تقید التزام واطلاق ازدحام سے بچنا چاہیئے اور خود ہر وقت پیش نظر معلق رہنا باعث اسقاط حرمت ہوتا ہے، ولہٰذا حرمین طیبین کی مجاورت ممنوع ہوئی۔

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما بعد حج تمام قوافل پر

درہ لئے دورہ فرماتے اور ارشاد کرتے:

"اے اہل یمن، یمن کو جاؤ، اے اہل شام شام کا راستہ لو، اے اہل عراق کو کوچ کرو، کہ اس سے تمہارے رب کے بیت کی ہیبت تمہاری نگاہوں میں زیادہ رہے گی۔"

راہ اسلم و طریق اقوم یہ ہے کہ اسے کسی صندوقچہ میں ادب و حرمت کے ساتھ رکھیں اور احیاناً خواہ مہینے میں کچھ دن قرار دے کر بروجہ اجلال حسن و اعظام مستحسن اس کی زیارت مسلمین کو کرادیا کریں جس طرح سلطان اشرف عادل نے شہر دمشق الشام کے مدرسہ اشرفیہ میں خاص درس حدیث کے لئے ایک مکان مسمیٰ بہ دار الحدیث بنایا اور اس پر جائداد کثیر وقف فرمائی، اور اس کی جانب قبلہ مسجد بنائی اور محراب مسجد سے شرق کی طرف ایک مکان نعل مقدس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے تعمیر کیا اور اس کے دروازے پر مٹی کو آٹر زر سے ملمع کر کے لگائے، بالکل سونے کے معلوم ہوتے تھے اور نعلِ مبارک کو آبنوس کے صندوق میں باادب رکھا اور بیش بہا پردوں سے مزین کیا۔ یہ دروازہ ہر دوشنبہ و پنجشنبہ کو کھولا جاتا اور لوگ فیض زیارت سراپا طہارت سے برکات حاصل کرتے۔ کما ذکر العلامۃ المقری فی فتح المتعال وغیرہ فی غیرہ۔

یہ مدرسہ و دار الحدیث مذکور ہمیشہ مجمع ائمہ و علماء رہا ہے۔ امام اجل

ابوزکریا نووی شارح صحیح مسلم اس میں مدرس تھے۔ پھر امام خاتم المجتہدین ابوالحسن تقی الدین علی ابن عبد الکافی سبکی صاحب شفار السقام ان کے جانشیں ہوئے، یوں ہی اکابر علمار درس فرمایا کئے۔

سلطان موصوف کے اس فعلِ محمود پر کسی امام سے انکار ماثور نہ ہوا بلکہ امید کی جاتی ہے، کہ خود اکابر اس کی زیارت میں شریک ہوتے، اور فیض و برکت حاصل کرتے ہوں۔ محدث علامہ حافظ برہان الدین حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ نور النبراس میں فرماتے ہیں

لشیخنا الامام المحدث امین المالکی ؎

وفی دار الحدیث لطیف معنی
وفیہا منتھی اربی وسؤلے
احادیث الرسول علی تتلی
وتقبیلی لاثار الرسولے

یعنی، ہمارے استاد امام محدث امین الدین مالکی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مدرسہ دار الحدیث میں ایک لطیف مقصد ہے، اور اس میں میرا مقصود اور مطلوب بروجہ کامل حاصل ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں مجھ پر پڑھی جاتی ہیں اور حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار شریفہ کا بوسہ مجھے نصیب ہوتا ہے۔

غرض طریقہ زیارت تو یہ رکھیں، پھر جیسے یہ ادب وحرمت، بے وقت وزحمت شرف بوس مل سکے فبہا ورنہ صرف نظر پر قناعت کرے بوسہ سنگ اسود کہ سنت مؤکدہ ہے، جب اپنی یا غیر کی اذیت کا باعث ہو، ترک کیا جاتا ہے، تو اس بوسہ کا تو پھر دوسرا درجہ ہے۔ ھذا ھو الطریق اسلم والحکم الوسط القویم الاقوم واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ

اکثر مخلوق خدا کا یہ طریق ہے کہ وقت اذان اور وقت فاتحہ خوانی یعنی پنج آیت پڑھنے کے وقت انگوٹھے چومتے ہیں اور علماء بھی درست بتلاتے ہیں، اور حدیث شریف سے ثابت کرتے ہیں، آیا یہ قول درست ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

اذان میں وقت استماع نام پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انگوٹھوں کے ناخن چومنا آنکھوں پر رکھنا کسی حدیث صحیح مرفوع سے ثابت نہیں۔ یہ جو کچھ اسمیں روایت کیا جاتا ہے، کلام سے خالی، پس جو اس کے لئے ایسا ثبوت مانے یا اسے مسنون ومؤکد جانے یا نفس ترک کو باعث زجر وملامت کہے وہ بیشک غلطی پر ہے، ہاں بعض احادیث

ضعیف مجروح ہیں تقبیل ابہامین وارد :

اخرجه الديلمي في مسند الفردوس واورده الامام السخاوي في المقاصد الحسنة والعلامة خير الدين الرملي في حواشي البحر الرائق وذكره العلامة الجراحي فاطال وبعد اللتيا والتي قال لم يصح في المرفوع من هذا شئ كما اثره المحقق الشامي في رد المحتار :

اسے دیلمی نے مسند فردوس میں امام سخاوی نے مقاصد حسنہ میں علامہ خیرالدین رملی نے حواشی بحر میں اور علامہ جراحی نے بڑی تفصیل سے ذکر کیا اور چون وچرا کے بعد کہا کہ اس سلسلے میں مرفوع حدیث صحت کو نہیں پہنچی جیسا کہ محقق شامی نے رد المحتار میں اسکو اختیار کیا۔ م۔

اور بعض کتب فقہ میں مثل جامع الرموز شرح نقایہ وفتاوی صوفیہ وکنز العباد وشامی حاشیہ درمختار کے اکثر ان میں مستندات علمائے طائفہ اسمٰعیلیہ سے ہیں، وضع ابہامین کو مستحب بھی لکھ دیا۔ فاضل قہستانی شرح نقایہ میں لکھتے ہیں :

واعلم انه يستحب ان يقال عند سماع الاولى من الشهادة الثانية صلى الله عليك يا رسول الله وعند

جاننا چاہئے کہ دوسری شہادت کے پہلے کلمہ میں صلی اللہ علیک یا رسول اللہ کہنا مستحب ہے اور دوسرے میں

سماع الثانیۃ منہا قرۃ عینی بك یارسول اللہ ثم قال اللھم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفر الابہامین علی العینین فانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکون قائدًا لہ الی الجنۃ کما فی کنز العباد انتہیٰ ۔

قرۃ عینی بك یارسول اللہ کہنا مستحب ہے ۔ پھر فرمایا اَللّٰھم متعنی بالسمع والبصر دونوں انگوٹھوں کے ناخن دونوں آنکھوں پر رکھ کر کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قائد ہوں گے جنت کی طرف ، کما فی کنز العباد انتہیٰ ، م ۔

ردالمحتار حاشیہ درمختار میں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں ، ونحوہ فی الفتاویٰ الصوفیہ الخ بس حق اس میں اس قدر کہ جو کوئی بہ امید زیارت روشنائی بصر مثلاً از قبیل اعمال مشائخ جان کر بتوقع فضل ان کتب پر لحاظ اور ترغیب وارد پر نظر رکھ کر بے اعتقاد سنیت فعل وصحت حدیث وشناعت ترک اسے عمل میں لائے اس پر بنظر اپنے نفس فعل واعتقاد کے بغیر کچھ مواخذہ بھی نہیں کہ فعل پر حدیث صحیح نہ ہونا اس فعل سے نہی ومنع کو مستلزم نہیں کما صرح بہ الفاضل علی القاری فی شرح الاربعین وھذا ظاہر جدا اور صیغہ اعمال میں تصرف استخراج مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے ، جیساکہ تصانیف شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی سے ظاہر اور خود یہ نفس حکم تجویز استخراج بھی ان کے کلام میں مصرح

جوامع میں لکھتے ہیں:

"اجتہاد را در اختراع اعمال تصریفیہ راہ کشادہ است مانند استخراج اطبار نسخہ ہائے قرابادین فقیر را معلوم شدہ است کہ در وقت طلوع صبح صادق باسفار مقابل صبح نشستن و چشم را بہ آں نور دوختن و یا نور را گفتن تا ہزار بار کیفیت ملکیہ را قوت می دہد الخ"

اور اسی میں ہے:

"چند نوع از کرامت از ہیچ ولی الا ماشاء اللہ منفک نمی شود واز انجملہ منامات صادقہ کشف واشراف بر خواطر واز انجملہ ظہور تاثیر در دعائے او واعمال تصریفیہ او تا عالمے بہ فیض او منتفع شود الخ"

اعمال تصریفیہ میں اجتہاد کی گنجائش ہے، جیسے اطبار قرابادین کے نسخے تیار کرتے ہیں، فقیر کو معلوم ہوا ہے کہ صبح صادق کے وقت جب روشنی پھیل جائے تو اس روشنی کو ٹکٹکی باندھ کر ایک ہزار مرتبہ تک یا نور کہنے سے، قوت ملکیہ کو تقویت پہنچتی ہے۔ الخ اور اسی میں ہے "کرامتوں کی بعض اقسام ایسی ہیں جو شاید ہی کسی ولی میں نہ پائی گئی ہوں ان ہی میں سے سچے خواب، کشف، دلوں کے حالات پر اطلاع، دعاؤں کی تاثیر، اور اعمال تصریفیہ

کہ عالم اس سے مستفید ہو۔ م۔

البتہ اسمعیلیہ کا حکم لزومی والتزامی کہ یہ فعل اور اس کے امثال محض حرام وسخت بددینی ومثل شرک نخل اصل ایمان اور زنا وقتل مومن سے بدتر، جس کے صغریٰ یعنی فعل کے ابتداع پر اسمٰعیلیہ کو خود اقرار اور کبریٰ تصریحات تقویۃ الایمان سے آشکار اگرچہ علمائے اسمعلیہ بنظر مصلحت، اس سے تنزل کیا کریں، محض باطل اور مردود ومخذول ومطرود ہے۔ وعلیھم اثباتہ بالبرھان ولنا ردعلیھم باوضح بیان انشاء الرحمٰن المستعان اور پنج آیت کے وقت اس فعل کا ذکر کسی کتاب میں نہ دیکھا گیا، اور فقیر کے نزدیک یہاں پر بنائے مذہب ارجح واضح، غالباً ترک زیادہ انسب والیق ہونا چاہیئے۔ والعلم بالحق عند الملک العلام الجلیل۔

مسئلہ

از بہار شریف محلہ شیخانہ متصل عیدگاہ، مرسلہ محمد یٰسین ومحمد حسین طالبانِ علم، ۹ رشوال سنہ ھ۔

علمائے دین اس مسئلے میں کیا فرماتے ہیں کہ بزرگوں کی قبر پر جانے کے وقت دروازے کی چوکھٹ چومنا اور پھر باوجود تعظیم اس پر پیر رکھ کر جانا کیسا ہے۔

بینوا توجروا۔

الجواب

اصل کلی یہ ہے، کہ تعظیم ہر منتسب بارگاہ کبریا علی الخصوص محبوبان خدا انحائے تعظیم حضرت عزت جل وعلا ہے۔

ومن یعظم حرمت اللہ	جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے
فھو خیر لہ عند ربہ ؕ	تو وہ بہتر ہے اس کے لئے

اس کے پروردگار کے ہاں۔

وقال اللہ تعالیٰ:

ومن یعظم شعائر اللہ	جو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے
فانھا من تقوی القلوب ؛	وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان من اجلال اللہ اکرام	یعنی، بوڑھے مسلمان اور عالم
ذی الشیبۃ مسلم وحامل	باعمل اور حاکم عادل کی تعظیمیں
القرآن غیر الغالی فیہ والجافی	اللہ تعالیٰ کی تعظیم سے ہیں۔
عنہ واکرام ذی السلطان	
المقسط ؛	

رواہ ابی داؤد عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن

اور علمائے کرام قدیماً وحدیثاً فقہاً وحدیثاً تصریحات فرماتے آئے:

کہ "حرمت المسلم حیًا ومیتًا سواء"	مسلمان زندہ مردہ کی حرمت یکساں ہے۔

ولہذا علماء نے وصیت فرمائی کہ قبر سے اتنا ہی قریب ہو جتنا زندگی دنیا میں صاحب قبر سے قریب ہو سکتا، اس سے زیادہ آگے نہ جائے عالمگیریہ میں ہے:

فی التھذیب یستحب زیارۃ القبور وکیفیۃ الزیارۃ کزیارۃ ذلک المیت فی حیاتہ من القرب والبعد کذا فی خزانۃ الفتاوی۔	تہذیب میں ہے، قبروں کی زیارت مستحب ہے اور زیارت کی کیفیت وہی ہے جو اس میت سے بحالات زندگی ملاقات کی تھی، قرب وبعد کے لحاظ سے خزانۃ الفتاوی میں ایسا ہی ہے۔ م۔

اور شک نہیں کہ تعظیم وتوہین کا مدار عرف وعادت پر ہے کما حققہ خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ فی اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد تو جس کی تعظیم شرعاً مطلوب ہے، وہاں جو جو افعال وطریق حسب عرف وعادت قوم کئے جاتے ہیں، اسی مطلوب شرعی کے تحت میں داخل ہوں گے۔ جب تک کسی خاص فعل سے نہی شرعی نہ ثابت ہو، جیسے سجدہ یا قبر کی طرف نماز کہ یہ شرعاً ممنوع ہیں۔ ولہٰذا امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر، پھر علامہ سندھی نے لباب میں اور ان کے سوا اور علمائے کرام نے زیارت اقدس حضور

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں فرمایا:

ما کان ادخل فی الاکرام والاجلال کان حسنا۔

جو کچھ تعظیم واجلال میں زیادہ داخل ہو خوب ہے

ابن حجر مکی نے جوہر منظم میں فرمایا:

تعظیم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بجمیع انواع التعظیم التی لیس فیھا مشارکۃ اللہ تعالیٰ فی الالوھیۃ امر مستحسن عند من نور اللہ ابصارھم۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ان جمیع اقسام تعظیم کے ساتھ جن میں حضرت عزت سے الوہیت میں شریک کرنا لازم نہ آئے امر مستحسن ہے، ان سب کے نزدیک جن کی آنکھیں اللہ تعالیٰ نے روشن کی ہیں، یعنی جنھیں نور ایمان بخشا ہے۔

ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور جب یہ اصل کلی معلوم ہو گئی، حکم صورت مسؤلہ منکشف ہو گیا، آستانہ بوسی پر یہ اعتراض کہ اول چومیں گے پھر پاؤں رکھ کر جائیں گے، محض نادانی ہے۔ کعبہ معظمہ و مسجد حرام شریف میں بھی یہی صورت ہے، اور ضرورت ایک دوسرے کے منافی نہیں۔

منسک متوسط میں ہے:

ثم یاتی الملتزم و	پھر ملتزم کے پاس آئے ، اور
یاتی الباب ویقبل العتبۃ	دروازے میں آکر چوکھٹ کو
ویدعو ویدخل البیت ؛	چومے اور دعا کرے ۔ م ۔

مسلک متقسط میں ہے :

یستحب ان یدخل	مستحب یہ ہے کہ مسجد میں ننگے
المسجد من باب السلام	پاؤں باب السلام سے داخل ہو
حافیا و زاد فی کنز العباد	اور کنز العباد میں اتنا اضافہ ہے
ویقبل عتبۃ ؛	کہ اس کی چوکھٹ کو بوسہ دے ۔ م ۔

اور شک نہیں کہ آستانہ بوسی عرفاً انحائے تعظیم سے ہے اور شرعاً اس سے منع ثابت نہیں تو حکم جواز چاہیئے ۔

اقول وباللہ التوفیق مگر یہاں ایک دقیقہ انیقہ[1] اور ہے جس پر اطلاع نہیں ہوتی ، مگر بتوفیق حضرت عزت عز جلالہ شرع مطہر کا قاعدہ عظیمہ جلیلہ معروفہ مشہورہ ہے کہ الامور بمقاصدھا[2] ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔

انما الاعمال بالنیات و	یقیناً اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے
انما لکل امرئ ؛	اور ہر شخص کے لئے وہی اجر ہے

---

[1] عجیب باریک نکتہ ۔ م ۔

[2] کاموں کا مدار ان کے مقاصد پر ہے ۔ م ۔

جس کی اس نے نیت کی ہو۔ م۔

انحنا، یعنی جھکنے اور پیٹھ دوہری کرنے سے کسی کی تعظیم شرعاً مکروہ ہے اور جب بقدر رکوع یا اس سے زائد ہو تو کراہت سخت واشد ہے۔

حدیث میں ہے:

قال رجل یارسول اللہ! الرجل منا یلقی اخاہ اوصدیقہ اینحنی لہ قال لا الحدیث. رواہ الترمذی وابن ماجہ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ! کیا انسان کو اپنے دوست داریا دوست سے ملتے وقت جھکنا چاہیے؟ آپ نے فرمایا نہیں! اسے ترمذی اور ابن ماجہ نے انسؓ سے روایت کیا۔

عالمگیریہ میں ہے:

الانحناء للسلطان ولغیرہ مکروہ لانہ یشبہ فعل المجوس کذا فی جواہر الاخلاطی. یکرہ الانحناء ولا یجوز التحیۃ وبہ ورد النھی کذا فی التمرتاشی تجوز الخدمۃ

عالمگیریہ میں ہے، بادشاہ وغیرہ کے لیے جھکنا مکروہ ہے کیونکہ مجوس کے فعل کے مشابہ ہے جواہر اخلاطی میں ایسا ہی ہے سلام کے وقت جھکنا مکروہ ہے اس کے بارے میں نہی وارد ہوئی ہے۔ تمرتاشی میں یہی ہے غیر اللہ کی تعظیم کھڑے ہوکر، ہاتھ

لغیر اللہ تعالیٰ بالقیام واخذ الیدن والانحنا و لایجوز السجود الا للہ تعالیٰ کذا فی الغرائب انتھی قلت وکان محمل ھذا علی ما اذا لم یبلغ الرکوع فیکرہ تنزیھا وھو یجا مع الجواز کما نصوا علیہ، واللہ تعالیٰ اعلم

پکڑ کے اور جھک کر جائز ہے اور سجدہ اللہ کے سوا کسی کو جائز نہیں غرائب میں ایسا ہی ہے۔ میں کہتا ہوں اس کا مقصد یہ ہے کہ اتنا جھکنا کہ حد رکوع کو نہ پہنچے یہ صرف مکروہ ہوگا، اگرچہ جائز ہے جیسے کہ علماء نے اس کی تصریح کی ہے۔ م۔

مگر محل ممانعت یہی ہے، کہ نفس انحنا سے مقصود اصل غرض تعظیم کما ھو مفاد قولہ اینحنی لہ وفحوے قولھم عند التحیۃ وتعطیہ الحصر فی قولھم بہ ورد النھی .الخ،

اور اگر مقصود کوئی اور فعل ہے، اور انحنا خود مقصود نہیں بلکہ اس فعل کا محض وسیلہ و ذریعہ ہے، تو ہرگز ممانعت نہیں، و ھو اظھر من ان یظھر۔

عالم دین یا سلطان عادل کی تعظیم وخدمت کے لئے اس کا گھوڑا باندھنا یا کھول کر حاضر لانا، یا بچھونا کرنا یا وضو کرانا یا پاؤں دھلانا یا اس کا جوتا اٹھانا یا مجلس سے اٹھتے وقت اس کی جوتیاں سیدھی کرنا، یہ سب افعال تعظیم وتکریم ہی ہیں، اور ان کے لئے جھکنا ضرور مگر یہ انحنا نہ نہار ممنوع

نہیں کہ مقصود ان افعال سے تعظیم ہے، نہ جھکنے سے یہاں تک کہ اگر بے جھکے یہ افعال ممکن ہوں جھکنا نہ ہوگا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بستر مبارک بچھانا، وضو کرانا، حضور جب مجلس میں تشریف رکھیں، نعلین اقدس اٹھا کر اپنے پاس رکھنا، جب تشریف لے چلیں، حاضر لا کر سامنے رکھنا، یہ دونوں جہان کی عزتیں مبارک، معزز خدمتیں بارگاہ رسالت سے حضرت فقیہہ الصحابہ سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سپرد تھیں۔

بخاری شریف میں حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے:

اولیس عندکم ابن ام عبد صاحب النعلین والوسادة والمسواک والمطھرة۔	کیا تمہارے پاس ابن ام عبد جوتوں، گدّے، مسواک اور طہارت حاصل کرنے کے برتن کی حفاظت کرنے والے نہیں؟ ـ م ـ

مرقاۃ میں ہے:

قال القاضی یرید به انه کان یخدم الرسول صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وتلازمه فی الحالات کلها	قاضی (عیاض) نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ (ابن ام عبد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمہ وقت خدمت کیا کرتے

فی صاحبہ فی المجالس ویأخذ نعلہ ویضعھا اذا جلس وحین نھض ویکون معہ فی الخلوات مضجعہ ویضع وسادتہ اذا اراد ان ینام ولیھیٔ لہ طھورہ ویحمل معہ المطھرۃ اذا قام الی الوضوء اھ ؎

کرتے تھے، مجالس میں آپ کے ساتھ رہتے اور جب آپ تشریف رکھتے تو آپ کی نعلین پاک رکھتے، اور جب اٹھتے تو بھی، اور تنہائیوں میں آپ کے ہمراہ ہوتے اور آپ کا بستر درست فرماتے تھے۔ جب آپ سونے کا ارادہ فرماتے تو آپ کا بچھونا بچھاتے تھے اور پاکیزگی کے لئے پانی تیار کرتے تھے، جب آپ وضو کا ارادہ فرماتے تھے۔ م۔

اور سب سے اظہر و ازہر وہ حدیثیں ہیں جن میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم مبارک چومنا وارد۔ فقیر نے یہ حدیثیں اپنے فتاویٰ میں جمع کی ہیں از انجملہ، حدیث وفد عبدالقیس کہ امام بخاری نے ادب مفرد اور ابوداؤد نے سنن میں حضرت زارع بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

فجعلنا نتبادر فنقبل ید رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورجلہ ؎

ہم جلدی جلدی دوڑے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ پیر چومنے لگے۔ م۔

ظاہر ہے کہ پاؤں چومنے کے لئے تو زمین تک جھکنا ہوگا، مگر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جائز رکھا کہ مقصود بوسۂ قدم سے تعظیم ہے نہ نفس انحنا سے یہی سر نفیس ہے، کہ علمائے کرام نے تحیت ومجرا کے لئے زمین بوسی کو حرام بتایا کہ اس میں جھکنے ہی سے تعظیم کی جاتی ہے، یہاں تک کہ زمین کو منہ لگا دیا۔

علمگیریہ میں ہے:

من سجد للسلطان علی وجه التحیة او قبل الارض بین یدیه لا یکفر ولکن یأثم لارتکابه الکبیرة وهو المختار کذا فی جواهر الاخلاطی وفی الجامع الصغیر تقبیل الارض بین یدی العظیم حرام وان الفاعل والراضی اثم کذا فی التاتارخانیه وتقبیل الارض بین یدی العلماء والزهاد فعل الجهال الفاعل والراضی

جس نے سلام کے طور پر بادشاہ کو سجدہ کیا یا اس کے سامنے زمیں بوسی کی تو کافر تو نہ ہوگا، گنہگار ہے، کیونکہ وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ یہی مختار ہے جواہر اخلاطی میں یہی ہے۔ جامع صغیر میں ہے کسی بڑے آدمی کے سامنے کی زمین کو بوسہ دینا حرام ہے، یہ کرنے والا اور اس پر راضی دونوں گنہگار ہیں، تتارخانیہ میں ایسا ہی ہے، علماء اور بزرگوں کے سامنے سجدہ کرنا جاہلانہ کام ہے

اثمان کذا فی الغرائب انتہی باختصار۔ | کرنے والا اور راضی دونوں گنہگار ہیں۔ غرائب میں ایسا ہی ہے بہ اختصار۔ م۔

اور علمائے کبار بے نکیر و انکار زمین مدینہ طیبہ کو بوسہ دینے اور اس کی خاک پر منھ اور رخسار سے ملنے کی قسمیں کھاتے اور ممکن ہو تو وہاں آنکھوں اور سر سے چلنے کی تمنائیں فرماتے اور اسی کو واجب بلکہ پورے واجب سے بھی کم بتاتے ہیں کہ یہاں تعظیم بالانحنا مقصود نہیں بلکہ براہ محبت وبطور تبرک اس زمین پاک کو بوسہ دینا اس کی خاک سے چہرہ نورانی کرنا، بن پڑے تو پاؤں رکھنے سے اس عظمت والے مقام کو بچانا۔

امام اعظم قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب الشفا فی تعریف حقوق المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں:

وجدیر لمواطن اشتملت تربتھا علی جسد الشریف ومواقف سید المرسلین ومتبوأ خاتم النبیین واول ارض مس جلد المصطفیٰ ترابھا ان تعظم عرصاتھا وتنسم

اھ مختصراً، یعنی، لائق ہے ان مواضع کو جن کی زمین جسم پاک سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مشتمل ہے۔ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قیام گاہیں، خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جائے قرار

نفحاتها وتقبل ربوعها — اور وہ پہلی زمین جس کی مٹی نے
وجدرانها — جسمِ پاک مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے مس کیا کہ اس کے میدانوں کی تعظیم کی جائے اور اس کی مہکتی ہوئی خوشبوئیں سونگھی جائیں اور منزلیں اور دیواریں چومی جائیں۔

وعلی عهد ان ملأت محاجری
من تلکما الجدران والعرصات
لاعفرن مصون شیبی بینها
من کثرة التقبیل والرشفات

(ترجمہ اشعار) اور مجھ پر عہد ہے کہ اپنی آنکھوں کے گوشے ان دیواروں اور میدانوں سے بھروں گا، خدا کی قسم میں اپنی سفید ڈاڑھی کہ گرد وغیرہ سے بچائی جاتی ہے، ان میدانوں میں کثرت بوسہ بازی سے ضرور خاک آلودہ کروں گا۔

علامہ سندھی، تلمیذ امام ابن الہمام نے لباب المناسک میں فرمایا:

اذا وقع البصر علی طیبة واشجارها المعطرة بخیرالدارین وصل وسلم علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والاحسن

یعنی، جب مدینہ طیبہ اور اس کے مہکتے ہوئے درختوں پر نظر پڑے دونوں جہاں کی بھلائی مانگے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صلوٰۃ وسلام عرض

ان ينزل من راحلته تقربها ويمشي حافيا ان اطاق تواضعا لله ورسوله صلى الله تعالى عليه وسلم وكلما كان ادخل في الادب والاجلال كان حسنا بل لو مشى هناك على احداقه وبذل المجهود من تذلل لله وتواضعه كان بعض الواجب بل لم يف بمعشار عشرة ؛

کرے اور بہتر یہ ہے کہ مدینہ طیبہ کے قریب سواری سے اتر لے۔ اور ہو سکے تو روتا ہوا برہنہ پا چلے، اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے تواضع کے لئے اور جو کچھ ادب وتعظیم میں زیادہ دخل رکھے خوب ہے، بلکہ وہاں آنکھوں کے بل چلے، اور تذلل و فروتنی میں پوری کوشش خرچ کر دے تو واجب کا ایک حصہ ہو بلکہ سوواں بھی ادا نہ ہو۔ اللّٰھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ کما ینبغی فی حقہ العظیم آمین ۔

امام احمد قسطلانی، صاحب ارشاد الساری شرح صحیح بخاری شریف میں امام حافظ الحدیث فقیہ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن رشد سے نقل فرماتے ہیں:

"سفر مدینہ طیبہ میں میرے رفیق ابو عبد اللہ وزیر ابن القاسم بن الحکم ساتھ تھے، ان کی آنکھیں دکھتی تھیں، جب

میقات مدینہ طیبہ پر آئے، ہم سواریوں سے اتر لئے۔ پیادہ پا چلتے ہی انھیں آثار شفا نظر آئے، فوراً حسب حال ارشاد کیا:

وبالتراب منها اذا کحلنا جفوننا
شفینا ولا بأسا نخاف ولا کربا
نسح سجال الدمع فی عرصاته
ونلثم من حب مواطنه التربا

جب اس کی خاک کا ہم نے سرمہ لگایا شفا پائی تو اب کسی شدت و تکلیف کا اندیشہ نہیں۔ ہم آنسوؤں کے ڈول اس کے میدانوں میں بہاتے ہیں اور اس زمین پر چلنے والے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں خاک کو چومتے ہیں''

پھر خود اپنے حال میں فرماتے ہیں۔ جب ہم مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے اور سب اہل قافلہ پیادہ ہو گئے، میں نے کہا:

اتیتك زائرا و وددت انی
جعلت سواد عینی امتطیه
ومالی لا اسیر علی الماقی
الی قبر رسول الله فیه

میں زیارت کے لئے حضور میں حاضر ہوا اور تمنا تھی

کہ اپنی آنکھ کی پتلی پر اس پر اس راہ میں چلوں آنکھوں کے بل اس مزار پاک کی طرف جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ فرما ہیں۔

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نسیم الریاض شرح شفا اضی عیاض فرماتے ہیں

کان الشیخ احمد بن الرفاعی کل عام یرسل مع الحجاج السلام علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلما زارہ وقف تجاہ مرقدہ وانشد ؎

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلھا
تقبل الارض منی فھی نائبتی
وھذہ نوبۃ اشباح قد حضرت
فامدد یمینک لکی تحظی بھا شفتی

فقیل ان الید الشریفۃ بدأت لہ فقبلھا وھنیئاً لہ ثم ھنیئاً ؎

یعنی، امام اجل قطب اکمل حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر سال حاجیوں کے ہاتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام عرض کر بھیجتے۔ جب خود حاضر آئے مزار اقدس کے سامنے کھڑے ہوئے اور عرض

کی کہ ے

میں جب دور تھا، تو اپنی روح بھیج دیتا تھا کہ میری
طرف سے زمین کو بوسہ دے، تو وہ میری نائب تھی
اور اب باری بدن کی ہے کہ جسم خود حاضر ہے، دست
مبارک عطا ہو کہ میرے لب اس سے بہرہ پائیں۔

کہا گیا کہ دست اقدس ان کے لئے ظاہر ہوا۔ انھوں
نے بوسہ دیا، تو بہت بہت مبارک ہو ان کو۔

علامہ احمد بن مقری فتح المتعال میں فرماتے ہیں، جب امام اجل
علامہ تقی الملت والدین ابو الحسن علی سبکی ملک شام میں بعد وفات
امام اجل ابو زکریا مدرسہ جلیلہ اشرفیہ میں دار الحدیث کے درس دینے
پر مقرر ہوئے فرمایا:

وفی دار الحدیث لطیف معنیٰ
الیٰ بسط لھا اصبوا واٰوی
لعلی ان امس بحر وجھی
مکانا مس قدم النواوی

دار الحدیث میں ایک معنی لطیف ہے۔ میں اس کے
بستروں کی طرف میل کرتا اور قرار پکڑتا ہوں۔ شاید
میرا چہرہ لگ جائے اس جگہ پر جہاں امام نووی کے
قدم چھو گئے ہوں۔

پس خلاصہ امر یہ قرار پایا، کہ اگر آستانہ بلند ہو کہ بے جھکے بوسہ دے سکے تو بلاشبہ اجازت ہے اور اگر پست خصوصاً زمین دوز ہو تو اگر ولی زندہ یا مزار سامنے ہے، اس کے مجرے کی نیت سے جھک کر بوسہ دیا تو نا جائز ہے اور اگر محض بہ نظر تبرک اور جب اپنے نفس انحنا سے تعظیم مقصود نہ ہو تو کچھ حرج نہیں ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التحقیق، پھر بھی عالم مقتدا اور اسی طرح پیر اس شخص کو جس کے کچھ اتباع ہوں، کہ اس کے افعال اتباع کریں، اسے مناسب ہے کہ اپنے عوام متبعین کے سامنے نہ کرے، مبادا وہ فرق نیت پر آگاہ نہ ہوں اور اس کے فعل کو سند جان کر بے محل بجالائیں۔ ایسی حالت میں صرف اس قدر کافی ہے کہ آستانے کو ہاتھ لگا کر اپنی آنکھوں اور منہ پر پھیر لے جس طرح عبداللہ بن عمر وغیرہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم منبر انور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کرتے تھے۔

شفا شریف میں ہے:

روی، ابن عمر واضعا یدہ علی مقعد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من المنبر ثم وضعها علی وجهه عن ابن قسیط والمجتبیٰ کان اصحاب النبی صلی	ابن عمر رضی اللہ عنہ کو اس حال میں دیکھا گیا کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف پر اس جگہ ہاتھ لگایا جہاں آپ تشریف رکھتے تھے پھر اس کو اپنے منہ پر لگایا۔ ابن قسیط اور

الله تعالیٰ علیه وسلم
اذا خلا المسجد جسّوا رمانة
المنبر التی تلی القبر بمیا
منهم ثم استقبلوا القبلة
یدعون ؎

محتلبی سے مروی ہے کہ اصحاب
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم، جب مسجد خالی ہوتی تھی
تو اس کے کنگرہ کو اپنے دائیں
ہاتھوں سے چھوتے تھے، جو منبر
کے قریب تھا پھر قبلہ رو ہو کر دعائیں کرتے تھے۔ م۔

یہ دونوں حدیثیں امام ابن سعد نے کتاب الطبقات میں روایت کیں کما فی مناهل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء۔

علامہ خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

وهذا یدل علی الجواز
التبرک بالانبیاء
والصّٰلحین وآثارهم
وما یتعلق بهم ما لم یؤد
الی فتنة او فساد عقیدة
وعلی هذا یحمل ما روی
عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ
عنه من انه قطع الشجرة
التی وقعت تحتها البیعة
لئلا یفتتن بها الناس

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء اور
صالحین اور ان کے آثار سے
اور متعلقات سے تبرک حاصل
کرنا جائز ہے، بشرطیکہ فتنہ
یا فساد عقیدہ پیدا نہ ہو اور اسی
پر وہ حدیث محمول ہے جو ابن
عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے
اس درخت کو کاٹ دیا تھا جس
کے نیچے بیعت (رضوان) لی
گئی تھی، کیونکہ لوگ جاہلیت

لقرب عهدهم بالجاهلية فلا منافاة بينهما ولا غيرة بمن انكر مثله من جهلة عصرنا وفي معناه انشد

کے زمانے سے قریب تھے تو فتنے کا احتمال تھا، اور ان دونوں میں کوئی منافاۃ نہیں اور ان لوگوں کا کوئی اعتبار نہیں جو ہمارے زمانے کے جاہلوں میں سے ہیں۔ اسی مضمون کو ایک شاعر نے ادا کیا ہے ؎

امر علی الدیار دیار لیلیٰ
اقبل ذا الجدار وذا الجدارا
وما حب الدیار شغفن قلبی
ولکن حب من سکن الدیارا

شعر: میں لیلیٰ کے شہر پر گذرتا ہوں، اس دیوار اور اس دیوار کو چومتا ہوں، شہروں کی محبت نے میرے دل کو نہیں گھیرا ہے، یہ تو ان لوگوں کی محبت ہے جو اس شہر میں رہتے ہیں۔

-م-

واللہ سبحٰنہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اَلْحُجَّۃُ الْفَآئِحَہ

تصنیف، اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

دن معیّن کر کے مردے کی فاتحہ اور اس کو
ایصال ثواب جائز ہے۔

تقدیم

مرنے کے بعد میت نہ تو کوئی نیک کام کر سکتی ہے اور نہ ہی توبہ و استغفار، اسلام نے مرنے والوں کی بخشش کا ایک ذریعہ ان کے زندہ بھائیوں کو بنایا ہے اور زندوں کو یہ حق مرحمت فرمایا ہے کہ وہ نیکیاں کر کے اللہ کے حضور دعا کریں کہ ان کا ثواب ان کے مردہ مسلمان بھائیوں کو پہنچے۔ اس موضوع پر قرآن و حدیث میں بے شمار دلائل ہیں۔ قرآن کریم میں ایک جگہ ہے:

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا

اے میرے رب، تو ان دونوں پر (ماں باپ پر) رحم فرما جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔

دوسری آیت میں ہے:

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَان ط

اور وہ جو ان کے بعد آئے، کہتے ہیں اے ہمارے
رب ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو
بحالت ایمان ہم سے پہلے گذر چکے ہیں

ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ زندہ لوگ مردوں کو کچھ فیض
پہنچا سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے بعد والے لوگوں کی تعریف ومدح کے
طور پر یہ بات بتائی ہے کہ وہ اپنے مردوں سے لاتعلق نہیں ہو جاتے
ہیں بلکہ ان کے حق میں دعائے خیر اور طلب مغفرت کرتے ہیں۔

یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ اگر مردوں کو زندوں کے کسی فعل
سے کچھ فائدہ نہیں پہنچتا ہے تو دعا بھی زندوں کا فعل ہے یہ عبث اور
بے کار ہوں اس لئے قرآن میں یہ بیان کیا جاتا، کہ بعد والے
بڑے بے عقل ہیں کہ مردوں کیلئے طلب مغفرت، جو ایک عبث
کام ہے، کرتے ہیں، ان کو جو کچھ ملنا تھا، ان کے اپنے اعمال سے
ملنا تھا، سو وہ ختم ہو گئے، لیکن اس کے برعکس قرآن نے ان لوگوں
کی تعریف کی، جو اس امر کا غیر مبہم ثبوت ہے کہ زندوں کی کوششیں
مردوں کے حق میں بار آور ہوتی ہیں اور یہ لیس للانسان الا
ما سعیٰ سے متصادم نہیں۔

یہاں یہ شبہ نہ ہونا چاہیئے کہ اس طرح تو زندہ لوگ

عمل صالح چھوڑ دیں گے کیونکہ جب انھیں معلوم ہوگا کہ مرنے کے بعد محلے والے اور مسجد والے ہمیں از خود بخشوالیں گے تو پھر خواہ مخواہ عمل خیر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب ظاہر ہے، کہ ایسا سوچنے والا سخت خسارے میں ہے۔ اوّل تو اس کو کیا معلوم کہ دوسرے اس کے لئے دعائے مغفرت کریں گے بھی یا نہیں دوسرے یہ کہ اللہ کے یہاں ان کی دعائے مغفرت مرتبۂ قبولیت بھی حاصل کر سکے گی یا نہیں، اس لئے ہر شخص کو چاہیے کہ خود ہی مصروفِ عمل رہے، دوسروں کا تو محض ایک سہارا ہے اس مسئلے کو اس کی تمام تفصیلات اور دلائل سے اس رسالے میں ملاحظہ کیجئے۔

الحجۃ الفائحہ لطیب التعین والفاتحہ

۱۳ ــــــ ۷

یعنی مہکنے والی حجت فاتحہ اور دن کی تعیّن پر
یہ اعلیٰحضرت کے فارسی رسالے کا ترجمہ ہے۔

مرتب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتا

تیجا، دسواں، چالیسواں، ششماہی اور سالانہ (ایصال ثواب) دیار ہند میں جو مروج ہے اسے بعض علمار بدعت قبیحہ اور مکروہ کہتے ہیں اور کئی اقوال اس کی درستی پر دال ہیں، عام لوگ مردوں کو ثواب پہنچانے کی نیت سے کھانا پکاتے ہیں اور دونوں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھتے ہیں، اسے علمار ظاہر، غیر مقلد فاتحہ کی وجہ سے مردار اور حرام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

استفتاء

سوم و دہم و چہلم و شش ماہی و سالیانہ کہ دریں دیار ہند مروج است او را بعض علمار بدعت شنیعہ، مکروہ گویند و اقوال چند بر درستی اوست وطعامے کہ بعد موتے بہ نیت ثواب می پزند و ہر دو دست برداشتہ فاتحہ دہند آں را علمائے ظواہر غیر مقلدین بباعث فاتحہ مردار و حرام دانستہ گویند ایں طریقہ در زمانہ نبوی و اصحاب کبار مصطفوی و تابعین و اتباع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نبود بلکہ طعام

جانتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ طریقہ زمانۂ نبوی، صحابۂ کرام، تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے دور میں نہ تھا لہٰذا بزرگان دین کی نیاز (ایصال ثواب) کا طعام اور شیرنی مردار کی طرح ہے۔ بنابریں شریعت کا جو حکم واجب التعمیل ہو سند کتاب سے بیان فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

مختصراً اس مسئلے میں حرف آخر یہ ہے کہ ایصال ثواب اور اموات کو ہدیۂ اجر پہنچانا تمام اہل سنت وجماعت کے اتفاق سے پسندیدہ اور شریعت میں مستحب ہے۔ حضور سید الابرار علیہ افضل الصلاۃ

وشیرنی کہ نیاز بزرگان دین است مثل مردار پس دریں مسئلہ ہرچہ حکم شرعی واجب التعمیل باشد بیان فرمائید بسند کتاب۔ بینوا توجروا۔

الجواب

قول فیصل وسخن مجمل دریں باب آنست کہ ایصال ثواب و ہدیۂ اجر بہ اموات بہ اجماع کافۂ اہلسنت وجماعت امریست مرغوب ودر شرع مندوب، احادیث بسیار از حضور سید الابرار علیہ افضل الصلوٰۃ من الملک الجبار در ترغیب وتصویب ایں کار وارد شد۔ امام علامہ محقق علی الاطلاق در فتح القدیر وامام علامہ فخر الدین زیلعی، در

من الملک الجبار سے بہت سی حدیثیں اس کارخیر کی تصویب و ترغیب میں وارد ہوئی ہیں، امام علامہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اور امام علامہ فخر الدین زیلعی نے نصب الرایہ میں اور علامہ جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں، علامہ فاضل ملا علی قاری نے مسلک متقسط میں اور دیگر ائمہ نے دیگر کتب میں ان میں سے کچھ احادیث ذکر فرمائی ہیں۔ بے شک اس کارخیر کا انکار بے وقوف جاہل کر سکتا ہے، یا پھر گمراہ اور باطل پرست۔ اس دور کے اہل بدعت (امور خیر کے منکر) جن میں مخفی طور پر خونِ اعتزال جوش زن ہے معتزلہ کی نیابت اور وکالت میں ایصال ثواب کا انکار کرتے ہیں اور اہلسنت کے اجماع

در نصب الروایہ و امام علامہ جلال الدین سیوطی در شرح الصدور فاضل علامہ علی قاری در مسلک متقسط وغیرہم فی غیرہا بذکر برخی از انہا پرداختہ اند۔ وخود انکار ایں کار نیاید مگر از سفیہ جاہل یا ضال مبطل، مبتدعانِ زمانہ راکہ خونِ پنہان معتزلیت بجوش آمدہ است در پردہ ترخیص نیابت وتخصیص وکالت اہدائے ثواب را انکار کنند و پیش خویش اجماع قطعی اہلسنت را برہم زنند۔ باز بشہادت احادیث کثیرہ وجزم وتصحیح جمہور ائمہ وصول ثواب خاص بقربات مالیہ نیست بلکہ مالیہ وبدنیہ ہر دو را عام ہمیں است، مذہب ائمہ حنفیہ وبریں اند بسیارے از محققین شافعیہ وعلیہ الجمہور وبوابح الصحیح

یقینی کا یکسر انکار کر دیتے ہیں۔ پھر دیکھی پیش نظر رہے) کہ بہت سی حدیثوں کی روشنی میں یہ امر ثابت ہے اور اسی کو جمہور ائمہ نے صحیح ومعتمد قرار دیا ہے کہ ثواب کا پہنچنا عبادات مالیہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عبادات مالیہ اور بدنیہ دونوں کو شامل ہے۔ یہی ائمہ حنفیہ کا مذہب ہے، بہت سے شافعی محقق اسی کے قائل ہیں، اسی پر اکثر علما ہیں اور یہی صحیح اور راجح ومنصور ہے پھر دیکھی تو دیکھئے) کہ قرآن مجید پڑھنا اور صدقہ کرنا اور ان دونوں کا ثواب مسلمانوں کو پہنچانا، اس میں یہی تو ہے کہ ایک اچھے کام کو دوسرے اچھے کام سے اور ایک مستحب کو دوسرے مستحب سے جمع کر دیا گیا ہے اور ہرگز ان میں سے ایک دوسرے کو منافی نہیں جیسے

الرجیح المنصور، بازاجاع ایں ہر دو کہ ہم قرآن خوانند وہم تصدق کنند و ثواب ہر دو بمسلماناں رسانند، نیست مگر جمع حسن باحسن ومندوب بامندوب وزنہار یکے بادیگرے منافی نیست کالتلاوۃ من المصحف فی الصلوٰۃ نہ شرع بہ انکار ایں جمع وارد شد کقراءۃ القرآن فی الرکوع والسجود، پس اورا مخذور گفتن از دائرہ عقل بیروں رفتن است، امام حجۃ الاسلام، محمد غزالی قدس سرہ العالی در احیاء فرماید اذا لم یحرم الآحاد فمن این یحرم المجموع وہم در آنست ان افراد المباحات اذا اجتمعت کان ذالک المجموع مباحاً۔ تمام تحصیل ایں اصل، انیق امام المدققین ختم المحققین حضرت والد قدس

نماز میں قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا اور نہ ہی شریعت نے ان دونوں کو جمع کرنے سے منع کیا ہے جیسے کہ رکوع و سجود میں قرآن مجید پڑھنے سے لہٰذا ان دو اچھے کاموں کے جمع کرنے) کو ممنوع کہنا دائرہ عقل و خرد سے باہر جانے کے برابر ہے۔ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

"جب ایک ایک کام حرام نہیں تو مجموع کیوں حرام ہوگا۔"

اسی میں ہے:

"چند مباح جمع ہوجائیں تو مجموع بھی مباح رہے گا۔"

اس نفیس قاعدے کی تحقیق امام المدققین خاتم المحققین حضرت

سرہ الماجد در کتاب مستطاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" ارشاد فرمودہ اند و ایں معنی را از حدیث صحاح استنباط نمودہ من شاء فلیتشرف بمطالعتہ و خود معلم اول طائفہ مانعین مولوی اسماعیل را خوبیٔ ایں اجتماع قرآن و طعام مقبول و مسلم است، در صراط مستقیم چناں راہ اعتراف و تسلیم پوید:

"ہر گاہ ایصال نفع بمیت منظور دارد موقوف بر اطعام
نہ گزارد، اگر میسر باشد بہتر است والا ثواب سورہ فاتحہ
و اخلاص بہترین ثوابہا است اھ"

و شک نیست کہ طریقہ ایصال ثواب دعا بجناب رب الارباب است

والد قدس سرہ الماجد نے کتاب مستطاب " اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" میں فرمائی ہے اور یہ مطلب صحیح حدیثوں سے استنباط فرمایا ہے، جو چاہے اس کے مطالعے کا شرف حاصل کرے۔ خود منع کرنے والے فرقے کے امام اول مولوی اسمٰعیل دہلوی کے نزدیک کلام مجید اور طعام کے اجتماع کی خوبی ہے و مسلم ہے، صراط مستقیم" میں اس طرح راہ تسلیم واعتراف پر چلتے ہیں:

"جب میت کو نفع پہنچانا ہی مقصود ہے تو کھانا کھلانے پر توقف نہیں ہونا چاہیئے، اگر میسّر ہو تو بہتر ہے ورنہ سورۂ فاتحہ اور سورہ اخلاص کا ثواب نہایت بہتر ہے۔"

جل جلالہ، امام الطائفہ در صراط مستقیم گوید:

"ہر عبادتیکہ از مسلمان ادا شود و ثواب آں بروح کسے از گزشتگاں برساند و طریق رسانیدن آں دعائے خیر بجناب الٰہی است، پس ایں خود البتہ بہتر و مستحسن است۔"

دو دست برداشتن از آداب مطلق دعا است، در حصن حصین فرماید آداب الدعا منہا بسط الیدین میں ورفعھا، یعنی ہر دو دست برداشتن بحکم حدیث صحاح ستہ از آداب دعا است و از ائمہ وعلما ئے ما چہ گوئی خود معلم ثانی .... منکرین در مسائل اربعین گوید:

" دست برداشتن برائے دعا وقت تعزیت ظاہر اجواز است،

اس میں شک نہیں کہ ایصال ثواب کا طریقہ رب الارباب جل وعلا کے دربار میں دعا ہی ہے، امام الطائفہ صراط مستقیم میں لکھتے ہیں :

"مسلمان جو عبادت ادا کرے اور اس کا ثواب کسی گذرے ہوئے کی روح کو پہنچادے اور ثواب پہنچانے کا طریقہ جناب الہٰی میں دعائے خیر ہے۔ یہ بھی یقیناً بہتر اور خوب ہے۔"

ہاتھوں کا اٹھانا مطلق دعا کے آداب سے ہے، حصن حصین میں فرماتے ہیں "آداب الدعاء منہا بسط الیدین ت مس ور فعہا" یعنی

زیرا کہ حدیث شریف رفع یدین در دعا مطلقاً ثابت شدہ پس در ایں وقت ہم مضائقہ نہ دارد لیکن تخصیص آں برائے دعا وقت تعزیت ماثور نیست اھ"

ببینید باآنکہ خصوصیت راغیر ماثور گفت اما بہ دلیل اطلاق استظہار جواز کرد و در فعل او ہیچ مضائقہ نہ دید۔ بالجملہ ازیں امور زنہار چیزے نیست کہ در شرع مطہر منتکر باشد و مجرد عدم، ورود خصوصیات را مطلقاً متلزم منع دانستن غلطی است واضح وجہلے فاضح، فقیر بعون القدیر ایں مبحث را در مجموعہ مبارکہ البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ روشن تر گفتہ ام وعلمائے سنت بارہا ایں مدعیان را تاخانہ رسانده

صحاح ستہ کی احادیث سے ثابت ہے کہ دونوں ہاتھوں کا اٹھانا آداب دعا سے ہے، ہمارے ائمہ وعلمار کا کیا پوچھتے ہو خود طائفہ منکرین کا امام ثانی (مولوی محمد اسحٰق)، "مسائل اربعین میں کہتا ہے:

"تعزیت کے وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا، ظاہر یہ ہے کہ جائز ہے، اس لئے کہ حدیث شریف میں مطلقاً دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا ثابت ہے لہٰذا اس وقت بھی مضائقہ نہ ہوگا لیکن بالخصوص تعزیت کے وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا منقول نہیں ہے:"

دیکھئے، بالخصوص (تعزیت کے وقت دعا کے لئے) ہاتھ اٹھانے کو

و برخاک مذلت نشانده اند حاجت تفصیل وتطویل نیست اما انچہ امام الطائفہ باوجود تسلیم عدم ورود دریں باب گفتہ است شنیدن دارد در تقریر ذبیحہ مطبوعہ رسالہ زبدۃ النصائح می گوید:

"ہمہ اوضاع از قرآن خوانی وفاتحہ خوانی وطعام خورانیدن سوائے کندن چاہ وامثالہ ودعا واستغفار واضحیہ بدعت است گو بدعت حسنہ بالخصوص است مثل معانقہ روز عید ومصافحہ بعد نماز صبح یا عصر اھ"

ارباب طائفہ امام خودشاں پرسند کہ باآنکہ ایں طریقہ ہارا عموماً وفاتحہ خوانی راخصوصاً بدعت ومحدث میدانی چہ گونہ حسنہ می گوئی وخلاف طائفہ

غیر منقول کہا لیکن مطلق (دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کی حدیث) سے جواز کی تائید کی اور کہا کہ اس طرح کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں الحاصل ان امور سے ہرگز کوئی ایسا امر نہیں جو شریعت مطہرہ میں ناپسندیدہ ہو۔ محض کسی امر کے خصوصی طور پر (حدیث شریف) میں، وارد نہ ہونے کو مطلقاً ممنوع ہونے کی دلیل جاننا واضح غلطی اور جہالت ہے۔ فقیر نے بفضلہ تعالیٰ اس بحث کو مجموعۂ مبارکہ "البارقۃ الشارقۃ علیٰ مارقۃ المشارقۃ" میں بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ علمائے اہل سنت نے ان دعویداروں کو بارہا گھر تک پہنچایا اور خاک ذلت پر بٹھایا ہے تفصیل اور طوالت کی ضرورت نہیں لیکن..... امام الطائفہ (ثانی) نے عدم

راہ می پوئی باز ذکر معانقہ عید سنگ آمد وسخت آمد آرے تلون ایں امام متبعانش را کار بجاں وکار با استخواں رسانده است ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، وکلام معلم ثانی حالا گذشت کہ باوجود عدم ثبوت خصوصیت مضائقہ نہ دانست۔

اکنوں آمدیم بر نقل چند اقوال دیگر از کبرا، وعمائد واساتذہ ومشائخ امام الطائفہ تا بے باک رواں دانند کہ بے منع شرع تحریم فاتحہ، زباں کشودن وطعام فاتحہ وشیرینی نیاز بزرگان قدست اسرارہم را حرام ومردار گفتن چہ کیفر با کہ نمی چشانند وکدام بدروز نمی نشانند۔ شاہ ولی اللہ در انفاس العارفین از والد خودشاں شاہ عبدالرحیم نقل کنند:

درود کو تسلیم کرنے کے باوجود اس مسئلے میں جو کچھ کہا ہے سننے سے تعلق رکھتا ہے۔ رسالہ مطبوعہ زبدۃ النصائح میں تقریر ذبیحہ میں کہتے ہیں:

"کنواں کھودنے اور ایسی ہی دوسری چیزوں اور دعا و استغفار و قربانی کے علاوہ قرآن خوانی فاتحہ خوانی اور کھانا کھلانے کے تمام طریقے بدعت ہیں گو بالخصوص بدعت حسنہ ہیں مثلاً عید کے دن معانقہ کرنا اور صبح یا عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا اھ"

طائفہ منکرین، کو اپنے امام (ثانی) سے پوچھنا چاہیے کہ آپ ..... ان طریقوں کو عموماً اور فاتحہ خوانی کو خصوصاً بدعت و محدث جانتے ہیں اس کے

"می فرمودند، در ایام وفات حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم چیزے فتوح نشد کہ نیاز آں حضرت طعام پختہ شود، قدرے نخود بریاں وقند سیاہ نیاز کردم الخ، در در ثمین فی مبشرات النبی الامین ہمیں سخن را چنیں آوردند۔ الحدیث الثانی والعشرون اخبرنی سیدی الوالد قال کنت اصنع طعاما صلۃ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یفتح لی سنۃ من السنین شئی اصنع بہ طعاما فلم اجد الا حمصا مقلیا فقسمتہ بین الناس فرایتہ صلے

باوجود "حسنہ" کس طرح کہتے ہیں اور طائفہ (وہابیہ) کے خلاف راستہ کیسے اختیار کرتے ہیں پھر عید کے دن معانقے کا ذکر تو اور بھی دشوار ہے۔ ہاں اس امام کی تلون مزاجی کی وجہ ہی سے ان کے متبعین کو جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ معلم ثانی کا کلام ابھی گذرا ہے کہ اس نے خصوصیت کے وارد نہ ہونے کے باوجود مصافحہ نہ جانا۔

اب ہم امام الطائفہ کے اکابر معتمدین اساتذہ ومشائخ سے چند اقوال نقل کرتے ہیں تاکہ بیباک روجان لیں کہ شریعت کے منع کئے بغیر "فاتحہ" کو حرام کہنا اور فاتحہ کے طعام، بزرگان دین قدست اسرارہم کی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبین یدیہ ھذا الحمص

مبتھجا بشاشا:

شاہ صاحب مذکور در "انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" نویسند:

"برقدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت بخوانند وحاجت از خدائے تعالیٰ سوال نمایند ہمیں طور ہر روز، میخوانندہ باشند" اھ

لفظ شیرینی وفاتحہ ہر روز ازیاد مرواد۔ شاہ صاحب مسطور در ہمعات گویند: ازایں جاست حفظ اعراس مشائخ ومواظبت زیارت قبور ایشاں والتزام فاتحہ خواندن وصدقہ دادن برائے ایشاں"

نیاز کی شیرینی کو حرام و مردار کہنا کیسی سزائیں چکھاتا ہے اور کیسے برے دن دکھاتا ہے، شاہ ولی اللہ انفاس العارفین میں اپنے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ آپ فرماتے تھے :

"(ایک دفعہ) حضرت رسالت پناہ کی رحلت کے دنوں میں کوئی چیز میسر نہ ہوئی کہ کھانا پکا کر آپ کی نیاز دی جاسکے میں نے کچھ بھنے ہوئے چنے اور گڑ بطور نیاز دیا" الخ

در ثمین فی مبشرات النبی الامین میں اسی بات کو اس طرح بیان کرتے ہیں :

بائیسویں حدیث۔ مجھے میرے والد ماجد نے بتایا کہ میں

شاہ صاحب مزبور در فتوائے مندرجہ زبدہ النصائح گویند :

"اگر ملیدہ و شیر برنج بنابر فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بہ روح پزند و بخورانند مضائقہ نیست جائز است وطعام نذر اللہ اغنیاء را خوردن حلال نیست واگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیاء را ہم خوردن دراں جائز است"۔

شاہ صاحب مرحوم ہم در انفاس العارفین نگارند :

"حضرت ایشاں در قصبہ ڈاسنہ بہ زیارت مخدوم اللہ دیا رفتہ بودند وشب ہنگام بود در آں فرمودند مخدوم

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ثواب
پیش کرنے کے لئے کھانا پکایا کرتا تھا، ایک سال
مجھے کھانا تیار کرنے کے لئے کچھ نہ ملا، صرف بھنے
ہوئے چنے ملے، میں نے وہی لوگوں میں تقسیم کر دیئے
میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شاداں و فرحاں
دیکھا۔ آپ کے سامنے وہی چنے تھے۔"

یہی شاہ صاحب، انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، میں لکھتے ہیں کہ:
"کچھ شیرینی پر عموماً خواجگانِ چشت کے نام فاتحہ
پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے حاجت کی دعا کریں۔ ہر روز

ضیافت ما می کنند، دمی گویند کہ چیزے خوردہ روید
توقف کردند تا آنکہ اثر مردم منقطع شد و ملال بریاراں
غالب آمد، آنگاہ زنے بیاید طبق برنج و شیرینی برسر
وگفت کہ نذر کردہ بودم کہ اگر زوج من بیاید ہماں
ساعت ایں طعام پختہ بہ نشینندگان درگاہ مخدوم
اللہ دیار سانم دریں وقت آمد، الفائے نذر کردم، و
آرزو کردم کہ کسے آں جا باشد تا تناول کند۔"

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب در تحفۂ اثنا عشریہ فرمایند:
"حضرت امیر و ذریۂ طاہرہ او را تمام امت بر مثال پیران

اسی طرح پڑھیں:
لفظ "شیرینی" اور "فاتحہ ہر روز" قابل یادداشت ہے۔ یہی شاہ صاحب "ہمعات" میں فرماتے ہیں:

"اسی لئے مشائخ کے عرسوں کی پابندی اور ان کی قبور کی باقاعدہ زیارت اور ان کے لئے فاتحہ پڑھنے اور صدقہ دینے کا التزام کیا جاتا۔"

یہی شاہ صاحب زبدۃ النصائح میں مندرجہ فتویٰ میں فرماتے ہیں کہ:

"اگر ملیدہ اور کھیر بطور فاتحہ کسی بزرگ کی روح کو ثواب پہنچانے کی نیت سے پکائیں اور کھلائیں تو

ومرشداں می پرستند وامور تکوینیہ را وابستہ بایشاں می دانند وفاتحہ ودرود وصدقات ونذر بنام ایشاں رائج ومعمول گردید وچنانچہ باجمیع اولیاء ہمیں معاملہ است۔"

ایں عبارت سراپا بشارت کہ حرف حرفش بر سر مخالف برقے خاطف یارے کہ تا صعت حرف حرف بخاطر باید داشت واز مخالفاں پرسید کہ شاہ صاحب بطور شما جمیع امت را صراحتاً گمراہ ومشرک گفتند یا نہ وخود ایں چنیں امور را تجویز وتحسین نمودہ کافر ومشرک شدند یا نہ، بر تقدیر اول امام الطائفہ اسماعیل دہلوی کہ غلام غلام ومرید مرید ایشاں است در صراط مستقیم بمدح ایشاں چناں تر زباں:

تو مضائقہ نہیں جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نذر کا طعام مالداروں کو کھانا جائز نہیں اور اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ دی گئی ہو تو اغنیار کو بھی کھانا جائز ہے "

شاہ صاحب مرحوم انفاس العارفین میں رقم طراز ہیں کہ :

" والد گرامی قصبہ ڈاسنہ میں مخدوم اللہ دیا کی زیارت کو گئے ہوئے تھے، رات کا وقت تھا اس وقت انھوں نے فرمایا کہ مخدوم ہماری دعوت کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں کچھ کھا کر جاؤ، ساتھی ٹھہر گئے حتّٰی کہ سب لوگ چلے گئے اور دوست پریشان ہو گئے اتنے

" جناب ہدایت مآب قدوہ ارباب صدق وصفا زبدۂ اصحاب فنا وبقا سید العلمار سند الاولیار حجتہ اللہ علی العالمین وارث الانبیار والمرسلین مرجع کل ذلیل وعزیز، مولانا ومرشدنا الشیخ عبدالعزیز، معاذ اللہ کافرے مشرکے را بچنیں الفاظ عظیمہ جلیلہ ستودہ وحجت خدا ونائب انبیار وکذا وکذا اعتقاد نمودہ خود کافر ومرتد گردید یا ہیچ بازشمایاں کہ ایں کافر ومرتد را امام وپیشوا وسرور ومقتدا گرفتہ ودر ہر مسئلہ وعقیدہ سر بر خط فرمانش نہادہ قدم بر قدم او رفتہ اید ازیں بروہمہ کافر وبے دین ومرتد ولعین شدید، ماچہ بینوا توجروا۔

میں ایک عورت آئی، چاولوں اور شیرینی کا تھال
اس کے سر پر تھا۔ اس نے کہا میں نے نذر مانی تھی
کہ اگر میرا شوہر آجائے تو میں اسی وقت یہ طعام پکا کر
مخدوم اللہ دیا کی درگاہ کے حاضرین کے پاس پہنچا
دوں گی۔ میرا شوہر اسی وقت آیا ہے۔ میں نے نذر،
پوری کی۔ میری آرزو تھی کہ اس جگہ کوئی موجود ہو تاکہ
یہ طعام کھالے۔"

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تحفۂ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں کہ:
"حضرت امیر اور آپ کی ذریت طاہرہ کو تمام امت

باز بہ مطلب عناں تابیم، مولوی خرمعلے بلہوری معلم ثالث طائفہ حادثہ
در نصیحۃ المسلمین گوید:
"حاضری حضرت عباس کی۔ صحنک حضرت فاطمہ کی
گیارہویں عبدالقادر جیلانی کی، مالیدہ شاہ مدار کا سہ منی
بو علی قلندر کی، توشہ شاہ عبدالحق کا، اگر منت نہیں
صرف ان کی روحوں کو ثواب پہنچانا منظور ہے تو،
درست ہے، اس نیت سے ہرگز منع نہیں اھ"
ملخصاً۔ خود امام الطائفہ در تقریر ذبیحہ سراید:
اگر شخصے بزے راخانہ پرورکند تا گوشت او خوب شود

پیر و مرشد کی طرح مانتے ہیں اور امور تکوینیہ کو ان سے
وابستہ جانتے ہیں اور فاتحہ و درود و صدقات
اور نذران کے نام رائج و معمول ہے جیسے کہ تمام
اولیار سے یہی معاملہ ہے۔"

یہ عبارت سراپا بشارت جس کا ہر ہر حرف مخالف پر تباہ کن بجلی ہے یا ہلاکت آفریں آندھی، یاد رکھنے کے قابل ہے اور مخالفین سے پوچھنا چاہیئے کہ شاہ صاحب نے تمہارے طریقے کے مطابق تمام امت کو گمراہ و مشرک کہا ہے یا نہیں اور خود ایسے امور کی تجویز و تحسین ظاہر کر کے کافر و مشرک ہوئے یا نہ۔ بر تقدیر اول امام

اور اذبح کردہ و پختہ فاتحہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ
تعالیٰ عنہ خواندہ بخورانند خللے نیست۔"

ایں لفظ خواندہ بخورانند، نیز نگاہ داشتنی است کہ بسیارے از منکرین ایں را ہم مناط انکار سازند و گویند اگر ایں اجتماع اطعام و قرأت جائز بودے تاہم بایستے کہ خوراندہ خوانند نہ کہ خواندہ خورانند کہ عبث و باطل است جواب کامل ازیں شبہ باطل در بارقہ شارقہ یاد کردہ ایم ہم چناں ایں لفظ غوث الاعظم بر دل نگاشتنی کہ ایں بر ایمان تقویۃ الایمان صراحتاً شرک است، طرفہ تر آنکہ اتباع جہول طعام فاتحہ را حرام و مردار دانند و امام الطائفہ طعام و گوشت گاؤ نذر اولیا رہمہ را

الطائفہ اسمٰعیل دہلوی جو آپ کا غلام غلام اور مرید مرید سید احمد صاحب کا ہے اور صراط مستقیم میں شاہ صاحب کی تعریف میں اس طرح رطب اللسان ہے:

"جناب ہدایت مآب قدوۂ ارباب صدق وصفا زبدۂ اصحاب فنا و بقا، سید العلماء و سند الاولیاء حجۃ اللہ علی العالمین وارث الانبیاء والمرسلین مرجع کل ذلیل و عزیز مولانا و مرشدنا الشیخ عبد العزیز"

معاذ اللہ، کافر و مشرک کی ایسے عظمت و جلالت والے الفاظ سے تعریف کرکے اور حجت خدا و نائب انبیاء وغیرہ وغیرہ کا اعتقاد

راحلال می خوانند بشرطیکہ تقرب بذبح بسوئے میت نباشد و سپید می گوید کہ جانورے کہ نذر اولیاء کردہ باشند اگرچہ چنداں نذر بر وجہ حرام و قبیح ہم کنند تاہم در حلت جانورے سخنے نیست تکلیف کہ نذر اولیاء بر وجہ حسن باشد چہ جائے آنکہ محض بے نذر ایصال ثواب شود چہ محیل آنکہ از ذبح جانور و ارا قت دم اثرے نبود۔ ہمیں قرأت قرآنے و تصدق طعامے بمیاں آید مگر در تقریر مذکور چساں نگارد:

"اگر شخصے نذر کند کہ اگر فلاں حاجت من بر آید ایں قدر نیاز حضرت سید احمد کبیر بکنم وایں قدر طعام نیاز ایشاں کی مردم را بخورانم اگرچہ دریں نذر گفتگوست لیکن طعام

کر کے خود کافر و مرتد ہوا یا کچھ کمی رہ گئی۔

پھر ہم مطلب کی طرف لوٹتے ہیں۔ طائفہ حادثہ کے معلم ثالث مولوی خرم علی بلہوری نصیحۃ المسلمین میں کہتے ہیں:

"حاضری حضرت عباس کی، صحنک حضرت فاطمہ کی گیارھویں عبدالقادر جیلانی کی، مالیدہ شاہ مدار کا، سہ منی بو علی قلندر کی، توشہ شاہ عبدالحق کا اگر منت نہیں صرف ان کی روحوں کو ثواب پہنچانا مقصود ہے تو درست ہے اس نیت سے ہرگز منع نہیں اھ" ملخصاً۔

خود امام الطائفہ تقریر ذبیحہ میں نغمہ سرا ہیں کہ:

حلال است وہمچنیں ست حکم گوشت، مثلاً اگر شخصے بگوید کہ دو من گوشت نذر سید احمد کبیر بعد آمدن حاجت خود خواہم خورانید، گوشت حلال است واگر بگوید کہ گوشت گاؤ خواہم خورانید، نیز درست است واگر بہمیں قصد گاؤ را اندر کند نیز رواست چرا کہ مقصودش گوشت است وہمچنیں اگر گاؤ زندہ بنام سید احمد کبیر کسے رابدہد بطوریکہ نقدمی دہند رواست وگوشت آں حلال است"

ہم درآنست:

"اگر کوئی شخص گھر میں بکری کی پرورش کرے تاکہ اس کا
گوشت خوب ہو جائے اسے ذبح کرے اور پکا کر
حضرتِ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ پڑھ کر
کھلا دے تو کچھ حرج نہیں ہے۔"

"خوانده بخوراند" (فاتحہ پڑھ کر کھلا دے) کے لفظ قابلِ غور ہیں اس لئے کہ بہت سے منکرین اس بات کو بھی بنائے انکار بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کھلانے اور قرآن مجید پڑھنے کو جمع کرنا جائز بھی ہو تب بھی کھانا کھلا کر پڑھنا چاہیئے نہ کہ پڑھنے کے بعد کھلایا جائے۔ اس لئے کہ یہ عبث اور باطل ہے۔ اس باطل شبہے کا جواب کامل

"اگر ہمیں طور نذر برائے اولیاء گذشتگاں قدس اللہ
اسرارہم کنند رواست، ایں قدر فرق است کہ بسبب
انتقال از عالمِ دنیا بہ عالمِ برزخ منتفع بنقد و جنس و طعام
نمی توانند شد بلکہ ثواب آں اللہ تعالیٰ بہ ارواحِ مطہرہ
ایشاں می رسانند پس حالت ایشاں در حالت حیات
و بعد ممات برابر است۔"

باز می گوید:

"اگر نذر کند کہ بشرط بر آمدن حاجت خود، گاؤ دو سالہ
فربہ نیاز حضرت غوث الاعظم خواہد کرد پس حکم ایں

ہم بارقہ شبارقہ" میں دے چکے ہیں، اسی طرح لفظ "غوث الاعظم" بھی قابل یادداشت ہے، اس لئے کہ یہ تقویۃ الایمان کے مطابق شرک ہے۔ طرفہ یہ کہ جاہل متبعین فاتحہ کے کھانے کو حرام اور مردار جانتے ہیں اور امام الطائفہ اولیاء کی نذر کی گائے کے گوشت اور کھانے سب کو حلال کہتا ہے بشرطیکہ ذبح سے میت کا تقرب مقصود نہ ہو اور صاف کہہ رہا ہے کہ جس جانور کو اولیاء کی نذر کیا گیا ہو، چاہے وہ لوگ کسی طرح کی حرام و قبیح نذریں بھی مانیں پھر بھی جانور کی حلت میں کلام نہیں ہے، چہ جائیکہ جب اولیاء کی نذر بہتر طریقے پر ہو بالخصوص جب بغیر نذر فقط ایصال ثواب ہو اس لئے کہ اس جگہ جانور کے ذبح کرنے اور

مثل حکم طعام است اگر نذر بطریق حسن است ہیچ خلل نہ واگر قبیح است فعلش حرام است، و حیوان حلال۔"

این یازدہ قول است بعد از ایام یازدہم شریف حضرت غوث اعظم قطب اکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سہ از، امام الطائفہ بالا گزشت و دو از شاہ عبدالعزیز صاحب عنقریب می آید و باللہ التوفیق والہدایۃ الی سواء الطریق۔

سخن گفتن ماند از تعیین اوقات کہ در مردماں رائج است ہمچوں سوم و چہلم و ہر سال و شش ماہ اوّل و بحول اللہ اصول توقیت یعنی کارے را وقت معین داشتن بر دو گونہ است، شرعی و عادی

خون بہانے میں کچھ اثر نہیں صرف قرآن مجید کا پڑھنا اور طعام کا صدقہ کرنا درمیان میں آجاتا ہے۔

تقریر مذکور ہی میں لکھتے ہیں کہ:

"اگر ایک شخص نذر مانے کہ میرا فلاں مقصد پورا ہو گیا تو اتنی نذر حضرت سید احمد کبیر کے نام کی دوں گا اور اتنا کھانا ان کی نیاز کا لوگوں کو کھلاؤں گا اگرچہ اس نذر میں گفتگو ہے لیکن طعام حلال ہے، گوشت کا بھی یہی حکم ہے مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ میں اپنا مقصد پورا ہونے کے بعد دو سیر گوشت سید احمد کبیر کی نذر کے طور پر لوگوں کو کھلاؤں گا،

شرعی آنکہ شرع مطہر عملے را وقت تعیین فرمودہ است کہ در غیر وا صلا صورت نہ بندد و اگر بجائے آرند آں عمل شرعی نہ کردہ باشند، چوں ایام نحر مر اضحیہ را یا آنکہ تقدیم و تاخیرش، ازاں وقت ناروا باشد چوں اشہر الحرم حج بر حرام حج را یا آنکہ ثوابیکہ دریں است در غیر او نیابند چوں ثلث لیل مر نماز عشا را۔ وعادی آنکہ از جانب شرع اطلاق است، ہر وقتیکہ خواہند بجا آرند اما حدث را از زماں ناگزیر است و وقوع در زمان غیر معین محال عقلی کہ وجود و تعیین مساوق ہمدگر است۔ پس از تعیین چارہ نیست ایں ہم تعینات بر بنائے اطلاق علی وجہ البدلیۃ صالح القاع بود از ینہا یکے را بر بنا مصلحتے اختیار کنند یے آنکہ وقت معین را بنائے صحت یا مدار

گوشت حلال ہے اور اگر کہے کہ گائے کا گوشت کھلاؤں گا تو بھی جائز ہے اور اگر اسی ارادے سے گائے نذر کرے وہ بھی جائز ہے اس لئے کہ اس کا مقصود گوشت ہے اسی طرح اگر زندہ گائے سید احمد کبیر کے نام پر کسی کو دے جیسے نقد پیسے دیئے جاتے ہیں، جائز ہے اور اس کا گوشت حلال ہے۔"

اسی تقریر میں ہے کہ:

اگر اسی طرح گذشتہ اولیاء قدس اللہ سرہم کی نذر دے تو جائز ہے۔ فرق اتنا ہے کہ عالم دنیا سے عالم برزخ کی طرف انتقال کی وجہ سے نقد جنس اور طعام سے نفع

حصت یا مناط آں ثابت داند پیداست کہ بایں تقیید مقید از فردیت مطلق برنیاید در حکمے کہ مطلق راست در جمیع افرادش ساری باشد مالم یرد منع من خصوص خصوصا پس بیجا سبیل نہ آنست کہ ثبوت خصوصیت از مجوز جویند بلکہ آنکہ تصریح بمنع ایں خاص از شرع برآرند عبارت معلم ثانی طائفہ دربارۂ دست برداشتن بدعائے تعزیہ بالا شنیدی وانیک معلم اول وامام معول طائفہ در رسالۂ بدعت چناں نغمہ سرا:

"طریق ثانی آنکہ بمطلق بالنظر الی ذاتہ حکمے از احکام شرعیہ متعلق گرود پس مطلق بنظر ذات خود در جمیع خصوصیات ہماں حکم اقتضا می نماید گو در بعض افراد بحسب عوارض خارجیہ

حاصل نہیں کر سکتے بلکہ فقط اس کا ثواب اللہ تعالیٰ ان کی ارواح مطہرہ کو پہنچا دیتا ہے لہٰذا ان کے حالات حیات اور بعد از وفات برابر ہیں“

پھر کہتے ہیں کہ:

”اگر نذر مانے کہ میری حاجت برآئی تو دو سالہ پلی ہوئی گائے حضرت غوث الاعظم کو نیاز دوں گا تو اس کا حکم وہی ہے جو کھانے کا حکم ہے، اگر نذر کچھ اچھے طریقے سے ہے تو کوئی حرج نہیں اور اگر قبیح ہے تو فعل حرام ہے اور حیوان حلال“۔

حکم مطلق مختلف گردد (الی ان قال) در تحقیق حکم صورت خاصہ مبحوث عنہا می نماید ہمانست متمسک بہ اصل کہ در اثبات دعوی خود حاجت بہ دلیلے نہ دارد دلیل وہمان مطلق است وبس الخ

حضرت والد قدس سرہ الماجد ایں اصل منیف وقاعدہ شریف را تحقیق بالغ وتنقیح بازغ در اصول الرشاد افادہ ارشاد فرمودہ اند آں جا باید جست من باول سخن باز گردم فاقول باز اگر دریں وقت معین مرجح حامل بر اختیارش فی نفسہ موجود ست فبہا ورنہ ہنگام تساوی ارادہ مختار ترجیح را لابسند است چنانکہ در دو جام تشنہ و دو راہ راہے

گنتی میں غوث اعظم قطب مکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گیارہویں کے برابر یہ گیارہ اقوال ہیں۔ امام الطائفہ (مولوی اسمٰعیل) کے تین قول اس سے پہلے گذر چکے ہیں، دو شاہ عبدالعزیز صاحب سے عنقریب آئیں گے۔ اللہ تعالےٰ ہی توفیق اور راہ راست کی ہدایت دینے والا ہے۔

رہا اوقات کا مقرر کرنا جیسے لوگوں میں رائج ہے مثلاً تیجا، چالیسواں، سالانہ اور ششماہی، اس کے متعلق میں کہتا ہوں کہ کسی کی امداد سے باطل تسکین کرتا ہوں کہ کسی کام کا وقت مقرر کرنا دو قسم ہے شرعی اور عادی۔ شرعی یہ کہ شریعت مطہرہ نے کسی کام کا وقت اس

مشاہدہ کنی علی الاول مصلحت عیاں است و علی الثانی کم نہ ازاں کہ ایں تعیین باعث تذکیر و تنبیہہ و مانع تسویف و تفویت باشد ہر عاقل از وجدان خود یابد کہ چوں کارے را وقتے معین بنہند آمدن وقت یادش دہد ورنہ بسا باشد کہ از دست رود ازہمیں جاست اوقات معین کردن ذاکرین و شاغلین و عابدین مر ذکر و شغل عبادت را یکے پیش از نماز صبح، صد بار کلمۂ طیبہ بر خود گرفتہ است۔ دیگرے پس از نماز عشاء صد بار درود، واگر ایں توقیت شرعی نہ دانند زنہار از شرع معاتب نشوند۔

جان برادر اگر بقول الجمیل شاہ ولی اللہ و صراط مستقیم امام الطائفہ وغیرہما کتب ایں فن کہ اکابر و عمائد طائفہ تصنیف کردہ اند رجوع آرے

طرح مقرر کر دیا کہ دوسرے وقت میں بالکل نہ ہو سکے اور اگر ادا کیا جائے تو وہ شرعی عمل نہ ہو جیسے کہ قربانی کے خاص دن مقرر ہیں، یا اس وقت سے تقدیم و تاخیر ناجائز ہو جیسے کہ اشہر الحرم (شوال و ذوالقعدہ اور دس دن ذوالحجہ کے) حج کے احرام کے لئے (ان اوقات سے قبل گو احرام جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔ طحطاوی) یا جو ثواب اس وقت میں ہے دوسری جگہ نہیں ہوگا، جیسے کہ عشار کے لئے رات کا پہلا تہائی حصّہ۔ عادی یہ کہ شریعت کی طرف سے عام اجازت ہے جب چاہیں ادا کریں، لیکن کام کرنے کے لئے کوئی زمانہ ضرور ہونا چاہیئے۔ غیر معین زمانے میں کام کا ہونا عقلاً ناممکن ہے اس لئے کہ وجود اور تعین

چیزہا ازیں تعینات ملتزمہ یابی کہ زنہار از توقیت، شرعی نشانے نہ دارد ہیہات خود از تعیین ایام و اوقات چہ گوئی آں جا تو وہاست از اعمال واشغال وطرق و ہیأت محدثہ و مخترعہ کہ در قرون سالفہ از انہا اثرے وخبرے پیدا نبود وایشاں را باحداث وابتداع آنہا خود اعتراف است۔ شاہ ولی اللہ در قول الجمیل گویند:

"صحبتنا و تعلمنا لآداب الطریقة متصلة الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان لم یثبت تعین الآداب ولا تلک الاشغال"

مولوی خرم علی در ترجمہ ایں عبارت گفت:

لازم و ملزوم ہیں، لہٰذا وقت معین کے بغیر چارہ نہیں اور یہ تمام معین اوقات عام اجازت کی بنا پر یکے بعد دیگرے صلاحیت رکھتے ہیں کہ ان میں سے کسی ایک میں کام کر لیا جائے۔ اگر ان میں سے ایک وقت کو کسی مصلحت کی بنا پر اختیار کر لیا جائے اور یہ نہ سمجھا جائے کہ اس وقت کے علاوہ یہ کام صحیح نہیں یا حلال نہیں یا ثواب نہیں ہوگا تو ظاہر ہے کہ ایسی تقیید سے مقید مطلق کا فرد ہونے سے خارج نہیں ہوگا اور جو حکم مطلق کا ہوگا وہی اس کے تمام افراد کا ہوگا جب تک کہ کسی فرد خاص سے خصوصاً ممانعت نہ ہو، لہٰذا ایسی جگہ جواز کے قائل سے خصوصیت کے ثبوت کی دلیل نہیں مانگنی چاہیے بلکہ منع کرنے والے کو شریعت

"ہماری صحبت وطریقت کے آداب سیکھنا متصل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اگرچہ تعین ان آداب کا اور تقرر ان اشغال کا ثابت نہیں اھ ملخصاً

ہم در شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل گوید:

"حضرت مصنف محقق نے کلام دلپذیر اور تحقیق عدیم النظیر سے شبہات ناقضین کو جڑ سے اکھاڑا، بعضے نادان کہتے ہیں کہ قادریہ اور چشتیہ اور نقشبندیہ کے اشغال مخصوصہ صحابہ اور تابعین کے زمانے میں نہ تھے، تو بدعت سیئہ ہوئے۔ الخ

سے اس خاص کام کی ممانعت دکھانا چاہیئے۔

تعزیت کے وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے کے متعلق طائفہ (منکرین) کے امام ثانی مولوی اسحٰق صاحب کی عبارت آپ سن چکے ہیں، اب اس طائفہ کے معلم اول اور امام معتمد کی سنئے وہ رسالہ "بدعت" میں نغمہ سرا ہیں:

"دوسرا طریقہ یہ کہ کسی حکم شرعی کا مطلق کی ذات سے تعلق ہو لہٰذا مطلق ذات کے لحاظ سے تمام خصوصی افراد میں اسی حکم کا تقاضا کرے گا، اگرچہ بعض افراد میں، عوارض خارجیہ کے اعتبار سے مطلق کا حکم مختلف ہو جائے

ہمدر آں از شاہ عبدالعزیز صاحب آرد:

"مولانا حاشیئے میں فرماتے ہیں، اور اسی طرح پیشوایانِ طریقت نے جلسات اور ہیئات واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کئے ہیں مناسبات مخفیہ کے سبب سے الخ

باز خود می گوید:

"یعنی ایسے امور کو مخالف شرع یا داخل بدعت سیئہ نہ سمجھنا چاہیئے جیسا کہ بعضے کم فہم سمجھتے ہیں۔"

امام الطائفہ در صراط مستقیم سراید:

"محققان از اکابر طریق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند

(یہاں تک کہ اس نے کہا کہ، خاص صورت کی حکم کی تحقیق میں جو شخص دعویٰ کرتا ہے کہ خاص صورت جس میں بحث ہے اس کا وہی حکم ہے جو مطلق کا حکم ہے، اس نے اصل سے استدلال کیا ہے اس لئے کہ وہ محتاج دلیل نہیں ہے اس کی دلیل وہی حکم مطلق ہے اور بس الخ۔

حضرت والد (مولانا نقی علی خاں) قدس سرہ الماجد نے اس نفیس قاعدے کی بےنظیر تحقیق "اصول الرشاد" میں فرمائی ہے وہاں دیکھی جاسکتی ہے۔ ہم پھر مقصود کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ فاقول (میں کہتا ہوں)

بناءً علیہ مصلحت دید و وقت چناں اقتضا کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت است تعین کردہ و تجدید اشغال نمودہ شود"

اھ ملخصاً

و در حال پیر خود گوید:

"در تلقین و تعلیم طریقۂ چشتیہ باز وئے ہمت کشادند و تجدید اشغالے کہ ایں کتاب مستطاب برآں محتوی گردید فرمودند۔"

سبحان اللہ اینان کہ بر اصل شما صراحۃً احداث فی الدین کردند و قطعاً چیزہا برآوردند کہ قرون سابقہ از آنہا خبرے نداشتند ضال و مبتدع

اگر اس وقت معین کو اختیار کرنے کا خود اسی میں کوئی مرجح پایا جاتا ہے تو بہتر ورنہ اگر یہ وقت دوسرے اوقات کی طرح ہی ہے تو فاعل کا ارادہ ہی اس کی ترجیح کے لئے کافی ہے جیسے کہ پیاسے کے سامنے پانی کے دو پیالے ہوں، یا کسی آدمی کے سامنے دو راستے (ایک جیسے) ہوں (جسے چاہے اختیار کرلے) بصورت اول (اگر خود وقت میں کوئی مرجح ہو) مصلحت واضح ہے۔ بصورت ثانی تعیین کا کم از کم اتنا فائدہ تو ضرور ہے کہ اس کام کی یاد دہانی ہو جاتی ہے، نیز وہ کام معرض تاخیر والتوا میں واقع نہیں ہوتا، ہر عقلمند بخوبی محسوس کرتا ہے کہ جب کسی کام کا وقت مقرر کر دیا جائے تو اس وقت کے آنے سے وہ کام یاد آجاتا ہے، ورنہ

نباشند بلکہ ہمچناں امام ومقتدار دعرفار وعلمار مانند، دیگراں بریں قدر جرم کہ چند امور محمودہ ثابتہ فی الشرع وقتے معین گرفتند معاذ اللہ گمراہ وبدعتی شوند۔

لِلّٰہ انصاف، ایں تحکم بے جا راچہ گفتہ آید۔ مگر شریعت کار خانگی شما است کہ ہر چوں کہ خواہید پہلو گردانید۔ ہاں وہاں اے طالب حق ایماں را در طغیان وعدوان ایناں بگذار وروئے بہ آثار واحادیث آر تا چیزے از تعینات عادیہ بر تو خوانیم۔ ازیں قبیل است آنچہ در حدیث آمد کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم زیارت شہدار احد را سر سال مقرر فرمودند کما سیأتی وآمدن مسجد قبار ا روز شنبہ کما فی الصحیحین عن ابن عمر رضی اللہ

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ کام رہ ہی جاتا ہے ایہی وجہ ہے کہ اہل ذکر و شغل اور عابد عبادات، اذکار اور اشغال کے اوقات مقرر کرتے ہیں کوئی صبح کی نماز سے پہلے سو بار کلمہ طیبہ لازماً پڑھتا ہے تو کوئی عشاء کے بعد سو دفعہ ضرور درود پاک پڑھتا ہے اگر اس تعیین کو تعیین شرعی نہ جانا جائے تو ہرگز شریعت کی طرف سے عتاب نہ ہوگا۔

جان برادر! اگر اس طائفہ کے اکابر و عمائد کی تصانیف مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب کی تصنیف "القول الجمیل" اور امام الطائفہ کی صراط نامستقیم وغیرہ کی طرف ہی رجوع کرے تو تجھے کئی ایسے تعینات کا پتہ چلے گا جن کا التزام کیا جاتا ہے مگر ان میں تعیین شرعی نہیں پائی جاتی صرف

تعالیٰ عنہا در روزہ شکر رسالت دوشنبہ کما فی الصحیح مسلم عن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ و با صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشاورہ دینی را صبح و شام کما فی الصحیح البخاری عن ام المومنین الصدیقہ رضی اللہ عنہا و انشائے سفر جہاد را پنجشنبہ، کما فیہ عن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ و عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعظ و تذکیر را روز پنجشنبہ کما فی صحیح البخاری عن ابی وائل۔ و علماء ہدایت درس را روز چہار شنبہ کما فی التعلیم المتعلم للامام برہان الاسلام الزرنوجی حکایت کردش از استاذ خود امام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ وگفت ہکذا کان یفعل ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب تنزیہ الشریعۃ فرمود وکذا کان جماعۃ من اہل العلم ایں ہمہ ہا از باب توقیت عادی است

تعینات کا ہونا تو دور کی بات ہے تعیین ایام داوقات کی بھی کیا پوچھتے ہو، وہاں تو ایسے نو پیدا اعمال، اشغال، طریقوں اور ہیئات کے انبار لگے ہوئے ہیں جن کا نام ونشان تک قرون سابقہ میں نہیں خود انھیں ان کے جدید اور نو پیدا ہونے کا اعتراف ہے. شاہ ولی اللہ صاحب "القول الجمیل میں لکھتے ہیں:

"صحبتنا و تعلمنا لآداب الطریقة متصلة الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان لم یثبت تعیین الآداب ولا تلك الاشغال."

مولوی خرم علی، اس عبارت کے ترجمے میں کہتے ہیں:

حاشا کہ مراد سید الاسیاد علیہ افضل الصلاۃ والسلام من الملک الجواد آں باشد کہ زیارت جز بر منتہائے سال زیارت نیست یا روا نباشد یا اجر عظیمے کہ ایں روز بر بندہ نوازی وامت پروری وتشریف مزارات شہدائے کرام تبراب اقدام برکت نظام نصیب آں شاہ عالم پناہ صلی اللہ علیہ وسلم گشند و دیگر نہ کنند ہمچناں مقصود ابن مسعود آں نہ بود کہ جز بروز شنبہ وعظ نیست یا در غیر او جواز نے یا روز دیگر ایں اجر مفقود یا شرع مطہر ایں تعیین نمود، حاش للہ بلکہ ہمیں عادتے التزام فرمودہ تا ہر ہفتہ بتذکیر مسلماناں پردازد وتعیین یوم طالبان خیر را بہ آسانی جمع وفراہم سازد ہمبریں قیاس در امور باقیہ آری در بعضے انا انہا مرجحی جداگانہ حاصل است

"ہماری صحبت اور طریقت کے آداب سیکھنا متصل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک، اگرچہ تعین ان آداب کا اور تقرر ان اشغال کا ثابت نہیں" اھ ملخصاً

نیز القول الجمیل کے ترجمے شفاء العلیل میں کہتے ہیں:

حضرت مصنف محقق نے کلام دلپذیر اور تحقیق عدیم النظیر سے شبہات ناقصین کو جڑ سے اکھاڑا، بعضے نادان کہتے ہیں کہ قادریہ اور چشتیہ اور نقشبندیہ کے اشغال مخصوصہ صحابہ اور تابعین کے زمانے میں نہ تھے تو بدعت سیئہ ہوئے الخ

کہ مصلحت در وے کم از تذکیر و تیسیر نیست، ہم ازیں باب است تعینات مردم در رسوم و چہلم و شش ماہ و سر سال کہ بعضے مصلحتے خاص دارد، و بعض آخر بقصد آسانی یادوہانی معتاد و معہود گردید ولا مشاحتہ فی الاصطلاح ایں جا کلام مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی کہ امام الطائفہ عم نسب و پدر علم و جد طریقت بود زشنیدن دارد۔

۱ در تفسیر عزیزی زیر قولہ عزوجل والقمر اذا اتسق فرمود:

"وارد است کہ مردہ دریں حالت مانند غریقے است کہ انتظار فریاد رسی می برد و صدقات ذفاتحہ

اسی میں شاہ عبد العزیز صاحب سے بیان کرتے ہیں :

"مولانا حاشئے میں فرماتے ہیں، اور اسی طرح پیشوایان طریقت نے جلسات اور ہیئات واسطے افکار مخصوصہ کے ایجاد کئے ہیں مناسبات مخفیہ کے سبب سے الخ

پھر مولوی خرم علی خود کہتے ہیں :

"یعنی ایسے امور کو مخالف شرع یا داخل بدعت سیئہ نہ سمجھنا چاہیئے جیسا کہ بعض کم فہم سمجھتے ہیں"

امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل صراطِ مستقیم میں کہتے ہیں :

دریں وقت بسیار بکار او می آید و ازیں ست کہ طوائف بنی آدم تا یک سال و علی الخصوص تا یک چلہ از موت دریں نوع امداد کوشش تمام می نماید اھ

ولطیفہ تر آنکہ شاہ صاحب موصوف عرس پیران و پدران خود شاں بہ اہتمام تمام بجا می آورند و پیش ایشاں بر قبور درویشاں اجتماع مردم فاتحہ خوانی و تقسیم طعام و شیرینی بتجویز و تقریر ایشاں می شد چنانکہ در عامہ اہل سجادہ جاری و ساری است۔

مفتی عبد الحکیم پنجابی بریں افعال شاہیہ بہاں شبہات۔ داہیہ کہ حضرات منکرین بکار می برند، بر شاہ صاحب زبان مطاعن و مثالب

"محققین اکابر طریقت نے تجدید اشغال میں بہت کوششیں کی ہیں، اس لئے بہتر معلوم ہوا اور وقت نے تقاضا کیا کہ ایک کتاب نئے اشغال کے بیان کے لئے جو اس وقت کے مناسب ہیں لکھی جائے اور اشغال کی تجدید کی جائے"۔ اھ ملخصاً۔

اور اپنے پیر کے متعلق کہتے ہیں:

"(سید احمد صاحب نے) طریقۂ چشتیہ کی تعلیم و تلقین کیلئے باز دے ہمت کھولا اور ان اشغال کی تجدید کی جن پر یہ مبارک کتاب مشتمل ہے"۔

کشود در قسم نمود:

"کسانیکہ اقوال اینہا مطابق افعال شاں نیستندی۔ عرس بزرگان خود بر خود مثل فرض دانستہ سال بہ سال بر مقبرہ اجتماع کردہ طعام و شیرینی در آنجا تقسیم نمودہ مقابر را وثنا لیعبد می کنند اھ" ملخصاً

شاہ صاحب در رسالہ ذبیحہ مطبوعہ زبدۃ النصائح بپاسخ ایں طعن فرمایند:

قولہ عرس بزرگانِ خود آہ ایں طعن مبنی است بر جہل احوال مطعون الیہ، زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ را ہیچ کس فرض نمی داند آرے زیارت و تبرک بقبور

سبحان اللہ ان لوگوں نے تمہارے قاعدے کے مطابق دین میں نئی چیز پیدا کی اور یقیناً ایسی چیزیں پیش کیں جن کا اثر تک زمانہ سابقہ میں نہ تھا مگر گمراہ اور بدعتی نہ ہوئے بلکہ اسی طرح امام، مقتدا، عرفا اور علمار رہے، دوسرے علمار نے یہ جرم کیا کہ چند پسندیدہ اور ثابت فی الشرع امور کو جمع کر دیا اور جن اوقات میں ان کا کرنا جائز تھا ان میں سے بعض کو معین کر دیا۔ معاذ اللہ وہ اسی سے گمراہ اور بدعتی ہو گئے۔ خدارا انصاف کیجئے ع

ایں گناہے است کہ در شہر شما نیز کنند

اس بے جا سینہ زوری کو کیا کہا جائے شاید شریعت تمہارے گھر کی

صالحین را امداد ایشاں باہدائے ثواب و تلاوتِ قرآن و دعائے خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن است و خوب است باجماع علمار و تعین روز عرس برائے آنست کہ آں روز مذکر انتقال ایشاں می باشد از دار العمل بدار الثواب والا ہر روز کہ ایں عمل واقع شود موجب فلاح و نجات است و خلف را لازم است کہ سلف خود را بایں نوع بر و احسان نماید باز تعین سر سال و التزامش را سند از احادیث آورند کہ ابن المنذر و ابن مردویہ از انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کردند:

ہے کہ جس طرف چاہا پھیر دیا۔

اے طالب حق تو انھیں حد سے تجاوز اور سرکشی میں ہی رہنے دے اور آثار و احادیث کی طرف متوجہ ہو تاکہ ہم تمھیں کچھ تعینات عادیہ دکھائیں۔ اسی قسم میں سے ہے وہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ شہدائے احد کی زیارت کے لئے آخر سال کو مقرر فرمایا ہے۔ جیسے کہ عنقریب آئے گا اور مسجد قبا شریف میں تشریف آوری کے لئے ہفتے کا دن مقرر فرمایا۔ جیسے کہ صحیحین میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے اور شکر رسالت کے طور پر روزہ رکھنے کے لئے پیر کا دن مقرر فرمایا، جیسے کہ مسلم شریف میں بروایت حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور ابو بکر صدیق

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یأتی احدا کل عام فاذا بلغ الشعب سلم علی قبور الشھداء فقال سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار ؎

یعنی، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال بہ اُحد تشریف ارزانی میداشت، چوں بر درہ کوہ می رسید بر گور شہیداں سلام می کرد و می فرمود، سلام باد شما بہ شکیبائی شما، پس چہ نیکوست سرائے اخرت، ؎ امام ابن جریر در تفسیر خودش از محمد بن ابراہیم، روایت

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورے کے لئے صبح وشام کا وقت۔

جیسے کہ صحیح بخاری میں ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے ہے اور سفر جہاد کے لئے جمعرات کا دن، جیسے کہ بخاری شریف میں بروایت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور طلب علم کے لئے دوشنبہ کا دن، جیسے کہ ابوالشیخ ابن حیان اور دیلمی کے نزدیک بروایت ابن مالک سند صالح سے اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وعظ ونصیحت کے لئے جمعرات کا دن مقرر فرمایا:

جیسے کہ صحیح بخاری میں بروایت ابی وائل اور علماء سبق شروع

نمبرو:

"وقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یأتی قبور الشھداء علی رأس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار: وابوبکر وعمر وعثمان"

یعنی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال بر خاک شہداء قدم می فرمود ومی گفت:

سلام علیکم الآیۃ، بعدہ حضرت صدیق وفاروق وذی النورین ہمچناں می کردند، رضی اللہ تعالیٰ عنہم ودر تفسیر کبیر است:

کرنے کے لئے بدھ کا دن مقرر فرماتے ہیں:

جیسے کہ امام برہان الاسلام زرنوجی کی کتاب تعلیم المتعلم میں ہے، اسے امام برہان الدین مرغینانی، صاحب ہدایہ نے اپنے استاذ سے روایت کیا اور کہا، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالے عنہ اسی طرح کرتے تھے۔

صاحب تنزیہہ الشریعہ نے فرمایا، اسی طرح اہل علم کرتے تھے یہ سب توقیت عادی کی مثالیں ہیں، حاشا وکلا کہ سید السادات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کی مراد یہ ہو کہ سوائے انتہائے سال کے زیارت نہیں ہوتی یا ناجائز ہے یا بندہ نوازی امت پروری اور اقدام

عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ کان یاتی قبور الشہداء رأس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الاربعۃ ھکذا یفعلون:

یعنی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال بر مزار شہدا می شد وآیۂ مذکورہ میخواند وہمچناں حضرات خلفائر اربعہ می کردند رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

بالجملہ حق آنست کہ تخصیصات مذکورہ ہمہ تعینات عادیہ است

مبارک سے شہدائے کرام کے مزارات کو شرف بخشنے سے جو اجر عظیم سرورِ عالم، سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمایا جاتا ہے، دوسرے وقت میں عطا نہیں ہوگا۔

اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ ہفتے کے علاوہ تقریر ہی نہ ہوگی یا ناجائز ہے یا دوسرے دن یہ ثواب نہ ملے گا، یا شریعت مطہرہ نے یہ تعیین فرمائی ہے۔ حاشا وکلا ہرگز یہ مقصد نہ تھا بلکہ آپ نے اس عادت کو اپنے اوپر لازم کر لیا تھا کہ ہر ہفتے میں مسلمانوں کو وعظ و نصیحت فرمائیں اور دن معین کرنے سے طالبانِ خیر کا جمع کرنا آسان ہوگا۔

کہ زنہار جائے طعن و ملامت نیست ایں قدر را حرام و بدعت شنیعہ گفتن بجہلے صریح است و خطائے قبیح۔

شاہ رفیع الدین مرحوم دہلوی برادر مولانا شاہ عبد العزیز صاحب در فتوائے خودش چہ خوش سخن انصاف گفتہ عبارتش چناں آوردہ اند:

"سوال تخصیص ماکولات در فاتحہ بزرگاں مثلاً کھچڑا در فاتحہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و توشہ در فاتحہ شاہ عبد الحق رحمتہ اللہ علیہ وغیر ذالک وہمچناں، تخصص خورندگان چہ حکم دارد؟

جواب: فاتحہ و طعام بلاشبہ از مستحسنات است

باقی امور میں بھی تعیین اسی طرح ہے ان میں سے بعض میں الگ مرجح موجود ہے، جیسے پیر کے دن آپ کا مبعوث ہونا اور علم نبوت کا حاصل ہونا اور جمعرات کی صبح کا خیر و برکت والی ہونا اور بدھ کے دن ابتدا کرنے سے تکمیل کی توقع ہونا، کیونکہ حدیث میں ہے کہ جو چیز بدھ کے دن شروع کی جائے وہ مکمل ہو کر رہتی ہے۔

بعض دیگر امور میں ترجیح ارادی ہوتی ہے کہ اس میں کم از کم یاددہانی اور آسانی والی مصلحت ضرور ہے۔ تیجے، چالیسویں، ششماہی اور انتہائے سال کی تعیین ہی کی قسم ہے۔ بعض میں کچھ مصلحت خاص ہوتی ہے اور بعض میں یاددہانی اور آسانی کے پیش نظر معین کرنے کی

وتخصص کہ فعل مخصص است بہ اختیار اوست کہ باعث منع نمی تواند شد، ایں تخصیصات از قسم عرف و عادت اند کہ بمصالح خاصہ و مناسبت خفیہ ابتدا اً بظہور آمدہ و رفتہ رفتہ شیوع یافتہ الخ

اقول بلکہ اگر ایں جا خود ہیچ مصلحت دینی نباشد تا عدم مصلحت وجود مفسدت نیست کہ موجب انکار ایں کار شود ورنہ مباح کجا رود امام احمد در مسند بسند حسن از خاتونے صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راوی است، حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم فرمود:

وصیام السبت لالک ولا علیک ÷

عادت پڑ گئی ہے۔ اصلاح میں کیسے اعتراض ہو سکتا ہے۔

اس جگہ امام الطائفہ (مولوی اسمٰعیل دہلوی) کے نسب میں چچا علم میں باپ اور طریقت میں دادا مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کا کلام سننے سے تعلق رکھتا ہے۔ تفسیر عزیزی میں آیہ مبارک والقمر اذا اتسق کے تحت فرماتے ہیں:

"حدیث میں وارد ہے کہ مردہ اس حالت میں ڈوبنے والے کی طرح ہے جو کسی فریادرس کا منتظر رہتا ہے اس وقت میں دعائیں، صدقے اور فاتحہ بہت مفید ہیں۔ اسی لئے لوگ ایک سال تک خصوصاً مرنے کے

روزہائے روزشنبہ نہ مر تراست نہ بر تو"

علمار شرحش فرمایند:

لا لك فيه مزيد ثواب ولا عليك فيه ملام ولا عتاب۔

"نہ ترا در وے افزونی ثوابے نہ بر تو در وے ملامتے وعتابے"

روشن شد کہ تخصص بے مخصص اگر نافع نباید، مضر ہم نباشد وہو المراد آرے ہر عامی کہ ایں تعیین عادی را توقیت شرعی داند وگمان برد کہ ایصال ثواب در غیر ایں ایام صورت نہ بندد یار وا نہ باشد یا ثواب

"بعد چالیس دن تک اسی قسم کی امداد کی پوری کوشش کرتے ہیں۔"

کمال یہ کہ شاہ صاحب موصوف اپنے پیرانِ عظام اور آباء کے عرس پورے اہتمام سے کرتے تھے اور ان کے سامنے نیک لوگوں کی قبروں پر لوگ آپ کی تجویز و تائید سے جمع ہوتے فاتحہ خوانی کرتے اور طعام و شیرینی تقسیم کرتے جیسا کہ عام سجادہ نشینوں میں جاری ہے۔ مفتی عبدالحکیم پنجابی نے شاہ صاحب پر وہی بے بنیاد اعتراضات کئے جو حضرات منکرین کرتے ہیں اور شاہ صاحب پر زبان طعن و تشنیع دراز کی اور لکھا:

"وہ لوگ جن کے افعال ان کے اقوال کے مطابق نہیں

ایں ایام از ایام دیگر اتم است و وافر بلاشبہ غلط کار و جاہل و دریں گمان خاطی و مبطل است اما ایں قدر گمان معاذاللہ در اصل ایمان خلل نیارد نہ موجب عذاب قطعی و وعید حتمی گردد.....

چنانکہ امام الطائفہ در تقویت الایمان اعتقاد دارد و ایں جہالت فاحشہ او از جہل آں عامی بدرجہا بدتر است آں از جہلے و جزافے بیش نیست و ایں ضلال بعید و اعتزال شدید ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحمید، ایں جا نیز حصہ امام الطائفہ در سفہ و سخافت و حمق جزافت پیدا است یقال لھم لیس من

وہ اپنے بزرگوں کے عرس کو اپنے اوپر فرض کی طرح لازم جان کر سال بہ سال قبر پر جمع ہوتے ہیں اور وہاں طعام و شیرینی تقسیم کر کے قبروں کو پرستش کردہ شدہ بت بنا دیتے ہیں اھ ملخصاً۔

شاہ صاحب رسالہ ذبیحہ مطبوعہ زبدۃ النصائح میں اس طعن کا جواب فرماتے ہیں، قولہ:

عرس بزرگان خود الخ یہ طعن اس شخص کے حالات سے بے خبری پر مبنی ہے جس پر طعن کیا گیا ہے، اس لئے کہ کوئی شخص بھی مقررہ فرائض شرعیہ کے علاوہ کسی چیز کو فرض نہیں جانتا، ہاں صالحین کی قبروں کی زیارت، ان سے تبرک حاصل کرنا، ثواب اور تلاوت قرآن کے ہدیہ سے

محدثات در ایصال

یعلم کمن لا یعلم، ہمچناں آنچہ عوام جہلہ در باب ایصال ثواب امور مستنکرہ احداث کردہ اند مثلاً ریا و سمعہ و تفاخر جمع اغنیاء و منع فقراء و آنکہ در سوم جماعتے یکجا نشستہ ہر ہمہ قرآن بجہر خوانند و فریضہ استماع از دست دہند این ہمہ ممنوع و محظور و مکروہ و محذور است، علماء را باید کہ بر مفاسد و زوائد سرزنش کنند نہ آں کہ باطلاق لسان و سلاطت زبان اصل کار را برہم زنند چنانکہ بسیارے از عوام در نماز خصوصاً نوافل کہ تنہا گزارند بعدم مراعات تعدیل ارکان وغیرہ محظورات عدیدہ خو کردہ اند ایں معنی مستلزم نہی از نماز نباشد بلکہ ازیں خصائل شنیعہ تحذیر و ترہیب می باید کرد و بر ادائے نماز تحریص و ترغیب ایں است سخن مجمل و قول فیصل کہ خواص آنسو و بعض عوام ایں سو ہر دو را

ان کی امداد کر کے دعائے خیر کرنا اور طعام وشیرینی تقسیم کرنا بہتر اور خوب ہے۔ علماء کے اتفاق سے اور عرس کے دن کو اس لئے معین کیا جاتا ہے کہ وہ دن ان حضرات کے دنیا سے آخرت کی طرف انتقال کی یاددہانی کرتا ہے، ورنہ جس دن بھی یہ عمل واقع ہو ذریعۂ نجات وکامیابی ہے۔ بعد والوں پر لازم ہے کہ اپنے سلف پر اس طرح کے احسان کریں، پھر انتہائے سال کی تعیین اور اس کے التزام پر شاہ صاحب نے حدیث شریف سے دلیل پیش کی کہ ابن منذر اور ابن مردویہ نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ:

ان رسول اللہ صلی　　　　یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعا

گراں آید اما چہ تواں کرد کہ حق ایں ست واز حق نشاید گزشت۔

الله عليه وسلم كان يأتى احدا كل عام فاذا بلغ الشعب سلم على قبور الشهداء فقال سلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار۔

علیہ وسلم ہر سال احد تشریف لے جاتے، جب پہاڑ کے درّے پر پہنچتے تو شہداء کی قبر پر سلام کہتے اور فرماتے تم پر تمہارے صبر کی وجہ سے سلامتی ہو دار آخرت کیا ہی اچھا ہے۔

امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں محمد بن ابراہیم سے روایت کی، انھوں نے کہا:

النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یأتی قبور الشہداء علی رأس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار وابوبکر وعمر وعثمان۔

یعنی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال کے آخر میں شہداء کے مزارات پر تشریف لے جاتے اور فرماتے سَلَامٌ عَلَیْکُمْ الآیۃ۔ آپ کے بعد حضرت صدیق وفاروق و ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسی طرح کرتے تھے۔

تفسیر کبیر میں ہے:

عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یأتی قبور الشہداء رأس

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے آخر میں مزارات شہداء پر جلوہ افروز ہوتے اور

کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الاربعة هکذا یفعلون:

آیت مذکورہ پڑھتے، اسی طرح حضرات خلفاء اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کرتے تھے۔

الحاصل حق یہ ہے کہ تحقیقات مذکورہ (تیجا چالیسواں) تمام تعینات عادیہ ہیں کہ ہرگز جائے طعن وملامت نہیں ہیں۔ صرف اتنی بات کو حرام اور بدعت کہنا واضح جہالت وخطائے فاش ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب کے بھائی شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی مرحوم نے اپنے فتویٰ میں کیا خوب انصاف کی بات کہی ہے، اس کی عبارت اس طرح نقل کی گئی ہے:

"سوال بزرگوں کی فاتحہ میں کھانے کی تخصیص، جیسے کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ میں کھچڑا اور عبدالحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فاتحہ میں توشہ اسی طرح کھانے والوں کی تخصیص کا کیا حکم ہے؟"

جواب:۔ فاتحہ وطعام بلاشبہ مستحسن ہے تخصیص مخصصین کا اختیاری فعل ہے، جو منع کرنے کا باعث نہیں بن سکتا یہ تخصیصات عرفیہ اور عادیہ ہیں جو خاص مصلحتوں اور مخفی مناسبتوں کی بنا پر ابتداءً ظاہر ہوئیں اور رفتہ رفتہ عام ہوگئیں۔ الخ

میں کہتا ہوں کہ اگر یہاں کوئی بھی دینی مصلحت نہ ہو تاہم کسی

مصلحت کے نہ ہونے کو خرابی کا ہونا لازم نہیں تاکہ اس کام کا انکار کیا جاسکے، ورنہ مباح کہاں جائے گا۔

امام احمد نے مسند میں سند حسن سے ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

وصیام السبت لا لک	ہفتے کے دن کا روزہ نہ تیرے
ولا علیک	لئے اور نہ تجھ پر۔

علماء نے اس کی شرح میں فرمایا:۔

لا لک فیہ مزید ثواب	نہ تیرے لئے اس میں زیادتی
ولا علیک فیہ ملام	ثواب ہے اور نہ تجھ پر اس میں
ولا عتاب ؛	ملامت وعتاب ہے۔

واضح ہوگیا کہ اگر کسی مخصص کے بغیر تخصیص مفید نہیں تو نقصان دہ بھی نہیں (ہمارا بھی) یہی مقصد ہے، ہاں ہر وہ عام آدمی (خاص آدمی صاحب علم ایسا گمان رکھے گا ہی نہیں) کہ اس تعیین عادی کو تعیین شرعی جانے اور گمان کرے کہ ان دنوں کے علاوہ ایصال ثواب ہو ہی نہیں سکتا یا جائز نہیں یا ان دنوں میں ثواب زیادہ ہے، تو وہ غلط کار جاہل ہے اور اس گمان میں جھوٹا اور خطاوار ہے لیکن صرف اتنا گمان معاذاللہ اصل ایمان میں خلل پیدا نہیں کرتا اور نہ ہی قطعی عذاب اور یقینی وعید کا موجب ہے۔

اسی طرح عوام جہلاء نے ایصال ثواب کے بارے میں جو ناپسندیدہ

نا پسندیدہ امور

امور بیدا کر رکھے ہیں مثلاً دکھلاوا، چرچا اور تفاخر، مالداروں کو جمع کرنا اور فقراء کو منع کرنا ایسے ہی تیجے میں ایک جماعت ایک جگہ بیٹھ جاتی ہے اور تمام لوگ بلند آواز سے قرآن مجید سے پڑھتے ہیں اور قرآنِ مجید سننے کے فریضے کو ترک کر دیتے ہیں۔ یہ تمام باتیں ممنوع، مکروہ اور نا روا ہیں علماء کو چاہیے کہ زائد خرابیوں پر لوگوں کو تنبیہ کریں یہ نہیں کہ زبان کی تیزی اور روانی کے سہارے سے اصل کام ہی کو ختم کر دیں جیسے کہ اکثر عوام نمازیں خصوصاً نوافل جنہیں وہ تنہا ادا کرتے ہیں، ارکان نماز کو آہستہ آہستہ ادا نہ کرنے اور دیگر ممنوعات کے عادی بن جاتے ہیں اس بنا پر انہیں نماز ہی سے نہ روکا جائے بلکہ ان ناپسندیدہ عادات سے روکنا اور ڈرانا چاہیے اور نماز ادا کرنے کا شوق و رغبت دلانا چاہیے۔ یہ مختصر تقریر اور قول فیصل مخالفین کے خواص اور اس طرف کے بعض عوام دونوں کو ناگوار ہوگا لیکن کیا کیا جائے کہ حق یہی ہے اور حق سے راہ فرار نہیں اللہ تعالیٰ ہی راہ راست کی ہدایت فرمانے والا ہے وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین

واللہ الھادی الی سبیل الرشاد والصلوٰۃ والسلام
علی المولی الجواد محمد وآلہٖ وصحبہٖ الامجاد واللہ تعالیٰ
اعلم وعلمہٗ جل مجدہٗ اتم

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عنہ بمحمدٍ المصطفیٰ

النبی الامی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱ھ
عبد المصطفٰے احمد رضا خاں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین وفضلائے شریعت امین اس مسئلے میں کہ کسی شخص نے ایک کلام مجید تلاوت کر کے ختم کیا اور اس کا ثواب پندرہ شخصوں کی ارواح کو للہ بخشا، ان روحوں میں تقسیم ہو جائیگا یعنی فی روح دو پارے پہنچیں گے یا فی روح کو پورے کلام مجید کا ثواب پہنچے گا، اور نتیجہ اس کا دنیا میں ملے گا یا عقبٰی میں۔ دوسرے یہ کہ ثواب کس طرح کہہ کر پہنچائے؟

الجواب

اللہ عزوجل کے فضل سے امید ہے کہ ہر شخص کو پورے کلام مجید کا ثواب پہنچے گا۔ ردالمحتار میں ہے:

سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ لاھل المقبرۃ الفاتحۃ ھل تقسم الثواب بینھم او یصل لکل منھم مثل ثواب ذلك کاملا اجاب بانہ افتی جمع بالثانی وھو اللائق بسعۃ الفضل.

اس مسئلے کی پوری تحقیق فتاویٰ فقیر میں ہے، نتیجہ ملنا اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ مسلمانوں کو نفع رسانی سے اللہ عزوجل کی رضا اور رحمت ملتی ہے اور اس کی رحمت دونوں جہان کا کام بنا دیتی ہے آدمی کو اللہ تعالیٰ کے کام میں اللہ کی نیت چاہئے، دنیا اس سے مقصود رکھنا حماقت ہے۔ دعا کرے کہ الٰہی جو میں نے پڑھا، اس کا ثواب فلاں شخص یا فلاں فلاں اشخاص کو پہنچا اور افضل یہ ہے کہ تمام مسلمین و مسلمات کو پہنچائے۔

مسلک متقسط میں ہے:

یقرء ما تیسر له من الفاتحة والاخلاص سبعاً او ثلاثا ثمّ یقول اللهم اوصل ثواب ما قرأناه الیٰ فلان او الیهم:

محیط و تتارخانیہ و شامی میں ہے:

الافضل لمن یتصدق نفلاً ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانها تصل الیهم ولا ینقص من اجره شیٔ:

فتاویٰ رضویہ جلد چہارم

صـ ۲۰۶

اَحکام قبور مؤمنین

تقدیم

مسلمانوں کے قبرستانوں کو مسمار کر کے کوئی عمارت بنانا جائز نہیں، مسلمانوں کی قبریں واجب التعظیم ہیں۔ اس رسالۂ مبارکہ میں صرف مقابر کے احکام ہی نہیں بیان کئے گئے ہیں بلکہ وقف کے بہت سے احکام بیان کر دیئے گئے ہیں اور اس سلسلے میں متعدد کتب کے بہترین حوالہ جات یکجا کئے گئے ہیں جو مدّت دراز کی عرق ریزی اور جاں فشانی کے بعد بھی علمار کے لئے حاصل کرنا ممکن نہیں اور اس ضمن میں اصول فقہ کی بہت سی نادر ابحاث بھی شامل ہیں جو اصل رسالہ دیکھنے پر ہی منکشف ہو سکتی ہیں۔

سید شجاعت علی قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال :

علمائے دین اور مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک گورستان (اہلسنت) قدیم کی (ویرانی) قبروں کو عمداً کھود کر اپنے رہنے کے لئے مکان بنانا موافق مذہب حنفی کے جائز ہے۔ یا نہیں ؟ اور ایسا کرنے میں اہل قبور کی توہین واہانت ہوگی۔ یا نہیں؟ بینوا، توجروا۔

الجواب:

ومنہ الھدایۃ الی الحق والصواب

جاننا چاہیئے، کہ انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و عامۂ مومنین اہلسنت کے ساتھ جو قلبی عداوت فرقۂ نجدیہ وہابیہ کو ہے ایسی اور کسی فرقۂ مبتدعہ کو نہیں ہے اسی وجہ سے اس فرقۂ محدثہ کے اکابر کی تصانیف اباطیل اہانت محبوبان خدا سے بھری پڑی ہیں

جس کا جی چاہے وہ نجدی، اسمٰعیل دہلوی و صدیق حسن بھوپالی و خرم علی و رشید گنگوہی وغیرہ کی تالیفات باطلہ اٹھا کر دیکھ لے کہ قسم قسم کی اہانتوں سے پر ہیں

منجملہ ان کے ایک اہانت قبور انبیاء و شہداء و اولیاء علیہم السلام کا منہدم و نابود کرنا اس فرقے کا شعار ہو گیا ہے۔

شیخ نجدی نے روضۂ اقدس کو گرانے کا ارادہ کیا تھا

علامہ احمد بن علی بصری کتاب فصل الخطاب فی رد ضلالات ابن عبد الوہاب میں فرماتے ہیں:

منہا انہ صح انہ یقول

لو اقدر علی حجرۃ الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لہدمتہا۔

یعنی میں اگر قدرت پاؤں تو روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توڑ دوں۔

شیخ نجدی نے شہداء و صحابہ کرام کے مزار توڑے

اور یہی علامہ بصری ایک دوسرے مقام میں لکھتے ہیں:

اقول تہدیم قبور شہداء الصحابۃ المذکورین لاجل البناء علی قبورھم

یعنی نجدی کا شہداء صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبور کو تعمیر کی وجہ سے توڑ ڈالنا بڑی ضلالت

ضلالة ای ضلالة انتهی مختصرا؛

اور گمراہی اس نجدی کی ہے۔

اور یہی علامہ مذکور تیسرے مقام میں لکھتے ہیں:

قال بعضهم ولو كان المبني عليه مشهوراً بالعلم والصلاح او كان صحابياً وكان المبني عليه قبّة وكان البناء على قدر قبره فقط فينبغي ان لا يهدم لحرمة نبشه وان اندرس اذا علمت هذا فالبناء على قبور هؤلاء الشهداء من الصحابة رضي الله تعالى عنهم لا يخلوا اما ان يكون واجبًا او جائزًا بغير كراهة وعلى كل فلا يقدم على الهدم الا رجل مبتدع ضال لاستلزامه

بعض علماء نے فرمایا کہ، صاحب قبہ اگر کوئی مشہور عالم متقی یا صحابی ہے اور قبہ صرف قبر کے برابر ہو تو اسے منہدم نہ کرنا چاہیئے، کیونکہ خواہ اس کا نشان بھی کیوں نہ مٹ جائے مگر اس کا کھولنا جائز نہیں۔ اب آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ان شہید صحابہ رضی اللہ عنہم کی قبور پر عمارات بنانا یا تو واجب ہوگا یا بلا کراہت جائز اور بہر صورت منہدم کرنا جائز نہیں اور یہ صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو بدعتی اور گمراہ ہو۔

انتہاک حرمۃ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الواجب علیٰ کل مسلمٍ محبتہم ومن محبتہم وجوب توقیرلھم وای توقیرلھم عند من ھدم قبورھم حتی بدت ابدانھم واکفانھم کما ذکر بعض علماء نجد فی سوال ارسلہ الیٰ انتہی مختصراً؛	کیونکہ اس سے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بےحرمتی ہوتی ہے، حالانکہ ان کی تعظیم اور توقیر ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اب وہ لوگ تعظیم کرنے والے کیسے قرار پا سکتے ہیں جنہوں نے شہداء کی قبور کھود ڈالیں جبکہ بعض کے جسم اور کفن بھی ظاہر ہو گئے۔

ان بدبختوں کے نزدیک ظاہری موت کے بعد یہ بالکل بےحس و بےشعور ہو جاتے ہیں اور مر کر معاذ اللہ (بناہ بخدا) مٹی میں مل جاتے ہیں۔ ملا اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب تقویت الایمان کے ص۶۰ میں حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان ارفع واعلیٰ میں بکتا ہے کہ:

"میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔"

لہ سابقاً علامہ بصری علیہ الرحمۃ کے قول میں گذرا کہ نجدی نے جب

جب سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ان ملاعنہ کا ایسا ناپاک خیال ہے اور ان کے روضۂ اطہر اور شہدار وصحابہ کرام علیہم الرضوان کی قبور کو منہدم کرنے کا بیہودہ خیال ہے تو باقی اموات عامۂ مومنین صالحین کی نسبت پوچھنا کیا ہے۔

جب قبور مومنین بلکہ اولیار علیہم السلام اجمعین کا توڑنا اور منہدم کرنا شعار نجدیہ وہابیہ ہوا، تو کسی کو جائز نہیں ہے کہ وہ صورت مسئولہ میں قبور مومنین اہلسنت کو توڑ کر بلکہ ان کو کھود کر ان پر اپنی رہائش و آسائش کے مکان بنا کر ان میں لذات دنیا میں مشغول و منہمک ہو، جو قطعاً و یقیناً اصحاب قبور کو ایذا دینا اور ان کی اہانت اور توہین کرنا ہے جو کسی طرح جائز نہیں کہ:

اہلسنت کے نزدیک انبیا و شہدار و اولیار اپنے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۸) قبور شہدار و صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو شہید کیا تو ان میں ان کے کفن اور بدن شریف سب سلامت تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو مدفون ہوئے تخمیناً بارہ سو سال گزر چکے تھے۔ پس ہزار تف ہے ملا اسمٰعیل اور اس کے مقلدین وہابیہ روسیاہ پر کہ ان کا ایسا ناپاک عقیدہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس واطہر کے ساتھ کہ جو مسلمان کی شان کے خلاف ہے اللہ تعالیٰ اہلسنت کو ان کی صحبت بد سے بچائے۔ آمین

ابدان مع اکفان کے زندہ ہیں۔

اہلسنت کے نزدیک انبیاء و شہداء علیہم التحیۃ والثنا اپنے ابدان شریفہ سے زندہ ہیں بلکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ابدان لطیفہ زمین پر حرام کئے گئے ہیں، کہ وہ ان کو کھا وے اسی طرح شہداء و اولیاء علیہم الرحمتہ والثنا کے ابدان وکفن بھی قبور میں صحیح وسلامت رہتے ہیں۔ وہ حضرات روزی و رزق دیئے جاتے ہیں۔

علامہ سبکی علیہ الرحمتہ شفاء السقام میں لکھتے ہیں:

وحیاۃ الشھداء اکمل	شہداء کی زندگی بہت اعلیٰ ہے
واعلیٰ فھذا النوع من الحیاۃ	زندگی اور رزق کی یہ قسم ان لوگوں
والرزق لا یحصل لمن لیس	کو حاصل نہیں ہوتی جو ان کے ہم رتبہ
فی رتبتھم واما حیاۃ الانبیاء	نہیں اور انبیاء کی زندگی سب سے
اعلیٰ واکمل واتم من	اعلیٰ ہے، اس لئے کہ وہ جسم و روح
الجمیع لانھا للروح والجسد	دونوں کے ساتھ ہے جیسی کہ دنیا
علی الدوام علیٰ ماکان	میں تھی، اور ہمیشہ رہے گی۔
فی الدنیا ؎	

اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں:

" اولیاء اللہ گفتہ اند۔ ارواحنا اجسادنا

یعنی ارواح ایشاں کار اجساد می کنند۔ وگاہے
اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح می برآیند،
میگویند، کہ رسول خدا را سایہ نبود (صلی اللہ تعالیٰ
علیہ والہ واصحابہ وسلم) ارواح ایشاں از زمین
وآسمان وبہشت ہر جا کہ خواہند می روند۔ وبسبب
ایں ہمیں حیات اجساد آنہارا در قبر خاک نمی خورد
بلکہ کفن ہم می ماند۔ ابن ابی الدنیا از مالک روایت
نمود۔ ارواح مومنین ہر جا کہ خواہند سیر کنند، مراد از
مومنین کاملین اند۔ حق تعالیٰ اجساد ایشاں را قوت
ارواح می دہد کہ در قبور نماز میخوانند (ادا کنند) وذکر
می کنند، وقرآن کریم می خوانند۔"

ترجمہ۔ اولیاء اللہ کا فرمان ہے کہ ہماری روحیں
ہمارے جسم ہیں، یعنی ان کی ارواح جسموں کا کام دیا
کرتی ہیں اور کبھی اجسام انتہائی لطافت کی وجہ سے
ارواح کی طرح ظاہر ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا: ان کی ارواح زمین
آسمان، اور جنت میں جہاں بھی چاہیں آتی جاتی ہیں۔
اس لئے قبروں کی مٹی ان کے جسموں کو نہیں کھاتی
ہے بلکہ کفن بھی سلامت رہتا ہے۔ ابن ابی الدنیا

نے مالک سے روایت کی ہے کہ مومنین کی ارواح جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں، مومنین سے مراد کاملین ہیں۔ حق تعالیٰ ان کے جسموں کو روحوں کی قوت عطا فرماتے ہیں۔ وہ قبروں میں نماز ادا کرتے اور ذکر کرتے ہیں، اور قرآنِ کریم پڑھتے ہیں۔

اور شیخ الہند محدث دہلوی علیہ الرحمۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

"اولیائے خدائے تعالیٰ نقل کردہ شدند ازیں دارِ فانی بدارِ بقا، و زندہ اند نزدِ پروردگارِ خود۔ و مرزوق اند و خوش حال اند۔ و مردم را ازاں شعور نیست۔ الخ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے اولیاء اس دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف کوچ کر گئے ہیں، اور اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں، انھیں رزق دیا جاتا ہے، وہ خوش حال ہیں، اور لوگوں کو اس کا شعور نہیں۔

اور علامہ علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

لا فرق لھم فی الحالین ولذا قیل اولیاء اللہ لا یموتون ولٰکن ینتقلون من دارٍ الی دارٍ الخ	اولیاء اللہ کی دونوں حالتوں (حیات وممات) میں اصلاً فرق نہیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ وہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے

دوسرے گھر میں تشریف لے جاتے ہیں۔"

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمتہ نے شرح صدور میں اولیائے کرام علیہم الرضوان کی حیات بعد ممات کے متعلق چند روایات مستندہ لکھی ہیں، جو یہاں نقل کی جاتی ہیں:

امام عارف باللہ استاذ ابوالقاسم قشیری قدس سرہٗ اپنے رسالے میں بسند خود حضرت ولی مشہور سیدنا ابوسعید خراز قدس اللہ سرہٗ الممتاز سے راوی، کہ میں مکہ معظمہ میں تھا۔ باب بنی شیبہ پر ایک جوان مردہ پڑا پایا۔ جب میں نے اس کی طرف نظر کی تو مجھے دیکھ کر مسکرایا، اور کہا:

یا ابا سعید اما علمت ان الاحباء احیاء
وان ماتوا وانما ینقلبون من دار الی دار ❊

اے ابوسعید! کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے زندہ ہیں، اگرچہ مرجائیں۔ وہ تو یہی ایک گھر سے دوسرے گھر میں بدلائے جاتے ہیں۔"

وہی عالی جناب حضرت سیدی ابوعلی قدس سرہٗ سے، راوی ہے:

میں نے ایک فقیر کو قبر میں اتارا، جب کفن کھولا، ان کا سر خاک پر رکھ دیا، کہ اللہ تعالیٰ ان کی غربت پر رحم کرے۔ فقیر نے آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے

فرمایا:

یا ابا علی تذللنی بین یدی من یدللنی.

اے ابو علی! تم مجھے اس کے سامنے ذلیل کرتے ہو جو میرے ناز اٹھاتا ہے۔

میں نے عرض کی:

"اے سردار میرے، کیا موت کے بعد زندگی ہے؟"

فرمایا:

بلیٰ انا حیّ وکل محبّ لانصرنک بجاھی غداً.

میں زندہ ہوں، اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے۔ بیشک وہ جاہت وعزت جو مجھے روز قیامت ملے گی اس سے میں تیری مدد کروں گا۔"

وہی جناب مستطاب حضرت ابراہیم بن شیبان قدس سرہٗ سے راوی:

"میرا ایک مرید جوان فوت ہو گیا۔ مجھ کو سخت صدمہ ہوا نہلانے بیٹھا، گھبراہٹ میں بائیں طرف سے ابتدا کی، جوان نے وہ کروٹ ہٹا کر اپنی دہنی کروٹ میری طرف کی۔ میں نے کہا جان پدر۔ تو سچا ہے۔ مجھ ہی

سے غلطی ہوئی :

وہی امام، حضرت ابویعقوب سوسی نہر جوری قدس سرہٗ سے

راوی :

"میں نے ایک مرید کو نہلانے کے لیے تختے پر لٹایا اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا۔ میں نے کہا، جان پدر! میں جانتا ہوں کہ تو مردہ نہیں۔ یہ تو صرف مکان بدلنا ہے۔ لے میرا ہاتھ چھوڑ دے۔"

جناب ممدوح انھیں عارف موصوف سے راوی :

"مکہ معظمہ میں ایک مرید نے مجھ سے کہا۔ پیر و مرشد! میں کل ظہر کے وقت مر جاؤں گا، حضرت ایک اشرفی لیں۔ آدھی میں میرا دفن اور آدھی میں میرا کفن کریں جب دوسرا دن ہوا، اور ظہر کا وقت آیا۔ مرید مذکور نے آکر طواف کیا، پھر کعبے سے ہٹ کر لیٹا، تو روح نہ تھی میں نے قبر میں اتارا۔ آنکھیں کھول دیں۔ میں نے کہا کیا موت کے بعد زندگی۔ کہا :

اَنَا حَیٌّ وَ کُلُّ مُحِبِّ اللّٰہِ حَیٌّ ؛

میں زندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ہر دوست زندہ ہے۔

نامناسب افعال کرنے سے اموات مسلمین کو ایذا ہوتی ہے

اور بعض عامۂ مومنین اور بقیہ اموات کے ابدان گو سلامت نہ رہتے ہوں، تاہم ان کی قبور پر بیٹھنے بلکہ ان پر تکیہ لگانے اور قبرستان میں جوتوں کی آواز کرنے سے ان کو ایذا ہوتی ہے۔ احادیث صحیحہ سے یہ امر ثابت بلاریب ہے۔ حاکم و طبرانی عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا، فرمایا:

یا صاحب القبر انزل من القبر لا توذی صاحب القبر ولا یوذیک۔	او قبر والے قبر سے اتر آ۔ نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے نہ وہ تجھے۔

سعید بن منصور اپنی سنن میں راوی:

کسی نے حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا۔ فرمایا:

کما اکرہ اذی المؤمن فی حیاتہ فانی اکرہ اذاہ بعد موتہ۔	مجھ کو جس طرح مسلمان زندہ کی ایذا ناپسند ہے، یوں ہی مردہ کی

امام احمد علیہ الرحمۃ بسند احسن انھیں حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

سید عالم صلی اللہ وسلم نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے

دیکھا، فرمایا:

لا تؤذ صاحب ھذا القبر — اس قبر والے کو ایذا نہ دے

یا فرمایا:

لا تؤذہ — اسے تکلیف نہ پہنچا۔

اس ایذا کا تجربہ بھی تابعین عظام اور دوسرے علمائے کرام نے جو صاحب بصیرت تھے کر لیا ہے۔ ابن ابی الدنیا ابو قلابہ بصری سے راوی:

میں ملک شام سے بصرہ کو جاتا تھا، رات کو خندق میں اترا وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا۔ جب جاگا، تو صاحب قبر کو دیکھا کہ مجھ سے گلہ کرتا ہے اور کہتا ہے:

لقد اذیتنی منذ اللیلۃ — اے شخص تو نے مجھ کو رات بھر ایذا دی۔

امام بیہقی دلائل النبوۃ میں اور ابن ابی الدنیا حضرت ابو عثمان نہدی سے۔ وہ ابن مینا تابعی سے راوی:

میں مقبرے میں گیا، دو رکعت پڑھ کر لیٹ گیا۔ خدا کی قسم میں خوب جاگ رہا تھا، کہ سنا، کوئی شخص قبر میں سے کہتا ہے

قم فقد اذیتنی — اٹھ کہ تو نے مجھ کو اذیت دی

حافظ ابن مندہ امام قاسم بن مخیمرہ رحمتہ اللہ تعالیٰ سے راوی:

"اگر میں تپائی بھال پر پاؤں رکھوں کہ میرے قدم سے پار ہو جائے تو یہ مجھ کو زیادہ پسند ہے، اس سے کہ قبر پر پاؤں رکھوں۔" پھر فرمایا:

ایک شخص نے قبر پر پاؤں رکھا۔ جاگتے میں سنا:

الیک عنّی یا رجل ولا تؤذنی ؛	اے شخص الگ ہٹ مجھے ایذا نہ دے۔

اور علامہ شرنبلالی مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں:

اخبرنی شیخی العلامة محمد بن احمد الحموی الحنفی رحمة اللہ تعالیٰ بانھم یتاذون بخفق النعال ؛	مجھ کو میرے استاذ علامہ محمد ابن احمد حنفی نے خبر دی کہ جوتے کی پہچل سے مردے کو ایذا ہوتی ہے۔

اسی واسطے ہمارے فقہائے کرام احناف علیہم الرحمتہ فرماتے ہیں، کہ:

قبر پر رہنے کو مکان بنانا، یا قبر پر بیٹھنا یا سونا، یا اس پر یا اس کے نزدیک بول وبراز کرنا یہ سب امور اشد مکروہ، قریب بحرام ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ویکرہ ان یبنی علی	قبر پر عمارت بنانا، سونا

الـقبر او ینام او یطاء علیہ او یقضی حاجۃ الانسان من بول او غائط الخ۔ روندنا، بول و براز کرنا مکروہ ہے۔

علامہ شامی اس کی دلیل میں حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

لان المیت یتاذی بما یتاذی بہ الحی؛ یعنی اس لئے کہ جس سے زندوں کو اذیت ہوتی ہے اس سے مردے بھی ایذا پاتے ہیں۔

بلکہ دیلمی نے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کلیئے کی تصریح روایت کی کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

المیت یوذیہ فی قبرہ مایوذیہ فی بیتہ؛ میّت کو جس بات سے گھر میں ایذا ہوتی ہے، قبر میں بھی اس سے اذیت پاتا ہے۔

ابن ابی شیبہ اپنی مصنّف میں سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

اذی المومن فی موتہ کاذاہ فی حیوتہ؛ مسلمان کو بعد موت ایذا دینی ایسی ہی ہے جیسے زندگی میں اسے تکلیف پہنچائی۔

اور اظہر من الشمس ہے کہ قبور کو کھود کر ان پر رہنے کو مکان

بنایا تو اس میں یہ سب امور موجود ہیں۔ جس سے یقیناً اہل قبور کی توہین ہوتی ہے اور ان کو ایذا دینا ہے جو ہرگز ہمارے حنفی مذہب میں جائز نہیں ہے، اگر کوئی معترض کہے، کہ شرح کنز میں علامہ زیلعی لکھتے ہیں :

ولو بلی المیت وصار تراباً جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعه والبناء علیه ؛

(ترجمہ) اگر میت پرانی ہو جائے اور مٹی میں مل جائے تو دوسرے کو اس قبر میں دفن کرنا، کھیتی باڑی کرنا اور اس پر عمارت بنانا جائز ہے "

تو جواب اس کا اولاً یہ ہے کہ یہ قول علامہ زیلعی کا احادیث مذکورہ اور روایاتِ مسطورہ کے معارض ہے لہٰذا قابل قبول نہیں ہے اور ثانیاً یہ کہ علامہ شرنبلالی نے امداد الفتاح میں علامہ زیلعی کے اس قول کو رد کر دیا ہے، دوسری روایت معارضہ سے پس قابل تعمیل نہیں۔

قال فی الامداد ویخالفه ما فی التتارخانیه اذا صار المیّت تراباً فی القبر یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمة باقیة الخ

یعنی جب قبر میں میّت گل کر مٹی بھی ہو جائے تب بھی اس کی قبر میں غیر کو دفن کرنا مکروہ ہے کہ اس کی تعظیم و حرمت کے خلاف ہے کہ اس میّت

کی تعظیم وحرمت اب بھی باقی ہے۔

اور مؤید ہے اس کی وہ جو علامہ نابلسی علیہ الرحمتہ نے حدیقۂ ندیہ شرح طریقۂ محمدیہ نے لکھا ہے:

معناه ان الارواح تعلم بترك اقامة الحرمة والاستهانة فتاذى بذلك:

یعنی قبر پر تکیہ لگانے سے جو اہل قبور کو ایذا ہوتی ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ روحیں جان لیتی ہیں، کہ اس نے ہماری تعظیم میں قصور کیا، لہٰذا ایذا پاتی ہیں۔

اور شیخ الہند علیہ الرحمتہ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

"شاید کہ مراد آنست کہ روح وے ناخوش میدارد، وراضی نیست بتکیہ کردن برقبر وے از جہت تضمن اہانت و استخفاف را بوے۔"

(ترجمہ) اس کے معنی غالباً یہ ہیں کہ اس کی روح قبر پر تکیہ لگانے سے ناخوش ہوتی ہے کیونکہ اس میں اس کی توہین ہے۔

جب قبر پر تکیہ لگانے سے اہل قبور کی اہانت اور ان کی توہین اور ان کی ترک تعظیم ہوتی ہے، تو اس پر کھیتی کرنے سے اور اس پر مکان بنانے سے تو بطریق اولیٰ ان کی توہین ہوگی، اور ثالثاً یہ کہ ہم میاں معترض نجدی شعار سے پوچھتے ہیں کہ تجھ کو کیسے معلوم ہوا کہ،

کہ میت بالکل مٹی ہوگئی ہے اور اس کی ہڈی بھی باقی نہیں رہی ہے۔ اس واسطے کہ قبر ابھی تک کھودی نہیں گئی ہے اور نہ میت کے مٹی ہونے کا قرآن اور حدیث میں کوئی وقت مقرر ہوا ہے، کہ اتنی مدت کے بعد میت کی ہڈیاں بھی مٹی ہو جاتی ہیں بلکہ تجربے سے بارہا مشاہدہ ہوا ہے کہ کسی بہت پرانی بستی کے اطراف میں کوئی جگہ کھودی جائے تو اس میں قبور نکلیں جن میں ہڈیاں (بلکہ بعض کے ابدان) اب تک باقی صحیح وسلامت تھیں، کتبوں سے تین تین چار چار صدیوں کی قبور معلوم ہوتی تھیں تو بلا دلیل بلا ضرورت شرعی کے کسی ممنوع امر کا کسی مبہم روایت کی بنا پر مرتکب ہونا ہرگز جائز نہیں ہے۔ اگر معترض پھر عود کرے اور کہے، کہ بمبئی وغیرہ عظیم شہروں میں قبور کھود کر ان میں دوسرے اموات دفن کئے جاتے ہیں، تو اگر قبور کھودنے سے اموات کی توہین ہوتی ہے، تو ان شہروں میں یہ کام کیوں ہوتا ہے تو جواب اس کا یہ ہے، کہ ان شہروں میں جگہ بہت تنگ ہے قبرستانوں میں اتنی وسعت نہیں ہے کہ میت کے لئے الگ الگ قبر ہو، لہٰذا اس ضرورت شدیدہ سے یہ جائز ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات قاعدہ متفقہ ہے۔

کبیری شرح منیہ میں ہے:

ولا یحفر قبر لدفن

اخر مالم یبل الاول

فلم یبق له عظم الا عند
الضرورة بان لم یوجد
مکان سواه الخ

بالجملہ صورت مسئولہ میں قبور کو کھود کر ان پر مکانات بنانا ہمارے حنفی مذہب میں جائز نہیں اور بلا شبہ وشک ایسا کرنے سے اہل قبور کی توہین ہوگی جو جائز نہیں ہے۔

ھذا ما عندی والعلم الاتم عند ربی قال بفمہ و امر برقمہ العبد الفقیر محمد عمر الدین السنی الحنفی القادری الہزاروی عفا اللہ تعالیٰ عنہ۔

جو کچھ مجیب لبیب نے لکھا ہے حق اور صواب ہے۔ چنانچہ خزانتہ الروایۃ میں مرقوم ہے:

فی مفید المستفید عن مفاتیح المسائل
واذا صار المیت ترابا فی القبر یکرہ دفن
غیرہ فی قبرہ لان الحرمۃ باقیۃ انتھیٰ۔

اور یہ بھی خزانتہ الروایتہ میں ہے:

لا یجوز لاحد ان یبنی فوق القبور بیتاً او
مسجد الان الموضع القبر حق المقبور ولھذا
لا یجوز نبشہ انتھی مختصراً

نمقہ الراجی الی رحمتہ ربہ الشکور
عبد الغفور صانہ اللہ عن الآفات والشرور

لله در المجیب حیث اجاب فاجاد واصاب فیما افاد

حررہ المسکین محمد بشیر الدین عفی عنہ

اس فتوے کو دیکھا۔ فتوی صحیح ہے۔ جواب درست ہے۔

حررہ محمد عبد الرشید دھلوی عفی عنہ

الجواب الصحیح محمد افضل المجید عفی عنہ

الجواب صحیح وصواب حررہ

العبد المفتقر مطیع الرسول

عبد المقتدر القادری البدایونی

عفی عنہ

۱۳۱۷
الرسول قادری
حنفی
محمد عبد المقتدر مطیع

ذلک کذالک محمد فضل احمد البدایونی عفی عنہ

المجیب مصیب

۱۳۱۸
قادری
محمد ابراهیم

اصاب من اجاب واللہ اعلم بالصواب

محمد حافظ بخش المدرس بالمدرسۃ المحمدیہ ببلدہ بدایوں

بخش حنفی
محمد حافظ

صح الجواب حررہ عبد الرسول محب احمد عفی عنہ

المدرس بالمدرسۃ

بدایوں

محب احمد قادری
عبد الرسول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل الارض کفاتا ۝ واکرم المومنین احیاءً وامواتا ۝ وجعل موتھم راحۃ وسباتا ۝ وحرم اھانتھم تحریما بتاتا ۝ والصلوٰۃ والسلام علی من سقانا من فضلہ وفضلتہ ماءً فراتا ۝ واعطانا فی کل محجۃ ابلج حجۃ نقضاً واثباتا ۝ وابد تعظیم المومنین ابد الابدین ولم یوقت لہ میقاتا ۝ فجعلھم عظاما وان صاروا عظاما ۝ وحرم ایذاءھم ولو کانوا رفاتا ۝ وعلی الہ وصحبہ واھلہ وحزبہ المکرمین عند اللہ جمیعا واشتاتا

جزی اللہ المجیب خیرا وثیب

جامع الفضائل قامع الرذائل حامی السنن ماحی الفتن مولٰنا مولوی محمد عمر الدین جعلہ اللہ کاسمہٖ عمر الدین دلسعیہ ورعیہ عمر الدین کا جواب ناہج مناہج صواب کافی ووافی ہے۔ مگر بحکم المامور معذور بنظر تکثیر افاضہ دو وصل مفید کا اضافہ منظور۔ وصل اوّل اس بیانِ مجیب کی تائید و تصویب میں کہ قبور المسلمین کی تعظیم ضرور اور اہانت محظور، اور یہ کہ کیا کیا امور موجب ایذائے اصحاب قبور۔ یہاں اگر سلسلۂ سخن میں بعض امور مذکورہ جواب کا اعادہ ہو تو غیر محذور کہ تکرر ذرج موجب مزید تاکید بدا وقع فی الصدور م والمسك ماکررتہ یتضوع

وصل دوم میں احقاق مرام و ازہاق اوہام و تبکیت مخطیان بخاریہ لیام، اور اس امر کا بیان کامل و تمام کہ مقابر عام مسلمین میں کوئی وقفی مکان بنانا بھی حرام نہ کہ اپنی سکونت و آرام کا مقام، نیز روایت علامہ زیلعی کی تحقیق انیق۔ اس وصل میں دو فتوے فقیر کی نقل پر قناعت ہے، کہ ان میں بحمد اللہ تعالیٰ کفایت ہے۔ و باللہ التوفیق۔

وَصلِ اوّل

علمائے کرام کا اتفاق ہے، کہ مسلمان کی عزت مردہ و زندہ برابر ہے۔ محقق علی الاطلاق رحمتہ اللہ تعالیٰ فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

الاتفاق علٰی ان حُرمَۃ المسلم میتاً کحرمتہ حیاً۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

کسر عظم المیت واذاہ ککسرہٖ حَیّاً۔ مردے کی ہڈی کو توڑنا اور اسے ایذا پہنچانا ایسا ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈی کو توڑنا۔ رواہ الامام احمد وابوداؤد وابن ماجۃ باسناد حسن عن ام المؤمنین عائشۃ الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

یہ حدیث مسند الفردوس میں ان لفظوں سے ہے:

سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

المیّت یؤذیہ فی قبرہٖ ما یؤذیہ فی بیتہٖ۔ مردے کو قبر میں بھی اس بات سے ایذا ہوتی ہے جس سے گھر میں اسے اذیت ہوتی۔

علامہ مناوی شرح میں فرماتے ہیں:

افاد ان حرمۃ المؤمن بعد موتہٖ باقیۃ۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ مسلمان کی حرمت بعد موت کے بھی ویسے ہی باقی ہے۔ سیدنا حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اذی المؤمن فی موتہٖ کاذاہ فی حیاتہٖ۔ مسلمان مردہ کو ایذا دینا ایسا ہے جیسے زندہ کو۔

رواہ ابوبکر بن شیبۃ۔

علماء فرماتے ہیں:

المیّت یتاذی بما یتاذی بہ الحی۔ جس بات سے زندوں کو ایذا پہنچتی ہے، مردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں۔ کذا فی ردّ المحتار وغیرہ من معتمدات الاسفار۔

علامہ شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللمعات

بس امام علامہ ابوعمر یوسف بن عبدالبر سے نقل فرماتے ہیں :

" ازیں جا مستفاد می گردد کہ میت متالم می گردد
تبمام آنچہ متلذذ می شود بداں زندہ " انتہیٰ کلامہ ۔

یہاں تک ہمارے علماء نے تصریح فرمائی ۔ قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اس میں آدمیوں کو چلنا حرام ہے ۔ فی شامیۃ عن الطحطاویۃ اخر کتاب الطہارۃ نصوا علی ان المرور فی سکۃ حادثۃ فیہا حرام ۔

اور فرماتے ہیں :

" مقبرے کی گھاس (سبز) کاٹنا مکروہ ہے کہ جب تک وہ (گھاس سبز) تر رہتی ہے ، اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے ۔ اس (سبز گھاس) سے اموات کا دل بہلتا ہے اور ان پر رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے ۔ ہاں خشک گھاس کاٹ لینا جائز ہے مگر وہاں سے تراش کر جانوروں کے پاس لے جائیں اور یہ ممنوع ہے کہ انھیں گورستان میں چرنے چھوڑ دیں

فی جنائز رد المحتار	رد المحتار کے جنائز میں ہے
یکرہ ایضاً قطع النبات	کہ تر گھاس کا مقبرے سے
الرطب والحشیش من المقبرۃ	کاٹنا ، خشک کا نہیں مکروہ
دون الیابس کما فی البحر	ہے جیسا کہ بحر اور شرح
والدرر وشرح المنیۃ	منیہ میں ہے اور امداد میں

وعلله فی الامداد بانه مادام رطباً یسبح الله تعالیٰ فیونس المیت و تنزل بذکرہ الرحمة ونحوہ فی الخانیة انتھیٰ وفی العلمگیریة عن البحر الرائق لوکان فیها حشیش یحش ویرسل الی الدواب ولا ترسل الدواب فیها اھ

اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ جب تک وہ تر رہتی ہے اللہ کی تسبیح کرتی رہتی ہے جس سے میت کو انس حاصل ہوتا ہے اور اس کے ذکر کی وجہ سے رحمت نازل ہوتی ہے اور خانیہ میں بھی اسی طرح ہے انتہیٰ، اور علمگیریہ میں بحر الرائق سے ہے کہ اگر قبرستان میں خشک گھاس ہو تو کاٹ کر لائی جاسکتی ہے مگر جانور اس میں نہ چھوڑے جائیں۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو مقابر میں جوتا پہنے چلتے دیکھا۔ ارشاد فرمایا:

"ہائے کم بختی تیری اے طائفی جوتے والے۔ پھینک اپنی جوتی۔"

اخرج الائمة ابوداؤد والنسائی والطحاوی وغیرهم عن بشیر بن الخصاصیة واللفظ للامام الحنفی

ابوداؤد، نسائی، اور طحاوی وغیرہم نے بشیر بن خصاصیہ سے روایت کی اور لفظ امام حنفی کے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رای رجلاً یمشی بین القبور فی نعلین۔ فقال ویحک یا صاحب السبتتین الق سبتیتیک اھ السِبْتہ بکسر المهملة وسکون الموحدة هی التی لاشعر فیها۔ قال القاضی عیاض کان من عادة العرب لبس النعال بشعرها غیر مدبوغة۔ وکانت المدبوغة تعمل بالطائف وغیرہ الخ۔

نے ایک شخص کو قبروں کے درمیان جوتیاں پہن کر چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا، خرابی ہو تیری اے جوتیوں والے اپنی جوتیاں اتار دے۔ سبتہ مہملہ کے کسرہ اور سکون بار سے وہ چمڑا جس میں بال نہ ہوں قاضی عیاض نے فرمایا، عرب والے کچے چمڑے کے مع بالوں کے جوتے پہنا کرتے تھے اور پکائے ہوئے چمڑے کے جوتے طائف وغیرہ میں بنائے جاتے تھے۔

فاضل محقق حسن شرنبلالی اور ان کے استاذ علامہ محمد بن احمد حموی فرماتے ہیں:

"چلنے میں جو آواز کفش پا سے پیدا ہوتی ہے، اموات کو رنج دیتی ہے۔"

حیث قال فی — اس لئے کہ مراقی الفلاح

اخبرنی شیخی العلامة محمد بن احمد الحموی الحنفی رحمة الله تعالیٰ بانهم یتاذون بتحقق النعال انتهی اه اقول ووجهه ما سیاتی عن العارف الترمذی رحمة الله تعالیٰ؛

میں کہا کہ مجھے خبر دی میرے شیخ علامہ محمد بن احمد حموی حنفی رحمہ اللہ نے کہ مردے جوتیوں کی پھچل سے تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اس کی دلیل عنقریب عارف ترمذی سے منقول ہوکر آئے گی۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان یجلس احدکم علی جمرة فتحرق ثیابه فتخلص الی جلده خیر له من ان یجلس علی قبر.

بیشک آدمی کو آگ کی چنگاری پر بیٹھا رہنا یہاں تک کہ وہ اس کے کپڑے جلا کر جلد تک توڑ جائے، اس کے لئے بہتر ہے اس سے کہ قبر پر بیٹھے۔ رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجة عن سیدنا ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه.

عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

مجھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا، ارشاد فرمایا: او قبر پر بیٹھنے والے! قبر سے اتر آ۔ صاحب قبر کو ایذا نہ دے، نہ وہ تجھے ایذا دے۔

اخرج الطحاوی فی	طحاوی نے معانی الآثار میں اور
معانی الآثار والطبرانی	طبرانی نے معجم کبیر میں بسند
فی المعجم الکبیر بسندٍ حسن	حسن اور حاکم اور ابن مندہ نے
والحاکم وابن مندۃ	عمارہ بن حزم سے روایت کی
عن عمارۃ بن حزم رضی	کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ
اللہ تعالٰی عنہ، قال رآنی	تعالٰی علیہ وسلم نے ایک قبر پر
رسول اللہ تعالٰی علیہ	بیٹھے دیکھا تو فرمایا، اے قبر
وسلم جالسًا علی قبرٍ	پر بیٹھنے والے قبر سے اتر اور
فقال یا صاحب القبر	قبر والے کو تکلیف نہ دے
انزل من علی القبر لا تؤذی	اور نہ وہ تجھے تکلیف نہ دے
صاحب القبر ولا یوذیک	اور امام حنفی کے لفظ یہ ہیں
ولفظ امام الحنفی فلا	فلا یوذیک ۃ

یوذیک ۃ

اور امام احمد رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنی مسند میں یوں روایت کیا :

عمرو بن حزم کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا ، فرمایا :

لا تؤذِ صاحب القبر	صاحب قبر کو ایذا نہ دے .
کما فی المشکوٰۃ قلت	جیسے مشکوٰۃ میں ہے

وهذا الحديث لا يلائمه تاويل الامام ابی جعفر والنهی عن شیٔ لا ینافی النہی عن اعم منه فافهم :

میں کہتا ہوں اس حدیث سے امام ابوجعفر کی تاویل مناسبت نہیں رکھتی ہے اور کسی چیز سے روکنا اس چیز سے عام روکنے کو مستلزم نہیں ۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ شرح میں فرماتے ہیں :

" شاید کہ مراد آنست ، کہ روح وے ناخوش میدارد وراضی نیست بہ تکیہ کردن بر قبر وے جہت تضمن وے اہانت واستخفاف را بوے " اھ

ترجمہ ۔

شاید مراد یہ ہے کہ اس کی روح ناراض ہوتی ہے اپنی قبر پر تکیہ لگانے کی وجہ سے اہانت محسوس کرتی ہے ۔

اقول ۔ اس توجیہ پر امام علامہ محدث عارف باللہ حکیم الامۃ سیدی محمد بن علی ترمذی قدس سرہٗ نے جزم فرمایا ۔ تصریح فرماتے ہیں کہ :

" ارواح کو ان کی بے حرمتی وتنقیص شان معلوم ہوجاتی ہے لہذا ایذا پاتی ہیں ۔ "

سیدی عبد الغنی عبد الغنی نے حدیقہ میں

فی الحدیقة عن نوادر الاصول معناہ ان الارواح تعلم بترك اقامة الحرمة والاستهانة فتتاذی بذالك اھ

نوادر سے نقل کرتے ہوئے فرمایا، اس کے یہ معنی ہیں کہ ارواح اپنی اہانت وذلت کو محسوس کرتی ہیں اور اس سے انھیں ایذا ہوتی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان امشی علی جمرة او سیف او اخصف نعلی برجلی احب الیّ من ان امشی علی قبر۔

البتہ چنگاری یا تلوار پر چلنا یا جوتا پاؤں سے گانٹھنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی قبر پر چلوں۔

رواہ ابن ماجة عن عقبة بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واسنادہ جید کما افادہ المنذری۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لان اطاء علی جمرة احب الیّ من ان اطاء علی قبر مسلم۔

بے شک مجھے آگ پر پاؤں رکھنا زیادہ پیارا ہے مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھنے سے۔

رواہ الطبرانی فی الکبیر باسناد حسن قالہ امام عبدالعظیم

ان ہی صحابی اجل سے کسی نے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا۔ فرمایا:

کما اکرہ اذی المومن

میں جس طرح مسلمان کی ایذا

فی حیاته فانی اکرہ اذاہ بعد موته ؛ اس کی زندگی میں مکروہ جانتا ہوں، یوں ہی بعد موت اس کی ایذا کو ناپسند کرتا ہوں۔ اخرجه سعید بن منصور فی سننه کما فی شرح الصدور۔

اقول: وھٰذہ الاحادیث تؤید ما اخترنا وتوذن ان تاویل ابی جعفر رحمه الله تعالٰی لیس فی محله فیما فی عامة الکتب نأخذ لاعتضادھا بنصوص الاحادیث ولانه علیه الاکثر وقد نصوا ان العمل بما علیه الاکثر وانه لایعدل عن روایة ما وافقتها درایة فکیف اذا کان ھو الاشھر الاظھر الاکثر الازھر، وبھذا یضعف ما زعم العلامة البدر فی العمدة

میں کہتا ہوں ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو بات ہم نے اختیار کی ہے وہ درست ہے اور ابو جعفر رحمہ اللہ کی تاویل برمحل نہیں، لہٰذا ہم وہ مسلک اختیار کرتے ہیں جو عام کتب میں ہے، کیونکہ اسے احادیث کی صراحت سے تقویت حاصل ہے اور اس لئے بھی کہ اکثر کا یہی قول ہے اور علماء نے صراحت کردی ہے کہ عمل اس پر ہوگا جس پر اکثریت ہوگی اور اس روایت سے عدول نہیں کیا جاتا ہے جو درایت کے مطابق ہو، تو پھر اس سے

عدول کا جواز کیا ہوگا جو اشہر،
فتبصر ۞
اظہر، اکثر اور واضح ہے اور اسی سے علامہ بدر کا زعم عمدہ میں ضعیف قرار پاتا ہے، تو غور کیجیے۔

ان ہی احادیث سے ہمارے علمار رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم، نے بے ضرورت[1] قبر پر چلنے اور اس پر بیٹھنے اور پاؤں رکھنے سے منع فرمایا، کہ یہ سب حرمت مومن کے خلاف ترک ادب و گستاخی ہے۔

ففی النوادر والتحفة والبدائع والمحیط وغیرها ان ابا حنیفة کرہ وطاالقبر والقعود والنوم وقضاء

تو نوادر، تحفہ اور بدائع اور محیط وغیرہ میں ہے کہ ابو حنیفہ نے قبر کا روندنا، بیٹھنا، سونا، اس پر قضائے حاجت کرنا مکروہ

---

[1] قولہ، بے ضرورت۔ ضرورت کی صورت مثلاً قبرستان میں میت کے لئے قبر کھودنے یا دفن کرنے جانا چاہتے ہیں، بیچ میں قبریں حائل ہیں اس کے لئے اجازت ہے، پھر بھی جہاں تک بن پڑے بچتے ہوئے جائیں اور ننگے پاؤں ہوں، ان اموات کی دعا و استغفار کرتے جائیں۔ ف حاشیة العلامہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح عن شرح المشکوٰة الوطا لحاجة کدفن المیت لایکرہ ۱ھ وعن السراج فان لم یکن له طریق الا علی القبر جازله المشی علیه للضرورة ۱۲ منہ

الحاجة علیه کذا نقل العلامة ابن امیر الحاج فی الحلیة۔

اقول۔ والکراھة عند الاطلاق کراھة تحریم کما صرحوا به مع ما یفیدہ من النھی الوارد فی الاحادیث معللا بالایذاء والایذاء حرام فھذا ما ندین اللہ تعالٰی به وان قیل وقیل؛

کہا ہے۔ اسی طرح ابن امیر لحاج نے حلیہ میں نقل کیا۔

میں کہتا ہوں جب کراہت مطلق ہو تو مراد کراہت تحریم ہوتی ہے جیسا کہ فقہاء نے تصریح کی ہے، پھر اس نہی سے بھی تائید ہوتی ہے جو احادیث میں ایذا کی علّت سے معلل ہے اور ایذا حرام ہے، پس دیانت داری کی بات یہی ہے اب خواہ کوئی کچھ کہتا رہے۔

حاشیہ طحطاوی علی شرح نور الایضاح میں سراج وہاج سے ہے:

ان لم یکن له طریق الا علی القبر جاز له المشی علیه للضرورۃ اھ اقول: وھذا ایضا دلیل علی

اگر قبر پر ہی سے راستہ ہو تو اس پر چلنا ضرورتاً جائز ہے۔" میں کہتا ہوں، اس سے بھی ثابت کہ ہمارا قول کراہتِ تحریمی کا درست

ما اخترنا من كراهة التحريم فان المفهوم المخالف معتبر في الروايات وكلام العلماء بالاتفاق فافاد ان المشي لا يجوز بلا ضرورة وما لا يجوز فادناه كراهة التحريم.

ہے، کیونکہ مفہوم مخالف روایات اور کلام علماء میں بالاتفاق معتبر ہے، تو معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت چلنا جائز ہے، ورنہ کم از کم مکروہ تحریمی ہے۔

سیدی عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

قال الوالد رحمه الله تعالى في شرحه على الدرر ويكره ان يوطاء القبر لما روي عن ابن مسعود الخ وذكر اثر الذي رويناه.

والد صاحب نے درر کی شرح میں فرمایا کہ قبر کا روندنا مکروہ ہے کیونکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے پھر آپ نے وہی اثر روایت کیا جو ہم روایت کر چکے ہیں ــــ

اور محیط سے نقل فرمایا کہ:

يكره ان يطاء على القبر يعني بالرجل ويقعد عليه اھ قوله يعني بالرجل قلت

قبر کو پیروں سے روندنا اور اس پر بیٹھنا مکروہ ہے۔ پیروں سے روندنے کی تشریح اس لئے کردی کہ جماع پر محمول نہ کیا جائے

فستر بذلك لئلا يحمل
على الجماع ۔ اقول:
ويكره ايضا بل اشد
لما فيه من زيادة الاستخفاف
كالوطأ على سطح المسجد
مع الدلالة على تناهى
القلب فى تناسى الموت
فكان الحمل على الوطأ
بالرجل ليكون ادخل
فى النهى عن الوطأ بمعنى
الاجماع بطريق دلالة
النص لا لانه غير مكروه
هكذا ينبغى ان يفهم
اور جامع الفتاوی سے لائے: انه
التراب الذى عليه حق
الميت فلا يجوز ان يوطأ
اور مجتبیٰ سے لائے: ان
المشى على القبور يكره
اور شرعۃ الاسلام وشرح شرعہ سے:

میں کہتا ہوں، جماع بھی مکروہ
ہے بلکہ اس کی کراہت زائد
ہے کیونکہ اس میں زیادہ توہین
ہے، جیسے مسجد کی چھت پر
وطی کرنا، پھر اس میں موت کا
بھول جانا بھی شامل ہے، لہذا
پیروں سے روندنے پر محمول کرنا
اس لئے ہے تاکہ جماع کی ممانعت
پر بطریق دلالت النص دلالت
کرے۔ یہ مطلب نہیں کہ وطی
مکروہ نہیں، اس طرح سمجھنا
چاہئے۔ اور جامع الفتاوے
سے نقل کیا، کہ یہ وہ مٹی ہے
جس پر میت کا حق ہے لہذا اس
کو روندنا جائز نہیں اور مجتبیٰ میں
ہے، قبروں پر چلنا مکروہ ہے
شرعۃ الاسلام اور اس کی شرح
میں ہے: سنت یہ ہے کہ
جوتوں سے قبریں نہ روندی جائیں

من السنة ان لا يطاء القبور
في نعليه فان النبي صلى
الله تعالى عليه وسلم
كان يكره ذالك الخ
اور امام شمس الائمہ، حلوائی سے
انه قال يكره۔ اور امام علی
ترجمانی سے۔ قال يأثم
بوطأ القبور لان سقف
القبر حق الميت اھ اقول
وهذا نص على ما اخترنا
من كراهة التحريم اذ
لا اثم في المكروه تنزيها
لان مرجعه الى خلاف
الاولى ولانه ربما تعمده
النبي صلى الله تعالى عليه
وسلم بيانا للجواز والنبي
معصوم عن تعمد الاثم
ولان الاثم لا يجوز فلا
معنى لبيان الجواز

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے
مکروہ سمجھتے تھے اور شمس الائمہ
حلوائی نے کہا کہ یہ مکروہ ہے،
اور امام علی ترجمانی سے ہے کہ
قبروں کے روندنے سے
گناہگار ہوگا کیونکہ قبر کی چھت
میت کا حق ہے۔ میں کہتا
ہوں یہ بھی ہمارے اختیار کردہ
قول کراہت تحریمہ کی صراحت
کرتا ہے کیونکہ مکروہ تنزیہی میں
کوئی گناہ نہیں ہوتا، وہ صرف
خلاف اولیٰ ہے کیونکہ، حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز
کے لئے قصداً ایسا کیا اور نبی
قصداً گناہ کرنے سے معصوم ہوتا
ہے۔ پھر گناہ جائز نہیں ہوتا تو
بیان جواز کے کیا معنی؟ پھر
اباحت کے ساتھ مجتمع ہوتا ہے
جیسا کہ اشرتبہ ردالمحتار ابی السعود

ولانهم صرحوا انه يجامع
الاباحة كما في اشربة
رد المحتار ابي السعود و
المعصية لا تجامعها
ولانهم يعبرون عنها
بنفي الباس واي باسٍ
اعظمُ من الاثم ولان
المؤثم واجب الترك
وما وجب تركه كان فعله
مقارب الحرام وهذا معنى
كراهة التحريم ولانهم
نصوا ان فاعل المكروه
تنزيها لا يعاقب اصلاً كما
في التلويح مع ما اعتقدنا
ان الله تعالى ان يعاقب
على كل جريرة ولو
صغيرة فهذه بحمد الله
تعالى سبعة
دلائل ناطقة بان

ہے، اور معصیت اس کے ساتھ
مجتمع نہیں ہوتی ہے، پھر وہ اس
کی تعبیر نفی باس سے کرتے ہیں اور
گناہ سے بڑھ کر کون باس عظیم ہوگا
اور اس لئے کہ گناہگار بنانے والی
چیز واجب الترک ہے اور جس چیز
کا ترک واجب ہو اس کا فعل
حرام کے قریب ہوگا اور یہی معنی
کراہت تحریم کے ہیں اور اسلئے
بھی کہ فقہاء نے تصریح کر دی ہے
کہ مکروہ تنزیہی کے فاعل پر بالکل
گناہ نہ ہوگا جیسا کہ تلویح میں ہے
اس کے ساتھ ہی ہم یہ اعتقاد بھی
رکھتے ہیں کہ اللہ چھوٹے سے چھوٹے
جرم پر سزا دے سکتا ہے۔ یہ
سات دلائل ہیں، جن سے معلوم
ہو کہ بعض حضرات نے حقہ پینے
کے سلسلے میں مکروہ تنزیہی
کو صغائر سے بتا کر فاحش غلطی

ماوقع عن بعض[۱] ابناء
الزمان فی رسالۃ
شرب الدخان من
ان المکروہ تنزیھاً
من الصغائر غلط فاحش
وخطاء عظیم نعم قد
صرح البحر فی بحرہ ان
المکروہ تحریماً منھا
فتثبت ولاتخبط۔

نورالایضاح اور اس کی
شرح مراقی الفلاح میں ہے
ع[۱] فصل فی زیارۃ القبور
ندب زیارتھا من غیر
ان یطأ القبور۔ اسی میں
ہے [۲] کرہ وطؤھا
بالاقدام لما فیہ
من عدم الاحترام

کی ہے۔ البتہ صاحب بحر
نے تصریح کی ہے کہ مکروہ
تحریمی صغائر سے ہے۔

[۱] فصل زیارت قبور کے
بیان میں ہے زیارت قبور
مستحب ہے مگر قبریں
نہ روندی جائیں۔

[۲] قبروں کو پیروں سے روندنا
مکروہ ہے کیونکہ اس میں
بے حرمتی ہے۔ قاضی خاں
نے کہا کہ اگر کسی شخص نے
قبرستان میں کوئی راستہ دیکھا
جس کے بارے میں اسے
گمان ہے کہ یہ لوگوں نے بنالیا
ہے تو وہ اس پر نہ چلے اور
اگر اس کے دل میں اس قسم
کا خیال نہ پیدا ہو تو چلنے میں

---

[۱] ھو المولوی عبدالحیّ اللکنوی ۱۲

وقال قاضی خان لو وجد طریقا فی المقبرة وھو یظن انه طریق احدثوه لا یمشی فی ذالك وان لم یقع فی ضمیره لا بأس بان یمشی فیه اھ ملخصاً۔

اقول وھذا ایضاً دلیل ما اخترناه فانه علق نفی البأس ان لا یقع فی قلبه انه طریق علی قبر فافاد وجود البأس فیما اذا وقع ذلك فی نفسه وایضاً قد تقدم التصریح بالحرمة من الشامی والطحطاوی عن علمائنا رحمھم اللہ تعالٰی۔

مضائقہ نہیں۔
میں کہتا ہوں کہ یہ بھی ہمارے قول کی دلیل ہے، کیونکہ اس میں جواز کی صورت دل میں اس خیال کا نہ آنا ہے کہ یہ راستہ قبروں پر بنایا گیا ہے، جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اگر اس کے دل میں اس قسم کا خیال پیدا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے، پھر شامی اور طحطاوی جو ہمارے علماء ہیں، ان سے منقول شدہ تصریحات پہلے گذر چکی ہیں۔

علامہ اسمٰعیل نابلسی حاشیہ درر و غرر میں فرماتے ہیں:

لاباس بزیارة القبور والدعاء للاموات ان کانوا مومنین[1] من وطاء القبور کما فی البدائع والملتقط اھ

قبروں کی زیارت اور ان کے حق میں دعا کرنے میں حرج نہیں بشرطیکہ قبریں نہ روندی جائیں جیسا کہ بدائع اور ملتقط میں ہے۔

طریقۂ محمدیہ میں ہے:

من آفات الرجل المشی علی المقابر اھ

پیر کی آفتوں میں سے قبروں کا روندنا ہے۔

امام علامہ محقق علی الاطلاق ان لوگوں پر اعتراض فرماتے ہیں جن کے اعزا و اقربا کے گرد مخلوق دفن ہے، وہ ان قبروں کو روندتے ہوئے اپنے عزیزوں کی گور تک جاتے ہیں، انھیں چاہیئے کنار گورستان سے زیارت اور دعا کرلیں اور ان کی قبروں کے قریب نہ جائیں:

فقد قال فی الفتح یکرہ الجلوس علی القبر ووطؤہ فما یصنعہ من دفنت حول اقاربہ خلق من وطا تلك القبور

چنانچہ فتح میں کہا، قبر پر بیٹھنا اور اس کو روندنا مکروہ ہے تو وہ لوگ جن کے رشتہ داروں کے گرد دوسروں کی قبریں ہوں ان کا ان

---

[1] علی صیغة المفعول ای امنین ۱۲

الی ان یصل الی قلبو قریبہ۱۰۰ قبروں کو روندنا مکروہ ہے۔

مکروہ اھ

امام محدث حافظ الحدیث ابوبکر بن ابی الدنیا حضرت ابوقلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

اقبلت من الشام الی البصرۃ فنزلت الخندق فتطہرتُ وصلّیتُ رکعتین باللیل ثم وضعت راسی علی قبرٍ فنمت. ثم انتبہتُ فاذا بصاحب القبر یشتکی ویقول لقد اذیتنی منذ اللیلۃ الخ

یعنی میں ملک شام سے بصرہ کو آتا تھا۔ رات کو خندق میں اترا، وضو کیا، اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو رہا، جب جاگا تو ناگاہ سنا، کہ صاحب قبر شکایت کرتا اور فرماتا ہے کہ تو نے رات بھر مجھے ایذا پہنچائی۔

ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی دلائل النبوۃ میں حضرت ابوعثمان نہدی، وہ مینا تابعی سے راوی:

"میں مقبرے میں گیا، دو رکعت پڑھ کر لیٹ رہا۔ خدا کی قسم! میں خوب جاگ رہا تھا، کہ سنا، صاحب قبر کہتا ہے:

قم فقد اذیتنی

اٹھ کہ تو نے مجھے ایذا دی۔

امام حافظ ابو مندہ قاسم بن مخیمرہ سے راوی:

"کسی شخص نے ایک قبر پہ پاؤں رکھا، قبر سے آواز آئی:

الیك عنّی ولا توذنی — اپنی طرف ہٹ (دور ہو) اے شخص میرے پاس سے اور مجھے ایذا نہ دے۔

ذکرھما العلامۃ السیوطی فی شرح الصدور

اقول، وفیھما تائید لما علیہ عامۃ علمائنا خلافًا للامام ابی جعفر ومن تابعہ من بعض المتاخرین۔

اور اس فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے حضرت سیدی ابوالحسین نوری مدظلہ العالی سے سنا، کہ ہمارے بلاد میں مارہرہ مطہرہ کے قریب ایک جنگل میں گنج شہیداں ہے، کوئی شخص اپنی بھینس لئے جاتا تھا ایک جگہ زمین نرم تھی، ناگاہ بھینس کا پاؤں جارہا، معلوم ہوا یہاں قبر ہے۔ قبر سے آواز آئی:

اے شخص تو نے مجھے تکلیف دی، تیری بھینس کا پاؤں میرے سینے پر پڑا۔ فیھا قصۃ لطیفۃ تدل علٰی عظیم قدرۃ اللہ تعالٰی وعجیب صنعہ فی الشھداء۔

اب بحمداللہ تعالٰی حکم مسئلہ مثل آفتاب روشن ہوگیا، جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے قبر پہ بیٹھنے اور اس سے تکیہ

لگانے اور مقابر میں جوتا پہن کر چلنے والوں کو منع فرمایا، اور علماء نے اس خیال سے کہ قبور پر پاؤں نہ پڑے، گورستان میں جو راستہ جدید نکالا گیا ہو اس میں چلنے کو حرام بتایا اور حکم دیا کہ قبر پر پاؤں نہ رکھیں بلکہ اس کے پاس نہ سوئیں۔ سنت یہ ہے کہ زیارت میں بھی وہاں نہ بیٹھیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ زیارت میں بھی وہاں نہ بیٹھیں۔ دور ہی سے زیارت کر آئیں اور قبرستان کی خشک گھاس اگرچہ جانوروں کو کھلانا جائز فرمایا مگر یوں کہ یہاں سے کاٹ کر لے جائیں نہ کہ جانوروں کو مقابر میں چرائیں اور تصریح فرمائی کہ مسلمان کی عزت مردہ و زندہ برابر ہے اور جس بات سے زندوں کو ایذا پہنچتی ہے مردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں اور انھیں تکلیف دینا حرام تو خود ظاہر ہوا کہ یہ فعل مذکور فی السوال کس قدر بے ادبی اور گستاخی و باعث گناہ و استحقاق عذاب ہے۔ جب مکان سکونت بنایا گیا تو چلنا پھرنا، بیٹھنا لیٹنا، قبور کو پاؤں سے روندنا۔ ان پر پاخانہ پیشاب، جماع سب ہی کچھ ہوگا اور کوئی دقیقہ بے حیائی اور اموات مسلمین کی ایذا رسانی کا باقی نہ رہے گا۔ والعیاذ باللہ رب العالمین ٥

علماء فرماتے ہیں، جہاں چالیس مسلمان جمع ہوتے ہیں ان میں، ایک ولی اللہ ضرور ہوتا ہے، کما صرح بہ العلامۃ المناوی رحمہ اللہ تعالیٰ فی التیسیر شرح الجامع الصغیر۔

اور ظاہر ہے کہ مقابر مسلمین میں صدہا مسلمانوں کی قبریں ہوتی ہیں بلکہ خدا جانے ایک ایک قبر میں کس قدر دفن ہیں تو بالضرورت ان

میں بندگان مقبول بھی ضرور ہوں گے بلکہ اس امر کی اموات میں زیادہ امید ہے کہ بہت بندے خدا کے جو زندگی میں آلودۂ گناہ تھے بعد موت پاک و طیب ہو گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الموت کفارۃ لکلِّ مسلمٍ — موت کفارہ گناہ ہے ہر سُنّی[1] مسلمان کے لئے۔

---

[1] فائدہ جلیلہ۔ محاورۂ قرآن و حدیث میں مومن و مسلم خاص اہل سنت کو کہتے ہیں، کہ زمانۂ نزول قرآنِ عظیم و ارشاد احادیث کریمہ میں صرف اہل حق اہل سنت جماعت ہی تھے۔ اس زمانۂ برکت نشان میں کسی بدمذہب و مبتدع کا ہونا محال تھا، کہ بدمذہبی شبہ و تاویل سے پیدا ہوتی ہے جسے یقین قطعی سے بدلنے والے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں جلوہ فرما تھے۔ اگر شبہ گذرتا، حضور کشف فرماتے، شبہ والا مانتا، تو سُنّی ہوتا، نہ مانتا تو کافر ہو جاتا۔ یہ بیچ کی شق وہاں ممکن ہی نہ تھی ولہذا آیۂ کریمہ ویتبع غیر سبیل المومنین سے جب علماء نے حجیت اجماع پر استدلال کیا، تصریح فرمادی کہ مبتدعین کا اتفاق اجماع میں ملحوظ نہیں، کہ مومنین سے مراد امت اجابت ہیں۔ مبتدعین امت اجابت نہیں۔ امت دعوت ہیں۔ دیکھو توضیح و تلویح بحث اجماع وغیرہ۔ یہ فائدہ نفیسہ یاد رکھنے کا ہے کہ انما المومنون اخوۃ وغیرہا آیات و احادیث میں مومنین سے اہلسنت ہی مراد ہیں، انھیں کے باہم اتفاق و اتحاد کا حکم ہے۔ بندۂ خدا لہٰذا اللہ تعالیٰ کی تعمیم اور تمام گمراہوں، بدمذہبوں سے اتحاد و رضا کی تعلیم سب بے دینوں کی تکریم و تعظیم پر ان نصوص کو پیش کرنا محض بد دینی اور ضلالت ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ ۱۲ منہ

اخرجه ابونعیم والبیهقی فی شعب الایمان عن
انس رضی اللہ تعالیٰ عنه قال السیوطی صححه ابن العربی
اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا۔ فاجر معلن کے
فسق وفجور کا اس کی زندگی میں اعلان کیا جائے تاکہ لوگ اس احتراز کریں؛

اخرج ابن ابی الدنیا
فی ذم الغیبة والترمذی
فی النوادر والحاکم فی الکنی
والشیرازی فی الالقاب
وابن عدی فی الکامل
والطبرانی فی الکبیر و
البیهقی فی السنن والخطیب
فی التاریخ کلهم عن
الجارود عن بهز بن حکیم
عن ابیه عن جده عن
النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه
وسلم اترعون عن ذکر
الفاجر متی یعرفه الناس
اذکروا الفاجر بما فیه
یحذره الناس؛

ابن ابی الدنیا نے ذم غیبت میں
اور ترمذی نے نوادر میں اور حاکم
نے کنی میں اور شیرازی نے القاب
میں اور ابن عدی نے کامل میں
اور طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے
سنن میں اور خطیب نے
تاریخ میں، سب نے جارود سے
جارود نے بہز بن حکیم سے انھوں
نے اپنے باپ سے اور ان کے
دادا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
روایت کی کہ کیا تم فاجر کا ذکر کرنے
سے ڈرتے ہو، لوگ اسے کب
پہچانیں گے؟ فاجر کی برائیاں
بیان کرو، تاکہ لوگ اس سے
بچیں۔

اور بعد موت کیسا ہی فاسق فاجر ہو اس کے برا کہنے اور اس کی برائیاں ذکر کرنے سے منع فرمایا، کہ وہ اپنے کیے کو پہنچ گیا۔

اخرج الامام احمد والبخاری والنسائی عن امّ المومنین الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم قال لا تسبوا الاموات فانهم قد افضوا الیٰ ما قدموا۔ واخرج ابوداؤد والترمذی والحاکم والبیہقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویهم واخرج النسائی بسند جیدٍ عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا عن النبی صلی اللہ تعالیٰ

امام احمد، بخاری اور نسائی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ تم مُردوں کو برا نہ کہو، کیونکہ انھوں نے جو کچھ کیا تھا وہ اس کی جزا کو پہنچے اور ابوداؤد، ترمذی، حاکم اور بیہقی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ تم اپنے مردوں کی خوبیاں بیان کرو اور ان کی برائیوں سے درگذر کرو اور نسائی نے بسند جید عائشہ رض سے روایت کی اور انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ تم اپنے مردوں کو بھلائی سے ہی یاد کرو،

علیہ وسلم لا تذکروا
ھلکا کم الا بخیر ؎

بعد اس اطلاع کے بھی اگر ایسے اشخاص اپنی حرکت سے باز نہ آئیں تو اب ان کی گستاخیاں عوام مومنین کے ساتھ ہی نہیں بلکہ حضرات اولیائے کرام کے ساتھ بھی ہوں گی، اور اشد و اعظم مصیبت اس کی، جو اولیاء کی جناب رفیع میں گستاخ ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اللہ جل جلالہٗ فرماتا ہے:

من عادی لی ولیًّا فقد	جو میرے کسی ولی سے دشمنی
اذنتہ بالحرب	باندھے میں نے اس سے لڑائی

کا اعلان کر دیا۔ رواہ الامام البخاری عن سیدنا ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ

اقول وکفی بالجامع الصحیح حجۃً۔

غرض ان لوگوں پر ضرور ہے کہ اپنے حال سقیم پر رحم کریں، اور خدائے جبار قہار جل جلالہٗ کے انتقام سے ڈریں اور مسلمانوں کی اموات کو ایذا نہ پہنچائیں۔ آخر انھیں بھی اپنے امثال کی طرح ایک دن زمین میں جانا اور بے کس بے بس ہو کر پڑنا ہے، جیسا آج یہ لوگوں کے ساتھ پیش آتے ہیں ویسا ہی اور لوگ کل ان کے ساتھ کریں گے۔

عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما تدین تدان (جیسا کرو گے۔ ویسا بھرو گے) اخرجہ ابن عدی فی الکامل

عن ابن عمر واحمد فی المسند عن ابی الدرداء و
عبد الرزاق فی الجامع عن ابی قلابۃ مرسلا وھو عند
الاٰخرین قطعۃ حدیث قلت ولہ شواھد جمۃ وھو من
جوامع کلمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ کی طرف شکوے کہ یہ بلا ان جاہلوں میں ان اجہلوں کی پھیلائی ہوئی ہے، جنہوں نے اموات کو بالکل پتھر سمجھ لیا کہ مر گئے اور خاک ہو گئے۔ نہ اب کچھ سنیں، نہ سمجھیں۔ نہ کسی چیز سے ایذا یا راحت پائیں اور جہاں تک بن پڑا قبور مسلمین کی عظمت قلوب عوام سے چھیل ڈالی۔

فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ۝

وصلِ دوم

فتوائے	بسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيمِ	اُولیٰ

مسئلہ :

از کلکتہ امرتلا لین نمبر ۸ ۔ مرسلہ حاجی لعل خاں صاحب دبار دوم بلفظہ از کانپور بازار نیا گنج کمپنی داد وجی دادا بھائی سورتی مرسلہ عبدالرحیم صاحب ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۲۱ھ۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین رحمہم اللہ تعالیٰ اس مسئلے میں کہ ایک طرف چند پرانی قبریں پائی جاتی ہیں اور باقی ایک تہائی میدان پڑا ہوا ہے اور وہاں کے عمر رسیدہ قریب اسّی سے سّو برس کے بزرگوں سے تحقیق کرنے پر وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کے ہوش سے ہم لوگوں

کے جاننے میں کسی حصہ اس سطح زمین میں کوئی میت دفن نہیں ہوئی ہے۔ اس پر چند مسلمانان عالی ہمت نے اس تہائی خالی سطح زمین پر مدرسہ اور کتب خانہ بنانے کے لئے حاکم وقت سے درخواست کی۔ تحقیقات کرنے کے بعد کہ وہاں کوئی قبر نہیں ہے، حاکم نے اجازت دے دی۔ ان حضرات نے مدرسہ وکتب خانہ بنانے کے لئے تمام سامان فراہم کیا ہے۔ اس صورت میں ایسے مقام پر مدرسہ وکتب خانہ بنانا درست ہے یا نہیں۔ اور مدرسے کی نیو (بنیاد) کھودتے وقت اگر احیاناً وہاں مردے کی بوسیدہ ہڈی نکلے، تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

وقف کی تبدیل جائز نہیں۔ جو چیز جس مقصد کے لئے وقف ہے اسے بدل کر دوسرے مقصد کے لئے کر دینا روا نہیں جس طرح مسجد یا مدرسہ کو قبرستان نہیں کر سکتے، یوں ہی قبرستان کو مسجد یا مدرسہ یا کتب خانہ کر دینا حلال نہیں۔

سراج وہاج پھر فتاویٰ ھندیہ میں ہے:

لایجوز تغیر وقف عن　　　　وقف کو اس کی ہیئت سے

هیأتہ فلا یجعل الدار بستانًا ولا الخان حمامًا ولا الرباط دکانًا الا اذا جعل الواقف الی الناظر مایری فیہ مصلحۃ الواقف اھ قلت فاذا لم یجز تبدیل الھیأۃ فکیف تبغییر اصل المقصود۔

سے تبدیل کرنا جائز نہیں لہذا گھر کا باغ بنانا اور سرائے کا حمام بنانا اور رباط کا دکان بنانا، ہاں جب واقف نے نگہبان پر معاملہ چھوڑ دیا ہو تو جائز ہے۔ میں کہتا ہوں۔ جب ایک ہیئت کی تبدیلی جائز نہیں تو اصل کی تغییر کیونکر جائز ہوگی۔

اور اس پارہ قبرستان میں سو برس سے کوئی قبر نہ ہونا اسے قبرستان ہونے سے خارج نہیں کر سکتا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول مفتی بہ پر تو واقف کے صرف اتنے کہنے سے کہ میں نے یہ زمین دفن مسلمان کے لئے وقف کی یا اس زمین کو مقبرۂ مسلمین کر دیا، وہ تمام زمین قبرستان ہو جاتی ہے، اگرچہ ہنوز ایک مردہ بھی دفن نہ ہوا۔ اور امام محمد کے قول پر ایک شخص کے دفن سے ساری زمین قبرستان ہو جاتی ہے۔

اسعاف پھر ردالمحتار میں ہے:

تسلیم کل شیئ بحسبہ ففی المقبرۃ بدفن واحد وفی السقایۃ بشربہ وفی الخان بنزولہ۔ ھدایہ و

ہر چیز کا سپرد کرنا اس کی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے تو مقبرے میں ایک شخص کا دفن کرنا ہے اور سقایہ میں ایک گھونٹ پانی

وهندیہ : وعند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالےٰ یزول ملکہ بالقول کما ھوا صلہ وعند محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اذا استقی الناس من السقایۃ وسکنوا الخان والرباط دفنوا فی المقبرۃ زال الملک ویکتفی بالواحد لتعذر فعل الجنس کلہ وعلی ھذا البئر والحوض :

پیتا ہے اور سرائے میں اترتا ہے ہدایہ اور ہندیہ میں ہے اور ابو یوسف کے نزدیک اس کی ملک کہنے سے زائل ہو جائیگی جیسی کہ ان کی اصل ہے۔ اور امام محمد کے نزدیک جب لوگ سقایہ سے سیراب ہوں اور سرائے میں رہیں اور رباط میں اور مقبرہ میں دفن کریں تو ملک زائل ہو جائے گی اور ایک پر اکتفا کیا جائے گا کیونکہ تمام جنس کا فعل متعذر ہے اور کنوئیں اور حوض کا حکم بھی ایسا ہی ہے۔

در منتقی اور شامی میں ہے :

قدم فی التنویر والدرر والوقایۃ وغیرھا قول ابی یوسف وعلمت ارجحیتہ فی الوقف والقضاء

تنویر، درر اور وقایہ وغیرہا میں ابو یوسف کا قال متقدم رکھا اور تم اس کی ارجحیت وقف اور قضا میں جان چکے ہو۔

پس صورت مستفسرہ میں وہاں مدرسہ و کتب خانہ بنانا ہی جائز نہیں، اگرچہ مردے کی ہڈی نہ نکلے۔ اور نکلنے کی حالت میں ممانعت اور

اشد ہو جائے گی، کہ قبر مسلم کی بے حرمتی ہوئی۔
کما بیّنا فی الامر باحترام المقابر، واللہ تعالیٰ اعلم۔

فتوائے ثانیہ

مسئلہ

از کانپور مسجد رنگیاں، مرسلہ مولوی شاہ احمد حسن صاحب مرحوم بوساطت جناب مولانا مولوی وصی احمد صاحب ۱۲ر جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ ہجری

بخدمت سراپا برکت مولٰنا مولوی صاحب مجدد مائۃ حاضرہ صاحب حجت قاہرہ، امام جماعت عالم سنت مولٰنا وسیدنا المولوی محمد احمد رضا خاں صاحب تمت فیوضاتہم وعمت سکنۃ المشارق والمغارب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
کانپوری مولوی احمد حسن صاحب سے ملاقات ہوئی۔ کہتے تھے، کہ بالفعل ایک اشد ضرورت ہے وہ یہ جامع العلوم والوں نے ایک فتویٰ لکھا۔ مستفتی میرے پاس لایا۔ میں نے ان کے خلاف جواب لکھا۔ جامع العلوم والوں نے

اس کو دیوبند بھیجا۔ انھوں نے اپنے ہم مذہبوں کے جواب کی تصدیق کی۔ مستفتی پھر میرے پاس آیا کہ اب میں کس کے قول پر عمل کروں۔ میں نے کہا کہ جو فیصلہ حَکَم کرے، اس پر عمل کرو۔ حضرت مولانا سے بڑھ کر حَکَم کون ہے، لہٰذا اس استفتا کو اپنے ہمراہ لیتے جاؤ اور مولانا سے جواب لکھوا لاؤ۔ اور فوراً روانہ کردو۔ چونکہ میرا ارادہ حاضری کا تھا، میں نے استفتا لے لیا اور اتفاق کہ میں حاضر نہ ہوسکا، اور یہ بہت ضروری ہے لہٰذا اس عریضے میں ہمراہ سیّد عبدالشکور صاحب حاضر خدمت کرتا ہوں۔ اسی وقت فیصلہ لکھ دیجئے اور سید صاحب ہی کے ہمراہ واپس فرمائیے کہ میں روانہ کردوں۔ مولوی احمد حسن صاحب انتظار میں ہوں گے۔

نقل استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین، کہ ایک سطح وقف زمین کہ قبرستان کے نام سے مشہور ہے جس کی ایک طرف چند پرانی شکستہ قبریں پائی جاتی ہیں۔ الخ دبعینہٖ سوال آمدہ از کلکتہ امرتلالین مار کانپور بازار نیا گنج ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ کہ عنقریب فتاویٰ میں گذرا۔

جوابِ اہالی مدرسہ جامع العلوم

ایسے مقام پر کتب خانہ اور مدرسہ بنانا جائز ہے لعدم المانع اور اگر بوسیدہ ہڈی اتفاقی طور پر نکل آئے تو اس کو کہیں دفن کردے وقال الزیلعی ولو بلی المیت وصار ترابًا جاز دفن غیرہٖ فی قبرہٖ وزرعہٖ والبناءُ علیہِ اھ شامیہ ص۵۹۹ واللہ اعلم۔

الاحقر محمد رشید مدرس دوم، مدرسہ جامع العلوم کانپور

محمد رشید دوعالم زفیض ۱۳ ۔ جد ۱۳

من اجاب فقد اصاب محمد عبد اللہ عفی عنہ

ھذا الجواب غیر صحیح لانہ مخالف لعبارۃ الفقہاء

محمد عبد الرزاق مدرس مدرسہ امداد دار العلوم کانپور

محمد عبد الرزاق

خلاصۂ جواب جناب مولوی احمد حسن صاحب

صورت مسئولہ میں اس مقام پر کتب خانہ و مدرسہ بنانا ناجائز ہے اس لئے کہ یہ جگہ جب مقبرے کے نام سے مشہور اور وقف ہے تو شرعاً یہ مقبرہ سمجھا جائے گا اور اس مقبرے کے لئے یہ زمین وقف ہوگی اور اس کی شہرت اس کے ثبوت کے لئے دلیل کافی ہے۔

درمختار میں ہے:

تقبل فیہ الشہادۃ بالشہرۃ الخ

ردالمحتار میں ہے الخ علمگیریہ:

الشہادۃ علی الوقف بالشہرۃ تجوز الخ

اور اس کے مندرس ہو جانے سے دوسرا کوئی نفع لینا درست نہ ہوگا۔ قاضی خاں مطبوعہ مصر جلد ثالث ص ۳۱۴:

مقبرۃ قدیمۃ بمحلۃ لم یبق فیہا اثار المقبرۃ ھل لا یباح لاھل المحلۃ الانتفاع بہا قال ابونصر رحمہ اللہ تعالی لا یباح۔	ایک محلے میں پرانا قبرستان ہے جس کے نشانات باقی نہیں رہے، کیا اہل محلہ اس سے نفع حاصل کر سکتے ہیں، ابونصر رحمہ اللہ نے کہا کہ مباح نہیں۔

علمگیری جلد ثانی مطبوعہ مصر صفحہ ۴۷۰ و ۴۷۱ :

سئل الامام	امام شمس الائمہ محمود اوزجندی
شمس الائمة محمود الاوز	سے ایسے قبرستان کے بارے
جندی فی المقبرة اذا	میں دریافت کیا گیا جس کے
اندرست ولم یبق فیها	نشانات مٹ گئے ہوں اور
اثر الموتٰی لا العظم ولا غیرہ	اس میں ہڈیاں تک نہ رہی ہوں
هل یجوز زرعها واستغلالها	کیا اس میں کھیتی باڑی اور اسے
قال لا ولها حکم المقبرة	کرائے پر دینا جائز ہے؟ فرمایا
کذا فی المحیط ۔	نہیں، وہ قبرستان کے حکم میں ہے۔

نہ عدم جواز انتفاع بالمقبرہ امام زیلعی کی اس عبارت ہی کے خلاف ہے اس لئے کہ انھوں نے جواز میت کے بوسیدہ اور خاک ہوجانے پر مرتب فرمایا ہے اور یہاں عدم جواز اس وجہ سے نہیں بلکہ بہ سبب مقبرے کے وقف ہونے میں ہے، جیسا کہ مصحح نے علمگیر مطبوعہ مصر میں لکھا ہے، عبارت منقولہ علمگیریہ پر یہ عبارت لکھی ہے:

قوله قال لا هذا	ان کا قول "! انھوں نے کہا
لا ینافی ما قاله الزیلعی	نہیں؛ یہ زیلعی کے قول کے
لان المانع ههنا کون	منافی نہیں، کیونکہ یہاں مانع محل
المحل موقوفا علی الدفن	کا دفن کے لئے موقوف ہونا
فلا یجوز استعماله فی	ہے تو اس کا استعمال غیر میں

غیرہ فلیتامل ولیحرر   جائز نہیں، ولیحرر

اھ مصححہ ؛

اور مسائل سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ غیر جنس کی طرف وقف جائز نہیں۔

علمگیریہ جلد ثانی ص۴۷۸ :

سئل شمس الائمۃ	شمس الائمہ حلوانی سے مسجد
الحلوانی عن مسجد او حوضٍ	یا حوض کے بارے میں دریافت
خرب لا یحتاج الیہ لتفرق	کیا گیا جو ویران ہوں اور ان کی
الناس ھل للقاضی ان	ضرورت نہ رہی ہو کیونکہ وہاں
یصرف اوقافہ الی مسجدٍ	آبادی نہیں رہی، کیا قاضی
اٰخر او حوض اٰخر قال	اس کے اوقاف کو دوسری مسجد
نعم ولو لم یتفرق الناس	یا دوسرے حوض میں صرف کر
ولکن استغنی الحوض عن	سکتا ہے؟ فرمایا ہاں اور اگر
العمارۃ الی عمارۃ وھناک	لوگ وہیں رہتے ہیں مگر اس
مسجد محتاج الی العمارۃ	حوض کی ضرورت نہ رہی ہو
او علی العکس ھل یجوز	اور دوسری مسجد عمارت کی
للقاضی صرف وقف ما	محتاج ہو یا بالعکس تو کیا قاضی
استغنی عن العمارۃ الی	اس وقف کی آمدنی جس کی ضرورت
عمارۃ ما ھو محتاج الی	نہ ہو دوسرے وقف کی تعمیر پر

العمارۃ فقال لا کذا خرچ کرسکتا ہے؟ تو فرمایا نہیں،
فی المحیط۔ محیط میں اسی طرح ہے۔

لہٰذا اس زمین میں جو دفن کے لئے وقف ہو، مدرسہ وغیرہ بنانا جائز نہ ہوگا گو خالی ہی کیوں نہ ہو، اور دوسرے اس کا خالی ہونا، فقط اتنی شہادت سے کہ ہماری عمر میں ہمارے علم میں کوئی میت دفن نہ کی گئی، نہیں ثابت ہو سکتا، بلکہ اس قدیم مقبرے کا پر ہونا سمجھا جاتا ہے، کہ جب دو تہائی زمین میں قبریں اس قدر پرانی ہیں، کہ سو برس کے لوگوں کے ہوش سے قبل کی ہیں، تو ایک ثلث میں اس سے بھی پہلے کی ہوں گی اور وہ بالکل منہدم ہو گئی ہوں اور زمین صاف معلوم ہوتی ہو، زمین بھر جانے کی وجہ سے دفن کرنا چھوڑ دیا گیا ہو۔ ہاں اگر کوئی شخص بیان کرے کہ جب سے یہ زمین مقبرے کے لئے وقف ہوئی کوئی میت اس تہائی میں نہ دفن کی گئی تو البتہ خالی ہونا ثابت ہو سکتا ہے۔ پھر بھی مدرسہ وغیرہ سوائے دفن کے دوسرے کام میں لانا ناجائز ہے۔

واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ عبدہ العاصی فضل الٰہی عفی عنہ

وھذا الجواب صحیح

کتبہ عبد الرزاق عفی عنہ

الجواب الثانی صحیح

کتبہ احمد حسن عفی عنہ

جواب مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ

الجواب:

یہ جواب صحیح نہیں ہے اور مجیب صاحب نے جو روایت نقل کی ہے اس سے بھی مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ الحاصل وہ قبرستان وقف نہیں ہے تو کچھ کلام نہیں ہے اور قبرستان کو جو وقف مشہور کر دیتے ہیں، یہ سب جگہ جاری نہیں۔ اکثر جگہ دیکھا گیا ہے کہ گورستان وقف نہیں ہوتا اور بعد تسلیم اس بات کے کہ وہ وقفی ہے اس صورت میں کہ وہاں دفن اموات کا ایک مدت دراز سے بند ہے تو اس میں دوسرا مکان وقفی بنا دینا درست ہے، لہٰذا مدرسہ وقفی بنانا اس گورستان میں جائز ہے، چنانچہ اس روایت سے واضح ہے، یعنی عینی شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۳۵۹:

فان قلت هل يجوز	اگر تم کہو، کیا مسلمانوں کی قبروں
ان تبنى المساجد على	پر مساجد کا بنانا جائز ہے؟ میں
قبور المسلمين قلت قال	کہوں گا، ابن قاسم نے کہا اگر مسلمانوں
ابن القاسم لو ان مقبرة	کا کوئی قبرستان ختم ہو جائے
من مقابر المسلمين عفت	اور وہاں کچھ لوگ مسجد بنالیں

فبنى قوم عليها مسجدا ألم ار بذلك باسا وبذالك لان المقابر وقف من اوقاف المسلمين لدفن موتاهم لا يجوز لاحد ان يملكها فاذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها الى المسجد لان المسجد ايضا وقف من اوقاف المسلمين لا يجوز تمليكه لاحد فمعنا هما على هذا واحد۔

تو میں اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا، کیونکہ قبرستان بھی مسلمانوں کا ایک وقف ہے ان کے مردوں کو دفن کرنے کے لئے، کسی کے لئے اس کا مالک بننا جائز نہیں۔ اب جبکہ وہ مٹ گیا اور اس میں دفن کی ضرورت نہیں رہی تو اسے مسجد کے استعمال میں لانا جائز ہوا، کیونکہ مسجد بھی مسلمانوں کے اوقاف میں سے ایک ہے لہٰذا ان دونوں کا مقصد ایک ہے،

اور کتب فقہیہ میں بھی روایات جواز موجود ہیں۔ مگر بندے کو مہلت نہیں۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

الجواب صحیح

بندہ محمود عفی عنہ

رشید احمد

۱۳۰۱ھ

الجواب صحیح

بندہ مسکین محمد یٰسین عفی عنہ

محمد یٰسین عفی عنہ

الجواب صحیح ۔غلام رسول عفی عنہ

جبکہ وہ مقبرہ نہایت کہنہ ہے اور اس وقت دفن کرنا وہاں متروک ہوگیا ہے تو بناء مدرسہ اس جگہ میں خصوصاً حصہ خالی میں درست ہے البتہ اگر وہ مقبرہ فی الحال دفن اموات میں کام آتا ہو تو کوئی اور بنا اس میں درست نہیں ہے:

قال فی علمگیریۃ ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ کذا فی التبیین.

علمگیریہ میں ہے کہ اگر میت پرانی ہو جائے اور مٹی ہو جائے تو دوسرے کو اس قبر میں دفن کرنا جائز ہے اور اس میں کھیتی کرنا اور اس پر عمارت بنانا بھی جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ

۱۳۰۷

فتوکل علی العزیز الرحمٰن

الجواب

اَللّٰھُمَّ ھدایۃ الحقّ والصّواب

جواب :- اوّل غلط صریح ۔ اور حکم ثانی حق وصحیح اور تحریر ثالث جہل قبیح ہے ۔

گنگوہی صاحب کا بے محل شقشقہ

اولاً سوال میں صاف تصریح تھی کہ " ایک سطح وقف زمین " پھر مجیب سوم کی تشقیق کہ " اگر وہ قبرستان نہیں " الخ محض شقشقہ بے معنی ہے ۔

وقف میں شہرت کافی ہے

ثانیاً " قبرستان کو جو وقف مشہور کر دیتے ہیں ، یہ سب جگہ جاری نہیں " اس یہ ، کا مشارٌالیہ شہرت ہے یا واقفیت ۔ اول صحیح ہے ، مگر مہمل ۔ و ثانیاً بے مہل ۔ سوال اس صورت خاصہ سے ہے جہاں شہرت موجود ہے ۔ اس پر حکم کے لئے ہر جگہ شہرت کیا ضرور ۔ یوں ہی دوم بھی اگر مقصود سلب واقفیت بحال انتفائے شہرت ہو ، اور ان ہی ، دونوں صورتوں میں یہ قول کہ ، اکثر جگہ دیکھا گیا ، کہ گورستان وقف نہیں

ہوتا۔ رولصحت رکھتا ہے۔ اگرچہ کثیر و اکثر میں فرق نہ کرنا ضیق نطاق بیان اور اگر نفی واقفیت شہرت مراد، تو محض مردود ظاہر الفساد اور اب وہ شہادت مشاہدۂ اکثر بلا وصراحتاً حکایت بھی عنہ ہے۔ متون و شروح و فتاوائے مذہب میں تصریحات جلیہ ہیں، کہ شہرت مثبت واقفیت و مسوغ شہادت ہے۔

کلام مجیب دوم سلمہ میں بھی اس کی بعض نقول منقول۔ پھر باوصف تسلیم دلیل شرعی نفی مدلول جہل قطعی۔ یہاں شہادت شہرت کو نہ ماننا نہ اسی متقبرے بلکہ عامہ اوقاف قدیمہ کو یکسر مٹا دینا ہے۔ طول عہد کے بعد شہود معانیہ کہاں۔ اور مجرد خط حجت نہیں۔

فتاویٰ خیریہ میں ہے:

لا یعمل بمجرد الدفتر	صرف تحریری صورت کافی نہیں
ولا بمجرد الحجۃ لما صرح	اور نہ صرف دلیل سے کیونکہ ہمارے
بہ علماءنا من عدم الاعتماد	علماء نے تصریح کر دی ہے کہ
علی الخط وعدم العمل بہ	خط پر اعتماد نہیں اور اس پر
کمکتوب الوقف الذی علیہ	عمل نہ ہوگا، جیسے وہ وقف نامہ
خطوط القضاۃ الماضین	جس پر گذشتہ قاضیوں کی
وانما العمل فی ذلک بالبینۃ	تحریریں ہوں۔ اس معاملے میں
الشرعیۃ۔ اسی میں ہے:	شرعی گواہوں پر عمل ہوگا؛
کتاب الوقف انما ھو	اسی میں ہے: وقف کی تحریر

کاغذ بہ خط وھولا یعتمد علیہ ولا یعمل بہ کما صرح بہ کثیر من علمائنا والعبرۃ فی ذالک للبینۃ الشرعیہ وفی الوقف یسوغ للشاھد ان یشھد بالسماع ویطلق ولا یضر فی شہادتہ قولہ بعد شہادتہٖ لم اعاین الوقف ولکن اشتہر عندی او اخبرنی بہ من اثق بہ۔

تو ایک کاغذ ہے جس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی عمل کیا جا سکتا ہے جیسا کہ ہمارے بہت سے علماء نے تصریح کی ہے۔ اعتبار اس سلسلے میں شرعی گواہوں کو ہے اور وقف میں گواہ کے لئے جائز ہے کہ سن کر گواہی دے اور اطلاق رکھے اور اس کی شہادت میں ادائے شہادت میں بعد یہ کہنا کہ میں نے وقف کا معائنہ نہیں کیا، لیکن میرے نزدیک مشہور ایسا ہی ہے یا مجھے قابل اعتماد شخص نے خبر دی ہے کچھ مضر نہیں۔

اب اگر شہرت بھی مقبول نہ ہو، تو ہزاروں وقف سوا اس کے کہ محض بے ثبوت و باطل قرار پائیں اور کیا نتیجہ ہے۔

وقف میں تبدیلی حرام ہے اور گنگوہی صاحب کی سفاہت!

ثالثاً۔ مقبرے کے لئے وقف تسلیم کرکے اس میں مدرسہ وغیرہ دوسرے مکان وقفی بنانے کو درست بتانا ظلم واضح وجہل فاضح ہے کہ اس میں صراحتاً تغیرِ وقف ہے اور وہ حرام ہے حتّٰی کہ متولی کو بھی جو وقف پر دلالت رکھتا ہے، نہ کہ اجنبی، حتّٰی کہ علماء نے ہیأت کی بھی بے اذنِ واقف اجازت نہ دی نہ کہ تغیرِ اصل وقف۔

عقود الدریہ میں ہے:

لا یجوز للناظر تغییر صیغة الواقف کما افتیٰ بہ الخیر الرملی والحانوتی وغیرھما۔ سراج الوھاج وھندیہ میں ہے۔ لا یجوز تغییر الوقف عن ھیأتہ فلا یجعل الدار بستاناً ولا الخان حماماً ولا الرباط دکاناً الا اذا جعل الواقف الی الناظر ما یریٰ فیہ مصلحة الوقف۔ فتح القدیر وردّ المحتار وشرح الاشباہ للعلامة البیری، میں ہے:

وقف کے نگہبان کے لئے وقف کے صیغے کی تبدیلی جائز نہیں، جیسا کہ خیر رملی اور حانوتی وغیرہما نے فتویٰ دیا ہے۔ سراج الوہاج اور ہندیہ میں ہے: وقف کو اس کی ہیئت سے تبدیل کرنا جائز نہیں، لہٰذا گھر کو باغ اور سرائے کو حمام اور رباط کو دکان بنانا جائز نہیں۔ ہاں اگر نگرانِ وقف کو اجازت دے رکھی ہے کہ وہ ہر وہ کام کرسکتا ہے جس میں وقف کی صلاح ہو تو ٹھیک ہے۔

الواجب الوقف ابقاء الوقف علیٰ ما کان علیه دون زیادۃ۔

وقف کرنے کے لئے مالک ہونا شرط ہے

شے ایک بار وقف ہو کر، دوبارہ وقف نہیں ہو سکتی

رابعاً۔ مدرسہ یا کتب خانہ یا کوئی مکان کیا خالی دیواروں کا نام ہے۔ ہر عاقل ادنیٰ عقل والا بھی جانتا ہے کہ زمین ضرور اس میں داخل، تنہا دیواروں کو بنا و عملہ کہتے ہیں۔ نہ بیت و خانہ مدرسہ جائے درس۔ محل درس زمین ہے۔ یا دیواروں پر بیٹھ کر درس ہوگا۔ اور یوں بھی ہوتا ہم قرار استقرار کو تنہا علی الارض سے کیا چارہ۔ اور یہ زمین ایک بار ایک جہت کے لئے وقف ہو چکی۔ دوبارہ وقفیت کیونکر معقول۔ کہ واقف کا وقت وقف مالک ہونا شرط وقف ہے، کہ ہمارے مذہب میں بالاتفاق اہل وقوف اس پر صحت وقف موقوف اور وقف بعد تمامی کسی کی ملک نہیں تو پھر اصل واقف بھی اگر دوبارہ اسے وقف کرنا چاہے محض باطل ہوگا، نہ کہ زید و عمرو بلکہ یہ حکم عام ہے، خواہ وقف دوبارہ جہت اخریٰ پر ہو یا اسی جہت اولیٰ پر کہ علی الاول تحویل باطل ہے اور علی الثانی تحصیل حاصل والکل باطل۔ بحر الرائق و علمگیریہ وغیرہما میں ہے:

اما شرائطہٗ فمنھا	بہر حال اس وقف کی شرائط
العقل والبلوغ ومنھا	تو ان میں سے بلوغ اور عقل

ان یکون قربۃ ومنہا الملك وقت الوقف ویتفرع علی اشتراط الملك انہ لا یجوز وقف الاقطاعات ولا وقف الارض المحوزۃ للامام اھ ملتقطا۔ اسعاف میں ہے:

اتفق ابو یوسف ومحمد رحمہما اللہ تعالٰی ان الوقف یتوقف جوازہ علی شروط بعضہا فی المتصرف کالملك فان الولایۃ علی المحل، شرط الجواز والولایۃ تستفاد بالملك او ھی نفس الملك۔ اسی میں ہے: لو وقف ارضا اقطعہ ایاھا السلطان فان کانت ملکا لہ او مواتا صح وان کانت من بیت المال لا یصح۔

ہے اور ان میں سے اس کا عبادت ہونا ہے، وقت وقت ملک کا ہونا ہے اور اس پر یہ بھی متفرع ہے کہ جاگیر کا وقف جائز نہیں، اور امام کی گھیری ہوئی زمین کا وقف بھی جائز نہیں۔ امام ابو یوسف اور محمد رحمہما اللہ نے اتفاق کیا ہے کہ وقف کا جواز، بعض شرائط پر موقوف ہے۔ کچھ تو اس میں سے متصرف میں ہیں جیسے ملک، کیونکہ ولایت محل شرط جواز ہے اور ولایت یا تو ملک سے مستفاد ہے، وہ خود ملک ہے۔

اسی میں ہے:

اگر کسی شخص نے بادشاہ کی دی ہوئی جاگیر وقف کردی تو اگر وہ اس کی ملک ہے یا مردہ زمین

ہے تو صحیح ہے اور اگر بیت المال سے ہے تو صحیح نہیں ۔

زمین وقف میں کوئی عمارت دوسری غرض کیلئے وقف نہیں ہوسکتی

خامساً۔ تنہا عمارت وقف ہوگی یا تنہا زمین، یا دونوں شانی بدیہی البطلان لان الوقف لا یوقف، یوں ہی ثالث لانہ علیہ یتوقف۔ اول کا جواز ارض غیر محتکرہ میں صرف اس صورت میں ہے کہ یہ عمارت اسی کام پر وقف ہو جس پر اصل زمین کا وقف ہے۔ ھو الصحیح بل ھو التحقیق وبہ التوفیق، تو زمین، مقبرہ اور دیواریں مدرسہ یہ محض وسوسہ۔

فتاویٰ علامہ خیر الدین رملی میں ہے:

فت

سئل فی کرم مشتمل علی عنب وتین وارضہ وقف سیدنا الخلیل علیہ وعلی نبینا وسائر الانبیاء افضل الصلوٰۃ واتم السلام من الملک الجلیل ادعی رجل بانہ وقف جدہ

اب باغ کے بارے میں دریافت کیا گیا جس میں انگور اور انجیر ہیں اور اس کی زمین ہے، جو حضرت ابراہیم نے وقف کیا تھا، ایسے باغ پر ایک شخص نے دعویٰ کردیا کہ یہ اس کے دادا نے وقف کیا تھا کیا

هل تسمع دعواه۔ اجاب
لا تسمع ولا تصح اذ الکرم
اسم للارض والشجر وان
ارید به الشجر فوقف
الشجر علی جهة غیر
جهة الارض مختلف فیه
وقد قال صاحب الذخیرة
وقف البناء من غیر
وقف الارض لم یجز
هو الصحیح وان ارید کل
من الارض والشجر فبطلانه
بدیهی التصور وان ارید
الارض فبدیهیة البطلان
اولی اھ ملتقطاً. اسی میں
اس کے متصل ہے:
کیف یصح للواقف
وقفها علی نفسه وهی
وقف الجلیل علیه الصلوٰة
والسلام اھ وهذا معنی

اس کا دعویٰ سنا جائے گا؟
جواب دیا نہیں، کیونکہ باغ
زمین اور درختوں کے مجموعہ
کا نام ہے اور اگر اس سے
مراد درخت ہوں تو درختوں کا
زمین کی جہت کے غیر میں
وقف کرنا مختلف فیہ ہے۔
صاحب ذخیرہ نے کہا ہے کہ
عمارت کا وقف کرنا زمین کے
بغیر جائز نہیں۔ یہی صحیح ہے اور
اگر زمین اور درخت سب
مراد ہیں تو اس کا باطل ہونا ظاہر
ہے اور اگر صرف زمین ہو تو
اس کا باطل ہونا اور بھی ظاہر ہے۔
اسی میں اس کے متصل ہے:
کہ واقف اس کو اپنے اوپر کیونکر
وقف کرسکتا ہے، حالانکہ یہ
وقف ابراہیم علیہ السلام کا
ہے۔ یہی معنی ہیں ان کے

قولہ فبطلانہ بدیھی التصور۔

قول کے کہ اس کا بطلان ظاہر ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

الذی حررہ فی البحر اخذا من قول الظھیریۃ واما اذا وقفہ علی الجھۃ التی کانت البقعۃ وقفا علیھا جاز اتفاقا تبعا للبقعۃ وان قول الذخیرۃ لم یجز ھو الصحیح مقصور علی ما عدا صورۃ الاتفاق وھو ما اذا کانت الارض ملکا او وقفا علی جھۃ اخری اھ علی ھذا ینبغی ان یستثنی من ارض الوقف ما اذا کانت معدۃ للاحتکار وبہ تتضح الحال ویحصل التوفیق بین الاقوال اھ ملخصا وقد اوضحناہ

ردالمحتار میں ہے:

جو بحر نے فیصلہ کیا ہے وہ ظہیریہ کے قول سے ماخوذ ہے اور اگر اسی جہت پر وقف کیا جس پر وہ خطہ وقف تھا تو وقف اس کی اتباع میں جائز ہے اور ذخیرہ کا قول "جائز نہیں" صحیح ہے اور یہ اتفاق کی صورت کے غیر پر مقصور ہے اور یہ اس وقت ہے جبکہ زمین ملک یا وقف ہو، کسی دوسری جہت پر، اس بنا پر زمین وقف سے اس صورت کا استثنا ضروری ہے جبکہ وہ زمین احتکار کے لئے تیار کی گئی ہو، اس سے صورت حال واضح ہو جاتی ہے اور تمام اقوال میں توفیق

فیما عتقنا علیہ ؎ ممکن ہے۔

گنگوہی صاحب کی سخت نافہمی

متعلقہ روایتوں کو بے علاقہ بتانا

سادساً: مدرسہ یا کتب خانہ جو بنایا جائے گا، جبکہ شرعاً وقف نہیں ہوسکتا۔ لاجرم ملک بانیان پر رہے گا اور اب یہ صراحتاً وقف میں تصرف مالکانہ اور اپنے انتفاع کے لئے اس میں عمارت بنانا ہوگا، تو آفتاب کی طرح واضح ہے کہ قاضی خاں و علمگیری و محیط کی عبارات جو مجیب دوم سلمہ نے نقل کیں، کہ مقبرہ اگرچہ مندرس ہو جائے، اس میں قبر کا نشان درکنار۔ اموات کی ہڈی تک نہ رہے جب بھی اس سے انتفاع حرام۔ اور ہمیشہ اس کے لئے حکم مقبرہ رہے گا۔

اسی طرح فتاویٰ ظہیریہ و خزانۃ المفتین و اسعاف کی عبارات کہ:

مقبرۃ قدیمۃ بمحلۃ	جو قبرستان پرانا ہو اور اس
لم یبق فیہا اٰثار المقبرۃ	میں مقبرے کے آثار باقی نہ
لایباح لاھل المحلۃ	رہے ہوں، اس سے اہل محلہ
الانتفاع بھا و ان کان	نفع حاصل نہیں کرسکتے ہیں

فیھا حشیش یحش منھا — اگر اس میں گھاس ہو تو وہ
ویخرج الحشیش الی الدواب — بھی کاٹی جاسکتی ہے۔ کاٹ
ولا ترسل الدواب فیھا، — کر باہر لائی جائے مگر جانور قبرستان
میں نہ چھوڑے جائیں " قطعاً مفید مدعا نہیں۔

اور مجیب صاحب سوم کا یہ زعم کہ:

"مجیب صاحب نے جو روایت نقل کی ہے، اس سے بھی مدعا ثابت نہیں ہوتا" محض سوء فہم اور جہل مبین۔

گنگوہی صاحب پر گرفت

سابعًا۔ مجیب سوم کو جب فقہ میں کوئی راہ نہ ملی، ناچار متون و شرح و فتاوائے مذہب سب بالائے طاق رکھ کر نصوص اصول و فروع فقہ حنفی سب سے آنکھ بند کر کے شرح صحیح بخاری سے ایک روایت خارج عن المذہب پر قناعت کی کہ ابن القاسم نے کہا، کہ میری رائے میں جب مقبرے کے آثار مٹ جائیں اور اس کی حاجت نہ رہے تو وہاں مسجد بنالینا جائز ہے۔

عربی لفظوں کا ترجمہ دیکھ لیا، اب یہ ادراک کسے کہ یہ ابن القاسم کون ہیں، کس مذہب کے عالم ہیں؟ ان کا قول مذہب حنفی میں کہاں تک سنا جاسکتا ہے؟ اور وہ بھی خاص ان کی اپنی رائے، اور وہ بھی اصول و فروع مذہب کے صریح خلاف۔ مجیب صاحب علامہ عینی

رحمۃ اللہ تعالیٰ شرح جامع صحیح میں صرف اقوال مذہب پر اقتصار نہیں کرتے، بلکہ ائمہ اربعہ اور ان سے بھی گذر کر بعض دیگر سابق ولاحق بلکہ بعض بدمذہبوں مثلاً داؤد ظاہری وابن حزم تک پہنچ کے اقوال نقل کرجاتے ہیں، بلکہ بارہا ابن داؤد ہی کے قول پر قناعت فرماتے اور ائمہ مذہب کا مذہب بیان میں نہیں لاتے، جاہل کہ تراجم علماء سے آگاہ نہیں آپ کی طرح دھوکا کھاتا ہے اور خادم علم بحمد اللہ تعالیٰ فرق مراتب وتفرقۂ مذاہب کی خبر رکھتا ہے۔ علامہ عینی یہاں کسی کتاب فقہ کی تحریر میں نہیں یہ استطرادی بالائی فوائد ہیں جن سے آقاویل ناس پر اطلاع مقصود اور مذہب تو اصلاً و فرعاً کتب مذہب میں مضبوط ہوچکا۔ ان کی ان نقول کا اکثر مادہ تصانیف ابن المنذر وابن بطال وغیرہما شافعیہ وغیرہم ہیں۔ ان کی عادت ہے کہ محل نقل میں سطریں کی سطریں بلکہ کہیں صفحے کے صفحے بلا غور وبے تغیر لفظ نقل فرماجاتے ہیں، جس پر ان کے امام عصری امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے الدرر الکامنہ میں تنبیہ کی، یہاں بھی صدر کلام ذکر ما یستنبط منہ من الاحکام سے آپ کی منقولہ حکایت تک اسی قسم کی عبارت ہے۔ عالم تو متعدد وجہ سے پہچانے گا کہ یہ کلام حنفیہ نہیں۔ آپ نے اتنا ہی دیکھا ہوتا کہ اس عبارت میں ہے الی جواز نبش قبورھم للمال ذھب الکوفیون والشافعی واشھب بھذا الحدیث، حنفیہ کا محاورہ نہیں کہ اپنے ائمہ کا مذہب یوں بیان کریں، کہ کوفے والے ادھر گئے ہیں، قائل حنفی ہوتا تو ذھب

المتنا یا اصحابنا یا علماؤنا و امثال ذالک لکھتا۔ یہ ابن القاسم و اشہب، دونوں[لہ] حضرات مالکی المذہب عالم ہیں۔ خود امام ہمام کے شاگرد، اور ان کے مذہب میں اہل روایت و درایت جیسے ہمارے ہاں زفر و حسن بن زیاد رحمتہ اللہ علیہم، آپ کی مقدس بزرگی کہ مذہب حنفی کے صریح خلاف ایک مالکی عالم کی رائے پر فتویٰ دیتے، اور اپنے زعم میں اسے مذہب حنفی کی روایت سمجھ رہے ہیں حالانکہ ائمہ تو ہمارے ائمہ وہ اس مذہب کے بھی امام مجتہد سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ یہ ابن القاسم ہمارے علماء سے نہیں۔ مگر ہاں جب نافہمی کی ٹھیری تو آپ کو کیا لگتا۔ کہ اس ذکر اصحابنا کو بھی قال ابن القاسم کے تحت میں داخل۔ اور انھیں کے مقولے میں شامل مانتے۔

ثامنًا۔ مجیب صاحب نے ناحق اس حکایت غیر مذہب پر قناعت کی کہ فقط بیچارے مردہ مسلمانوں کی قبریں، طلبہ اور مدرسہ کے بھنگی بہشتی سے پامال کرانے کی گنجائش ملی۔ اس ذکر اصحابنا کو کیوں نہ لیا کہ مسجدوں میں ہل چلانے گھوڑے یا گدھے باندھنے کی راہ چلتی۔

لہ دونوں حضرات کے مزار قرافہ میں یکجا ہیں۔ علماء فرماتے ہیں ان دونوں مزاروں کے بیچ میں دعا قبول ہوتی ہے۔

۱۲ منہ حفظ ربہ

بل ھو اشنع واخنع	بلکہ یہ زیادہ برا ہے، کہ مسجد کو
وھو اتخاذ موضع المسجد	اصطبل یا باڑہ بنالیا جائے
حشا وکنیفا لقولہ و ذکر	کیونکہ انھوں نے کہا کہ ہمارے
اصحابنا ان المسجد اذا خرب	اصحاب نے ذکر کیا کہ مسجد جب
ودثر ولم یبق حولہ جماعۃ	ویران ہوجائے اور اس کے
والمقبرۃ اذا عفت ودثرت	گرد کوئی جماعت نہ رہے، اور
تعود ملکا لاربابھا. قال	قبرستان جب مٹ جائے
فاذا عادت ملکا یجوز ان یبنی	تو ان پران کے سابق مالک کی
موضع المسجد دارا وموضع	ملک لوٹ آتی ہے۔ انھوں نے
المقبرۃ مسجدا وغیر ذٰلک	فرمایا کہ جب یہ چیزیں ملک میں
لان الدار لابد لھا من	آگئیں تو مسجد کی جگہ کو گھر اور
تلک الاشیاء ۃ	قبرستان کی جگہ کو مسجد وغیرہ بنانا

درست ہوا، کیونکہ گھر کے لئے ان چیزوں کا ہونا ضروری ہے"۔ مگر آپ نے ضرور ہوشیاری برتی۔

اولاً، جانتے تھے، کہ کتب معتمدۂ مذہب مشہورہ متداولہ میں اسے صراحتاً رد کیا۔ اور اس کے خلاف پر لبشد ومد فتویٰ دیا ہے۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

ولو خرب ما حولہ	اور اگر اس کا ارد گرد ویران
واستغنی عنہ یبقی مسجدا	ہوگیا اور اس کی ضرورت

عند الامام والثانی ابداً الی قیام الساعۃ وبہ یفتی؛	نہ رہی تو مسجد باقی رہے گی امام کے نزدیک اور دوسرا ہمیشہ قیامت تک اور اسی پر فتویٰ ہے۔

حاوی القدسی و بحر الرائق و رد المحتار میں ہے:

"واکثر المشائخ علیہ مجتبی وھو الاوجہ فتح"

ثانیاً۔ یہ قول امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ جسے علامہ عینی نے اصحابنا کی طرف نسبت کیا، خاص اسی حالت میں ہے، جب وہ شے موقوف اس غرض کی صلاحیت سے بالکل خارج ہو جائے جس کے لئے واقف نے وقف کی تھی۔ اصلاً کسی طرح، اس کے قابل نہ رہے۔

رد المحتار میں ہے:

ذکر فی الفتح ما معناہ انہ یتفرع علی الخلاف المذکور ما اذا انھدم الوقف ولیس لہ من الغلۃ ما یعمر بہ فیرجع الی الباقی او ورثتہ عند محمد خلافا لابی یوسف لکن عند محمد انما یعود الی ملکہ ما خرج عن	فتح میں جو ذکر کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ خلاف مذکور پر یہ متفرع ہوتا ہے کہ اگر وقف عمارت منہدم ہو جائے، اور اس کی اتنی آمدنی نہیں ہے کہ اسے تعمیر کیا جائے تو وہ بنانے والے یا اس کے ورثاء کی طرف لوٹ جائے گا۔ امام محمد کے نزدیک اس میں ابو یوسف کے

الانتفاع المقصود بالوقف بالكلية ۔

خلاف ہے، لیکن محمد کے نزدیک اس کی ملک میں صرف وہی لوٹے گا جس سے بالکل نفع ممکن نہ ہو۔

یہ بات مقبرۂ مذکورہ میں کیونکر متصور ہو کہ ہنوز تہائی میدان حسب بیان سائل بالکل خالی پڑا ہے. ثالثاً، شاید یہ بھی کچھ اندیشہ گذرا کہ اس مقبرے کے ساتھ مسجد کی بھی خیر نہیں. مبادا عوام بھڑک جائیں، ان وجوہ سے ذکر اصحابنا چھوڑ کر قال ابن القاسم کا یہ سرا پکڑا. مگر غافل کہ جن تین اندیشوں سے گریز فرمایا، وہی تینوں یہاں بھی آپ پر عائد بلکہ مع شے زائد۔

اوّل، تو وجہ سابع میں دیکھ چکے، کہ خلاف مفتی بہ ہونا تو درکنار وہ سرے سے مذہب کا کوئی قول ضعیف بھی نہیں اور ثانی یوں کہ کلام ابن القاسم میں عفت و درست ہے. عفا ر دروس نیست و نابود و ناپیدا و بے نشان ہونا ہے. یہ اس مقبرے پر کہاں صادق کہ سائل کہتا ہے، پرانی شکستہ قبریں پائی جاتی ہیں تو ابھی نیست و نابود و ناپدید نہ ہوا اور اس روایت خارجہ نے بھی آپ کو کام نہ دیا اور ثالث یوں کہ جب ان کی رائے میں مجرد وقفیت موجب اتحاد معنی و جواز اقامت بجائے یک دگر ہے تو جیسے مقبرے کو مسجد کرنا روا، یوں ہی مسجد کو مقبرہ. یوں ہی مسجد کو سرائے اور سرائے میں بیت الخلا. فان الکل وقف من اوقاف المسلمین لا یجوز تملیکہ لاحد فمعنی الکل علی ھذا واحد. پھر مفر کدھر۔

تاسعاً۔ ذرا براہ مہربانی تھوڑی دیر کو ہوش میں آکر فرمائیے، کہ ابن القاسم نے کہا ۔مقبرے کو بعد بے نشانی مسجد کر دینا روا اور ابوالقاسم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مقابر پر مسجد بنانا حرام۔ آپ کے نزدیک یہ دونوں حکم حالت واحد پر وارد جب تو آپ کا ایمان ہے۔ کہ ابن القاسم کی بات کو حق جانیں، اور ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہ مانیں۔ اور اگر حالت مختلف ہے تو پہلے وہ فرق معین کیجئے، جس پر ان دونوں احکام کا انقسام ہوگا، کیا فقط نو وکہن کا تفرقہ ہے کہ نئی قبروں پر مسجد بنانا حرام۔ اور جہاں ذرا پرانی پڑیں اور اب ان پر نماز جائز ہوگئی۔ یا فقط اوپر کا نشان مٹ جانا چاہیئے۔ یا یہ ضرور ہے کہ لاشوں کے تمام اجزار، ساری ہڈیاں بالکل خاک ہوجائیں، مروے بجمیع اجزأ تراب خالص کی طرف استحالہ کریں، اس کے بعد روا ہے۔

اوّل، تو بداہتہً باطل، اور شاید بعلت وہابیت آپ کے یہاں تو شرک ہو، اور ثانی بھی اسی کی مثل ہو، کہ نشان بالا نہ قبر ہے، نہ قبر کے لئے رکن وشرط، تو اس کا عدم ووجود یکساں۔ مع ہذا اس مقبرے میں یہ صورت بھی ہنوز متحقق نہ ہوئی، کہ نشان قبر موجود ہیں اور آپ کا حکم بے تخصیص ثلث خالی صاف مطلق ہے کہ مدرسہ وقفی بنانا گورستان میں درست ہے" اور آپ کے مقلد نے اس اطلاق کی صریح تصریح کر دی۔ کہ بنائے مدرسہ اس جگہ میں خصوصاً حصۂ خالی میں درست ہے" اس خصوص نے عموم کو واضح کر دیا، لاجرم ثالث لیجئے گا، اب یہ آپ پر لازم تھا، کہ دلیل شرعی

سے اس مدت کی تعیین کرتے، جس میں مردوں کی ہڈی پسلی کا اصلاً نام و نشان نہیں رہتا۔ سب سے پچھلی جو میت دفن ہوئی اسے اتنی مدت گذر چکی۔ ان دو مرحلوں کو بغیر طے کیے حکم جواز لگا دینا محض جہل تھا۔ اتنا یاد رکھئے کہ مجرد شک یہاں کام نہ دے گا، کہ الیقین لایزول بالشک عقل ونقل کا قاعدہ اجماعیہ ہے۔ وجود مانع یعنی بعض اجزائے موت پر یقین نہ ہو، حکم حرمت وممانعت ہی رہے گا اور آپ کے لیت ولعل سے کام نہ چلے گا، تو ظاہر ہوا، کہ اس روایت خارجہ عن المذہب کا دامن پکڑنا بھی محض سوء فہم وبندگی وہم تھا وباللہ العصمۃ۔

عاشراً:۔ لطف یہ ہے کہ اس روایت خارجہ میں شرط استغنا عن الدفن لگائی گئی ہے، آیا اس سے مراد کہ اس کے سوا دوسری جگہ دفن ہو سکتا ہو جب تو یہ شرط محض لغو وعبث ہے۔ وہ کونسا گورستان ہے، جس کی طرف احتیاج دفن بمعنی لولاہ لامتنع ہے۔ نہ ہرگز تعطل وویرانی اوقاف میں صرف اس قدر ملحوظ ہوتا ہے بلکہ یہاں مطمح النظر دو امر رہتے ہیں ایک عدم محتاجین یعنی وہاں آبادی نہ رہے، لوگ متفرق ہو گئے۔ اب حاجت کسے ہو، جیسے جواب دوم میں علمگیری ومحیط سے دربارہ مسجد وحوض گذرا، کہ خرب ولا یحتاج الیہ لتفرق الناس۔ دوسرے عدم حاجت بوجہ عدم صلوح۔ یعنی وہ شے کسی مانع وقصور ونقص کے سبب اب اس کام کی نہ رہی، مثلاً زمین پر پانی نے غلبہ کیا، کہ دفن کی گنجائش نہ رہی

فتاوائے کبریٰ وجامع المضمرات وہندیہ واسعاف وغیرہا میں ہے:

امرأة جعلت قطعة
ارض لها مقبرة واخرجتها
من يدها ودفنت فيها ابنها
وتلك القطعة لا تصلح المقبرة
لغلبة الماء عندها فيها
فساد فارادت بيعها۔ ان
كانت الارض بحال لا يرغب
الناس عن دفن الموتى
لقلة الفساد ليس لها البيع
وان كانت يرغب الناس
عن دفن الموتى لكثرة الفساد
فلها البيع ؛

ایک عورت نے اپنی زمین کے
ایک ٹکڑے کو قبرستان بنادیا
اور اسے اپنے ہاتھ سے نکالا اور
اس میں اپنے بیٹے کو دفن بھی کردیا
مگر یہ ٹکڑا پانی کی وجہ سے قبرستان
کے لئے درست نہیں تو اس نے
اسے بیچنے کا ارادہ کیا۔ اگر زمین ایسی
ہے کہ لوگ اس میں اپنے مردوں
کو دفن کرنے سے پہلو تہی نہیں کرتے
ہیں کیونکہ فساد زائد نہ تھا تو وہ عورت
اس ٹکڑے کو بیچ نہیں سکتی اور اگر
لوگ اس میں زیادہ خرابی کی وجہ سے
مردے دفن نہیں کرتے ہیں تو وہ عورت بیچ سکتی ہے۔" پر ظاہر کہ صورت مستفسرہ میں ہرگز نہ عدم محتاجین ہے نہ عدم صلوح. پھر شرط استغنا کب متحقق ہوئی اور تغیر وقف کی اجازت کس کے گھر سے ملی، تو روشن ہوا کہ مجیب سوم کا اس روایت خارجہ سے تمسک محض تشبث الغریق بالحشیش تھا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ہٰکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی بالتوفیق ۔

تنبیہ، یہ مجیب سوم پر تلک عشرہ کاملۃ ہیں اور ان کا رد

ان کے سب اتباع و اذناب کے رد سے مغنی ع

وکل الصید فی جوف الفراء

اور اذناب کے پاس ہے ہی کیا سوا امام زیلعی کی تحقیق کے۔

روایت امام زیلعی رحمۃ اللہ تعالیٰ جسے خود مولوی گنگوہی صاحب نے کچھ سوچ سمجھ کر چھوڑ دیا اور روایت فقہیہ نہ لکھنے کے لئے بے مہلتی کا بہانہ دیا۔ مجیب اول نے لکھی، مجیب دوم سلمہ نے جواب دیا۔ بعض اذناب سوم نے بے تعرض جواب، پھر اسی کا اعادہ کیا۔ مگر جناب گنگوہی صاحب چرچے۔ کہ یہاں مقبرۂ وقف میں کلام ہے۔ مجھے خاص دوسرے مکان وقفی کی اجازت نکالنی مشکل پڑی ہے، ہل چلاتا، کھیتی کرنا، کہ اس روایت امام زیلعی میں جائز ہو رہا ہے۔ کس گھر سے جائز کرسکوں گا لہٰذا ہوشیارانہ اس سے عدول کیا جو اذناب کی سمجھ میں نہ آیا۔ غالباً اب تو ناظرین نے اس روایت کا محل و محصل سمجھ لئے ہوں گے۔

صاحبو! اس سے مقصود زمین مملوک ہے، یعنی اگر کسی کی ملک میں کوئی میت دفن کردی گئی ہو، تو جب وہ بالکل خاک ہو جائے، مالک کو روا ہے کہ وہاں کھیتی کرے، گھر بنائے، جو چاہے کرے۔

لان الملک مطلق	کیونکہ ملک مطلق ہے اور مانع
والمانع زال وھذا ایضاً	زائل ہوگیا اور یہ بھی اس صورت
اذا کان ذلک باذنہ والا ففی	میں ہے جبکہ اس کی اجازت سے
الغصب لہ اخراج المیت	ہو، ورنہ غصب کی صورت میں

وتسویة الارض کما هی لحدیث لیس لعرق ظالم حق ؛

اسے حق ہے کہ میت کو نکالے اور زمین برابر کرے جیسے کہ تھی کیونکہ حدیث میں ہے کہ زمین پر ظالم کا حق نہیں۔

علامہ مدقق علائی قدس سرہٗ نے درمختار میں اسے ایسے نفیس سلسلے میں منسلک کیا جس نے معنی مراد کو کھول دیا۔ مجیب اول نے یہ روایت وہیں سے اخذ کی، مگر علامہ مدقق کے اشارات تک ہر فہم کی دسترس کہاں؟

درمختار میں فرمایا:

"لا یخرج منه بعد اهالته التراب الا لحق آدمی کان تکون الارض مغصوبة او اخذت بشفعة ویخیر المالك بین اخراجه ومساواته بالارض کما جاز زرعه والبناء علیه اذا بلی وصار ترابا زیلعی" ؛

"مردے کو مٹی ڈالنے کے بعد صرف حقوق العباد کی وجہ سے نکالا جائے گا، جیسے زمین مغصوبہ ہو یا شفعہ سے لی گئی ہو، اور مالک کو اختیار ہو گا کہ اسے نکالے یا زمین برابر کر دے، جیسے کہ اس پر عمارت بنانا اور کھیتی باڑی کرنا، مردوں کے گلنے سڑنے اور مٹی ہو جانے کے بعد درست ہے۔" ورنہ مقبرہ وقفی میں کھیتی کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

ھدایہ میں ہے

فی غایۃ الفتح ان یقبر فیہ الموتیٰ سنۃ ویزرع

سنۃ :

بات یہ ہے کہ وہابیہ کی نگاہ میں قبور مسلمین بلکہ خاص مزارات اولیائے کرام علیہم الرضوان ہی کی کچھ قدر نہیں، بلکہ حتی الوسع ان کی توہین چاہتے ہیں اور جس حیلے سے قابو چلے انھیں نیست ونابود و پامال کرانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ ان کے نزدیک انسان مرا اور پتھر ہوا، جیسے وہ خود اپنی حیات میں ہیں کہ لا یسمع ولا یبصر ولا یغنی عنک شیئًا۔ حالانکہ شرع مطہر میں مزارات اولیاء تو مزارات عالیہ عام قبور مسلمین مستحق تکریم وممتنع التوہین۔ یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں "قبر پر پاؤں رکھنا گناہ ہے" کہ سقف قبر بھی حق میت ہے۔

قنیہ میں امام علائے ترجانی سے ہے:

یاثم بوطء القبور لان سقف القبر حق المیت۔

حتیٰ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کی نعلین پاک کی خاک اگر مسلمان کی قبر پر پڑجائے تو تمام قبر جنت کے مشک وعنبر سے مہک اٹھے، اگر مسلمان کے سینے اور منہ اور سر اور آنکھوں پر اپنا قدم اکرم رکھیں۔ اس کی لذت ونعمت وراحت وبرکت میں ابد الآباد تک سرشار وسرفراز رہے، وہ فرماتے ہیں:

لان امشی علی جمرۃ اوسیف احب الی من ان امشی

علیٰ قبر مسلمٍ۔

بے شک چنگاری یا تلوار پر چلنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں کسی مسلمان کی قبر پر چلوں (رواہ ابن ماجۃ بسندٍ جیّدٍ عن عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اور وہابیہ کو اس کی فکر ہے کہ کسی طرح مسلمانوں کی قبروں پر مکان بنیں لوگ چلیں پھریں، قضائے حاجت کریں۔ بھنگی اپنے ٹوکرے لے کر چلیں۔ ع

اگر این ست پسندِ تو نصیبت بادا

ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔ واذقد اخذت المسئلۃ حقہامن البیان ولنکف عنان القلم۔ حامدین للہ سبحٰنہ وتعالیٰ علیٰ ما علّم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولٰنا محمد والٰہ واصحابہ وسلم واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکم عز شانہ احکم۔

تمّت

کتبہ، عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی

عفی عنہ محمد المصطفیٰ النّبی الامّی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم

ان هٰذا لهو الحق والحق بالاتباع احق

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱
عبد المصطفیٰ احمد رضا خان

محمد
بن
سلطان

اس میں جو کچھ بیان ہے سب مطابق احکام شریعت و سلف صالحین ہے۔ مسلمان ان سب کو تمسک کریں۔ مؤلف علام کو خدائے برتر جزائے خیر دے اور مقبول خاص و عام کرے اور مجھ کو بھی ثواب سے محروم نہ فرمائے۔

والصلوٰة والسلام علےٰ خیر الانام وآلہٖ واصحابہ الکرام

المذنب المدعو محمد عبد اللہ عفی عنہ

مسائل بالا کہ علمائے دین متین و فضلائے امت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تحریر و تقریر فرمودند ہمہ حق و راست و درست اند۔ شاکی اینہا مردود و فاسق اند۔

العبد الضعیف الراجی الی رحمۃ اللطیف
محمد نعیم، پشاوری عفی اللہ عنہ وعن والدیہ،
والمومنین والمومنات۔ امین ثم امین ہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

حامداً ومصلیاً ومسلماً علٰی رسولہ سیدنا
محمد وّاٰلہ واصحابہ واولیاءِ امتہ ومتبعیہم
اجمعین ہ

جو کچھ مولانائے مجیب جامع المعقول والمنقول حلال مہمات فروع واصول مولوی محمد عمرالدین صاحب الحنفی القادری جزاہ اللہ تعالٰی خیر الجزاء نے صورت مسئولہ میں تحریر فرمایا ہے، وہ سب حق وصواب ہے، جواب لاجواب ہے، پسندیدہ اولی الالباب ہے۔ حنفی مذہب کے مطابق قبروں کو کھود کر صاف میدان کر دینا اور اس پر مکان وغیرہ بنانا ہرگز درست نہیں، اس کی تحقیق مولائے مجیب نے عمدہ طور سے فرمائی ہے، کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ معترضوں کے کل اعتراض نہایت خوش اسلوبی سے اٹھا دیئے ہیں اور منکروں کے سب خدشات دفع کر دیئے ہیں پھر تحریر مہر تنویر فاضل کامل

عالم عامل، محقق علوم عقلیہ مدقق فنون نقلیہ قالع اصول مبتدعین، قامع اوہام نجدیین، حامی سنن ماحی فتن، مجدد مأتہ حاضرہ حجت قاہرہ مولانا الحاج احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ تعالیٰ فیوضاتہم کی تو منکروں پر بجلی سی کڑک پڑی، رشید گنگوہی کی تحریر پر تزویر کے تو خوب پرخچے اڑ گئے۔ ایسا امر کوئی فروگذاشت نہ ہوا کہ جس کے لکھنے کی کسی کو تکلیف ہو۔ پس فقیر نے طول دینا مناسب نہ سمجھا، لہٰذا اختصار سے کام لیا گیا۔ ان فتووں کا انکار بجز گمراہ کے کوئی نہ کرے گا۔ اہلسنت وجماعت کو گمراہوں کی صحبت سے پرہیز کرنا لازم ہے اور سلام وکلام قطع کرنا واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب حررہ الراجی الیٰ لطف ربہ القوی عبد النبی الامّی السید حیدر شاہ القادری الحنفی تجاوز اللہ تعالیٰ عن ذنبہ الجلی والخفی وحفظ عن موحیات الکی والغی بحرمۃ النبی الہاشمی الامّی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم متوطن کچھ بھوج المعروف بہ بیربھرداؤ پریل بمبئی۔

عبد النبی الامّی
الحنفی۔ سید
حیدر شاہ قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی رزق الانسان علما وسمعا وبصرا
فی الحیات وبعد الممات . فالموتی یعرفون الزوار ویسمعون
الاصوات والصلوۃ والسلام الاتمان الاکملان علی من
ھدانا الی الصراط المستقیم وقانا بہا من نار الجحیم التی
اعدت للکفرین والماردین من النیاشرۃ والمکذبین
لرب العالمین والمفضلین للشیطان اللعین علی علم الاولین
والاخرین صلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ واصحابہ وابنہ و
حزبہ اجمعین وعلینا بہم یا ارحم الراحمین ۰ وبعد فلما
رأیت جواب ناصر الدین المتین ومولٰنا المولوی محمد عمر الدین
وجدتہ موافقا للسنتہ دافعا للفتنۃ ونظرت تحریر المولوی رشید
احمد الگنگوھی فما ھو الاضلال مبین وھتک لحرمۃ المؤمنین
ومارد بہ علیہ خاتم المحققین عمدۃ المدققین عالم اھل
السنۃ مجدد المائۃ الحاضرہ سیدی ومرشدی وکنزی
وذخری لیومی وغدی مولٰنا المولوی محمد احمد رضاخان
ایدہ اللہ لواھب بالفیض والمواھب فلا اجد لسانا ثناء
علیہ غیر ان اقول لاشک انہ الصدق الصراح والحق القراح
فجزاھم اللہ خیر الجزاء عن الاسلام والمسلمین بحرمۃ

سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب قالہ بفمہ ورقمہ بقلمہ محمد المدعو بظفر الدین المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی الرضوی المجددی البہاروی العظیم آبادی۔

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳
ابوالبرکات محمد ظفر الدین

مکتوبات امام ربانیؒ

(مترجمہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی)

حصہ اوّل ؛ مکتوبات امام ربانی دراصل کتاب ہدایت ہے جس میں شرافت انسانی کے تمام اصول آداب اور دستورِ حیات کے جزئیات وکلیات موجود ہیں۔ طبیعیات و مابعد الطبیعیات پر مکمل بحث کی گئی ہے اسلامی وغیر اسلامی افکار وخیالات کا موازنہ کیا گیا ہے۔ ہر انسان کیلئے مساوی حیثیت سے رہنمائی کا کام دینے والی بہترین کتاب ہے۔ کتابت وطباعت عمدہ۔ سفید کاغذ۔ مجلد مع حسین سنہری ڈائی والا پلاسٹک کور۔ سائز ۲۶×۲۰، صفحات قیمت -/۱۸ روپے

حصہ دوم ؛ تصوف وطریقت کی بہترین تشریح اور اقوال زریں کا انمول خزانہ ہے جس میں ریاضت ومجاہدہ کے اصول اور دنیا واہل دنیا کے حالات وحقائق واضح طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ عبادت واعمال صالحہ کی تفصیل اور محاسبہ نفس کا بیان ہے۔ مفید سوالات اور جوابات کا بہترین سلسلہ قائم کیا گیا ہے اور مختلف مکاتب فکر سے متعلق معاملات پر مدلل روشنی ڈالی گئی ہے۔ سائز ۲۶×۲۰، کاغذ سفید، عمدہ کتابت اور دیدہ زیب طباعت، صفحات ۶۰۵ قیمت -/۲۱ روپے

حصہ سوم ؛ اس حصہ میں علم وعمل، علماء وفقہا اور احکام شرعیہ کے متعلق مفصل اشارات ہیں، تناسخ، کشف اور دیگر اہم عقائد کے متعلق وضاحت کی گئی ہے۔ عقل ونقل اور اکابر صحابہؓ واولیاءؒ کے مراتب بیان کئے گئے ہیں۔ فقر وغنا اور وجود وشہود جیسے نکات کو حل کیا گیا ہے۔ ذات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق معلوماتی بیانات موجود ہیں، غرضیکہ معلومات شرعیہ کا ایک انسائیکلو پیڈیا ہے۔ آفسٹ طباعت اور خوبصورت کتابت، گلیز کاغذ، سائز ۲۶×۲۰ صفحات ۵۳۷، قیمت -/۲۱ روپے۔

اِحکامِ شریعت

یہ کتاب دراصل اعلیحضرت کے دینی و شرعی فتاویٰ کا مجموعہ ہے جس میں مسائل شریعت کے احکام کی توجیہہ و توضیح کے علاوہ اصلاح رسوم، آداب معاشرت تصوف کے حقائق اور بدعقیدہ لوگوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

عمدہ کتابت وطباعت۔ کاغذ سفید، دبیز سرورق

سائز ۲۲x۱۸ صفحات ۳۲۸، قیمت ۶/۷۵ روپے

فتاویٰ افریقہ

اس میں اعلیحضرتؒ نے افریقہ سے بھیجے ہوئے ایکسو گیارہ فتاویٰ کے مختلف موضوعات ومسائل پر مکمل ومدلل جوابات دیئے ہیں۔ اس کتاب کا اصل نام السنیۃ الانیقہ فی فتاویٰ افریقہ ہے۔

طباعت آفسٹ، اعلیٰ کتابت، گلیز کاغذ مجلد مع رنگین گرد پوش

سائز ۲۰x۳۰/۱۶، صفحات ۱۶۰، قیمت ۳/۷۵ روپے

ملفوظاتِ اعلیٰحضرتؒ

فاضل بریلوی

عقلی ونقلی علوم وفنون اور مسائل ومعاملات مذہبی ومعاشرتی پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ دیگر امور کی فلسفیانہ اور منطقیانہ تشریح کی گئی ہے۔ اس میں اسلام کے احکام وارکان کی وضاحت کے علاوہ اولیائے کرام اور علمائے عظام کی صحیح علامات بیان کردی گئی ہیں۔ کتابت وطباعت دیدہ زیب۔ سائز ۲۳×۱۸/۸ صفحات حصہ اول ۱۳۲ حصہ دوم ۱۱۶ حصہ سوم ۸۸ حصہ چہارم ۹۶ کاغذ سفید مع گردپوش۔ قیمت حصہ اول ۳/- دوم ۳/- سوم ۲/۵۰ چہارم ۲/۵۰

حدائقِ بخشش

فاضل بریلویؒ کا عارفانہ کلام جس میں محبت اور شان مصطفےٰ کا پرسوز شاعری میں اظہار کیا گیا ہے۔ اس کلام کو پڑھنے اور سننے والے یکساں لطف اندوز ہوتے ہیں۔ نفیس طباعت وکتابت۔ سفید کاغذ مجلد مع رنگین ٹائیٹل، سائز ۲۷×۱۷/۸ صفحات ۲۲۰ قیمت ۴/۵۰